

دسمبر/۲۰۱۹

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

شماره نمبر ۱۳

الاجماع

دوماہی مجلہ



– الفضل الربانی فی حیاة الامام محمد بن الحسن الشیبانی

(امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کی توثیق، '۴۰' سے زائد ائمہ و علماء سے ثابت ہے)



ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن

فہرست مضامین

- غایۃ الامانی مقدمۃ الفضل الربانی فی حیۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی ۱

- مولانا نذیر الدین قاسمی

۱ - فقہ اور حدیث میں مقام

۱ - '۴۰' سے زائد ائمہ و علماء کے حوالے

۲۲ - تفسیر اور علوم القرآن میں مقام

۲۳ - ذہانت اور حفظ میں مقام

۲۵ - معقولات میں مقام

۲۶ - فصاحت و بلاغت میں مقام

۲۹ - اللغة العربیة، علم نحو، اور حساب میں مقام

۳۱ - عبادت اور تقویٰ میں مقام

- الفضل الربانی فی حیۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی ۳۳

- حافظ ظہور احمد الحسینی حفظہ اللہ

ترتیب و حاشیہ: مولانا نذیر الدین قاسمی

- ۳۳ - آپ کے ذاتی حالات
- ۴۳ - عہد طلب علمی
- ۴۶ - امام اعظم ابوحنیفہؒ سے شرف تلمذ
- ۴۸ - امام ابو یوسفؒ سے تکمیل علم
- ۵۰ - کوفہ کے دیگر ائمہ سے اخذ علم
- ۵۱ - امام مالکؒ سے موطا اور دیگر احادیث کا سماع
- ۵۴ - امام محمدؒ کا ”موطا“ کے راویوں میں ایک نمایاں مقام
- ۵۵ - امام محمدؒ کا دیگر بلاد اسلامیہ کے ائمہ سے استفادہ
- ۵۷ - مسند درس و تدریس
- ۶۰ - امام محمدؒ کے بعض نامور تلامذہ کا تعارف
- ۸۸ - امام محمدؒ کے دیگر بعض تلامذہ
- ۸۹ - امام محمدؒ کا فقہی مقام
- امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کی فقہ کو دنیا میں پھیلانے کا سہرا امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کے

- ۱۰۰ - آپؐ کا محدثانہ مقام
- ۱۰۳ - دیگر علوم و فنون میں آپؐ کا مقام
- ۱۱۵ - امام محمدؒ کی ذہانت اور فصاحت و بلاغت
- ۱۱۹ - آپؐ کی عبادت اور کثرت تلاوت
- ۱۲۱ - آپؐ کا حسن و جمال
- ۱۲۲ - محدثین سے امام محمدؒ (م۸۹ھ) کی توثیق
- ۱۷۰ - علمائے غیر مقلدین سے امام محمدؒ کی توثیق
- ۱۷۳ - زبیر علی زئی اور موجودہ بعض اہل حدیث کی ضد اور ہٹ دھرمی

وضاحت:

امام محمدؒ (م۸۹ھ) پر حافظ ظہور احمد الحسینی حفظہ اللہ کا یہ مضمون، ان کی کتاب ”تلامذہ امام اعظم ابو حنیفہ کا محدثانہ مقام“ سے لیا گیا ہے۔

نوٹ:

حضرات! ہم نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ اس رسالہ میں کتابت (ٹائپنگ) کی کوئی غلطی نہ ہو، مگر بشریت کے تحت کوئی غلطی ہو جانا امکان سے باہر نہیں۔

اس لئے آنحضرات سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ کتابت کی کسی غلطی پر مطلع ہوں تو اسے دامن عفو میں چھپانے کی بجائے ادارہ کو مطلع فرمادیں، تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔ جزاکم اللہ خیراً

ہمارا نظریہ

ہمیں کسی سے عناد و دشمنی نہیں ہے۔ حدیث میں نماز کے سلسلے میں متعدد روایتیں آئی ہیں۔ ایک پر اگر غیر مقلدین عمل کرتے ہیں تو ان سے کیوں لڑا جائے، جب کہ وہ بھی حدیث میں آیا ہے۔ لیکن جب وہ خفیوں کو طعنہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث پر عمل نہیں کرتے قیاس پر عمل پیرا ہیں،

تو اس وقت سوچو! کیسے خاموش رہا جائے اور یہ کیوں نہ بتایا جائے کہ حدیث پر تم سے زیادہ عمل کرنے والے ہم ہیں، اور تم زیادہ حدیث جاننے والے ہم ہیں۔

محدث ابو المآثر حبیب الرحمن اعظمی ؒ

بادل ناخواستہ

انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ فرقہ اہل حدیث اور دوسرے باطل فرقے اپنی تعلیمات اپنے سننے والوں میں بیان کرنے کی بجائے ہمیشہ دوسروں پر، اکثر غیر مناسب انداز میں اعتراض کرنے کو ترجیح دیتا ہے اور اہل حق علماء کو گمراہ اور کافر کہنے تک سے گریز نہیں کرتے، جس سے فتنہ برپا ہوتا ہے۔

ان لوگوں کے اس فتنے کو بند باندھنے کیلئے بادل ناخواستہ قلم اٹھانا پڑتا ہے، ورنہ ملکی اور عالمی حالات اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی صلاحیتیں کہیں اور صرف ہوں۔

ادارہ: الاجماع فاؤنڈیشن

غاية الامانى

مقدمة

الفضل الربانى فى حياة الامام محمد بن الحسن الشيبانى

- مولانا نذير الدين قاسمى

امام، مجتهد، مفسر، محدث، فقيه، ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی (م ۱۸۹ھ) مشہور ثقہ، ضابط، حافظ الحدیث اور بے مثال عالم، لغوی، نحوی، فصیح، ذکی، بلیغ تھے۔ چنانچہ آپ کی توثیق و ثناء درج ذیل ہیں۔

ثقہ اور حدیث میں مقام:

(۱) ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث، امام قاضی ابو یوسف (م ۱۸۲ھ) نے معلی بن منصور (م ۲۱۱ھ) سے کہا:

”ألزمه فإنه أعلم الناس“

محمد بن الحسن کو لازم پکڑو! اس لئے کہ وہ أعلم الناس ہیں (یعنی وہ لوگوں میں سب سے زیادہ قرآن و حدیث کو جاننے والے ہیں)۔ (فضائل ابی حنیفہ لابن ابی العوام: ص ۳۵۳)^۱

اسی طرح ایک اور روایت میں قاضی ابو یوسف (م ۱۸۲ھ) نے امام محمد (م ۱۸۹ھ) کے حافظہ کی تعریف فرمائی ہے۔ (فضائل ابی حنیفہ: ص ۳۵۹-۳۶۰)^۲

^۱ اس روایت کی سند کے تمام روایات ثقہ یا صدوق ہیں۔ فضائل ابی حنیفہ، ثقہ، ثبت امام، حافظ ابن ابی العوام (م ۳۳۵ھ) کی تصنیف ہے، جس کا اقرار ائمہ محدثین کر چکے۔ (مجلہ الاجماع: ش ۲: ص ۵) لہذا اس کا انکار کرنا باطل و مردود ہے۔ اور محمد بن عبد الرحمن بن بکر الطبری کی روایت کو حافظ ذہبی نے حسن کہا ہے۔ (ص: ۱۰۷) لہذا وہ بھی صدوق ہیں اور یہ روایت حسن ہے۔

(۲) مشہور ثقہ، مجتہد، ناصر الحدیث امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کہتے ہیں کہ

”من اهل الصدق في الحديث“

امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) حدیث میں صدوق ہیں۔ (کتاب الام: ج ۳: ص ۲۲۵)

- ایک اور روایت میں امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کہتے ہیں کہ

”ما رأيت اعقل ولا ازهد ولا أفقه ولا اورع ولا احسن نطقا وایرادا من محمد بن الحسن“

میں نے کوئی شخص عقلمندی، پرہیز گاری، نقاہت، تقویٰ اور اچھی گفتگو کرنے میں امام محمد بن حسنؒ جیسا نہیں دیکھا۔ (مناقب ابی حنیفہ وصاحبہ للذہبی: ص ۵۵)³

² ثقہ، امام ابو القاسم، ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) اس روایت کو یوں ذکر کرتے ہیں: قال: سمعت أحمد بن محمد بن سلامة يقول: سمعت أحمد بن أبي عمران يقول: سمعت الطبري يقول: قال إسماعيل ابن حماد بن أبي حنيفة: كان محمد بن الحسن يكر إلى مجالس الحديث، ونكر نحن إلى أبي يوسف، فيجيء محمد وقد مضت المسائل، ونحن نتحدث فيعيد عليه أبو يوسف ما يمضي، فجاء يوماً ونحن نتحدث فسأل أبو يوسف عن مسألة مرت من المناسك فأجاب فيها بخلاف ما مضى، فقال له أبو يوسف: ليس هذا الجواب، فتنازعاً فيها، فقال محمد لأبي يوسف: ليس هذا قوله إلى أن دعا بالكتاب، فإذا الجواب كما قال محمد بن الحسن، فقال أبو يوسف: هكذا يكون الحفظ۔ (ص: ۳۵۹-۳۶۰)

یہ سند حسن ہے۔ امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ)، احمد ابن ابی عمران مشہور ائمہ ثقات میں ہیں، محمد بن عبد الرحمن بن بکر الطبریؒ کی توثیق گزر چکی، اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ (م ۲۱۲ھ) صدوق ہیں، ان کی توثیق مجلہ الاجماع: ش ۱۲: ص ۲۳ پر موجود ہے۔

³ یہ روایت حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۸ھ) نے ابن کاس النخعیؒ (م ۳۲۲ھ) کی کتاب ”تحفة السلطان فی مناقب النعمان“ سے لی ہے۔ اور یہ روایت صحیح اور اس کے تمام رواات ثقہ ہیں۔ اور اس روایت میں موجود ثقہ راوی احمد بن محمد بن سفیان الکوفیؒ

- تیسری روایت میں ہے کہ:

”وقف رجل على الشافعي فسأله عن مسألة فأجابه، فقال له الرجل: يا أبا عبد الله خالفك الفقهاء فقال له الشافعي: وهل رأيت فقيها قط؟ اللهم إلا أن تكون رأيت محمد بن الحسن فإنه كان يملأ العين والقلب، وما رأيت مبدا قط أذكى من محمد بن الحسن، وقال

ابن حبیش: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ يَاسِينَ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ الْمُزْنِيِّ فَوَقَفَ عَلَيْهِ رَجُلٌ فَسَأَلَهُ عَنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ،

فَقَالَ: لَهُ مَا تَقُولُ فِي أَبِي حَنِيفَةَ؟ قَالَ سَيِّدُهُمْ.

قَالَ: فَأَبُو يُوسُفَ؟ قَالَ: أَتَبِعُهُمُ لِلْحَدِيثِ.

قَالَ: فَمُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ؟ قَالَ أَكْثَرُهُمْ تَفْرِيعًا.

قَالَ فَرَفَرُ؟ قَالَ: أَحَدُهُمْ قِيَاسًا“

ایک شخص نے امام شافعیؒ سے ایک مسئلہ معلوم کیا، آپ نے اس کا جواب دیا، اس پر اس شخص نے کہا: ابو عبد اللہ! فقہاء نے آپ کی مخالفت کی ہے، تو امام شافعیؒ نے اس سے کہا: کیا تم نے کبھی کوئی فقیہ دیکھا بھی ہے؟ إلا یہ کہ تم نے محمد بن الحسنؒ کو دیکھا ہو، وہ یقیناً آنکھ اور دل کو بھر دیتے تھے، میں نے کسی فرہ بدن کو محمد بن الحسن سے زیادہ ذکی نہیں دیکھا۔ جعفر بن یاسین کہتے ہیں کہ ایک شخص امام مزنیؒ کے پاس آئے اور ان سے اہل عراق کے بارے میں معلوم کیا،

اس شخص نے کہا: آپ امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

امام مزنیؒ نے کہا: وہ ان کے سردار ہیں، اس نے کہا: اور ابو یوسف؟

امام مزنیؒ نے کہا: وہ ان میں سب سے زیادہ حدیث کے متبع ہیں،

(م ۲۹۷) کے تفرد کی وجہ سے حافظ ذہبیؒ نے اس قول کو منکر کہا ہے۔ لہذا یہ کلام اس قول کے عدم حجت ہونے پر دلالت نہیں کرتا، تفصیل کے لئے دیکھئے ص: ۱۲۸۔

اس نے کہا: اور محمد بن الحسن؟ امام مزنیؒ نے کہا: انہوں نے (اصولوں سے) سب سے زیادہ تفریع کی،

اس نے کہا: اور زفر؟ امام مزنیؒ نے کہا: سب سے تیز قیاس کرنے والے تھے۔ (تاریخ بغداد: ج ۲:

ص ۱۷۳، طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت، تاریخ بغداد بتحقیق شیخ بشار العواد معروف: ج ۲: ص ۵۶۶)^۴

- چوتھی روایت میں فرماتے ہیں کہ:

ما تکلم أحد في الرأي إلا وهو عيان على أهل العراق، وما رأيت مثل محمد بن الحسن-

ہر وہ شخص جو فقہ سے تعلق رکھتا ہے وہ اہل عراق کا محتاج ہے، اور میں نے محمد بن الحسن جیسا نہیں دیکھا۔ (مناقب الشافعی للآبری: ج ۱: ص ۷۸)^۵

- پانچویں روایت میں فرماتے ہیں کہ

”مارأت عينا ي مثل محمد بن الحسن، ولم تلد النساء في زمانه مثله“

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) نے فرمایا: میری آنکھوں نے محمد بن الحسنؒ جیسا نہیں دیکھا، اور نہ عورتوں نے ان جیسا ان کے زمانے میں پیدا کیا۔ (مناقب الشافعی للبيهقي: ج ۱: ص ۱۶۱)^۶

- چھٹی روایت میں فرماتے ہیں کہ

”كتب الشافعي إلى محمد بن الحسن وقد طلب منه كتبه لينسخها فأخبرها عنه فكتب إليه قل لمن لم تر عين من رآه مثله-----“

^۴ یہ روایت حسن ہے۔ دیکھئے (ص: ۹۰)

^۵ اس روایت کے تمام رواۃ صدوق ہیں۔ لہذا روایت حسن ہے۔ دیکھئے (ص: ۹۱)

^۶ یہ روایت حسن ہے۔ دیکھئے (ص: ۹۲)

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کہتے ہیں کہ: کہہ دو امام محمد بن حسنؒ سے، جن کو دیکھنے والوں کی آنکھ نے ان جیسا نہیں دیکھا۔ (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ: ص ۱۲۷)⁷

- ساتویں روایت میں فرماتے ہیں کہ

”ما رأیت اعلم بکتاب اللہ من محمد کأنہ علیہ نزل“

میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو امام محمدؒ سے زیادہ کتاب اللہ کا علم رکھتا ہو، (اور امام محمدؒ قرآن کا علم اتنا زیادہ رکھتے تھے کہ) گویا قرآن اترا ہی آپ پر ہے۔

(فضائل ابی حنیفہ اخبارہ و مناقبہ لابن ابی العوام: ص ۳۵۰)⁸

- آٹویں روایت میں کہتے ہیں کہ

”ما رأیت أعدل من محمد بن الحسن“

میں نے امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) سے زیادہ عقلمند کسی کو نہیں دیکھا۔ (تاریخ بغداد: ج ۲: ص ۱۷۲، طبع دار کتب العلمیۃ، بیروت، اور تاریخ بغداد بتحقیق شیخ بشار العواد معروف: ج ۲: ص ۵۶۵)⁹

- اسی طرح ایک اور روایت میں امام صاحبؒ کہتے ہیں کہ

”عَنِ الشَّافِعِيِّ، قَالَ: ... وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، جَيِّدَ الْمَنْزِلَةِ“

امام محمدؒ کا علمی مقام بہت خوب تھا۔ (آداب الشافعی و مناقبہ لابن ابی حاتم: ص ۲۶)¹⁰

⁷ یہ روایت بھی حسن ہے۔ دیکھئے (ص: ۹۴)

⁸ یہ روایت حسن ہے۔ دیکھئے (ص: ۱۰۷)

⁹ اس روایت کے تمام روایات ثقہ ہیں۔ (ص: ۱۱۳)

- دسویں روایت میں امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ

”لم یزل محمد بن الحسن عندی عظیمًا جلیلًا“

امام محمد بن الحسنؒ میرے نزدیک برابر ایک عظیم اور جلیل القدر شخص تھے۔ (مناقب الشافعی للبیہقی ج: ۱ ص: ۱۱۷)¹¹

- ایک اور صحیح روایت میں امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کا قول موجود ہے کہ

”أمن الناس علي في الفقه محمد بن الحسن“

فقہ (سکھانے) میں سب سے زیادہ مجھ پر احسان امام محمد بن حسنؒ کا ہے۔ (تاریخ بغداد: ج ۲ ص: ۱۷۳، طبع دار کتب العلمیۃ، بیروت، اور تاریخ بغداد بتحقیق شیخ بشار العواد معروف: ج ۲ ص: ۵۶۷)¹²

یہی وجہ ہے کہ امام ابن الفراتؒ (م ۵۰۷ھ) اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

”وكان الشافعي رضي الله عنه يثنى على محمد بن الحسن، ويفضله، وقد تواتر عنه بالفاظ مختلفة“

امام شافعیؒ نے امام محمد بن حسنؒ کی تعریف کی ہے، اور آپ کی فضیلت کو تسلیم کیا ہے، امام شافعیؒ سے بالتواتر آپ کی تعریف اور فضیلت میں مختلف الفاظ منقول ہیں۔ (بحوالہ شذرات الذهب: ۱/۳۲۳)

حافظ الدین امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) امام محمدؒ کے تذکرے میں ارقام فرماتے ہیں

¹⁰ یہ روایت حسن ہے۔ (ص: ۱۱۱)

¹¹ یہ روایت بھی متابعت کی وجہ سے حسن ہے۔ (ص: ۱۱۳)

¹² دیکھئے ص: ۱۱۳۔

”وكان الشافعي يعظمه في العلم“

امام شافعیؒ نے علم (حدیث وغیرہ) میں امام محمدؒ کی عظمتِ شان کو تسلیم کیا ہے۔ (تعجیل المنفعة: ص ۴۰۹)

حافظ المغرب ابن عبد البر المالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ :

”وكان الشافعي يثنى على محمد بن الحسن ويفضله، ويقول: ما رأيت قط سميًا اعقل منه، قال وكان افصح الناس، كان اذا تكلم خيل الى سامعه ان القرآن نزل بلغته، وقال الشافعي: كتبت عن محمد بن الحسن وقرعير“

امام شافعیؒ نے امام محمد بن حسنؒ کی تعریف کی ہے، اور آپ کی فضیلت کو بیان کیا ہے، امام شافعیؒ فرماتے تھے میں نے کبھی بھی کوئی جسیم شخص امام محمدؒ سے زیادہ عقل مند نہیں دیکھا، اور فرمایا کہ امام محمدؒ لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح تھے، جب آپ بات کرتے تو سننے والے کو یوں محسوس ہوتا کہ قرآن آپ ہی کی زبان میں اترتا ہے، امام شافعیؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے امام محمد بن حسنؒ سے ایک بار شتر کے برابر علم لکھا تھا۔ (الانقضاء: ص ۱۷۴، ۱۷۵)

امام شافعیؒ نے امام محمدؒ سے روایت بھی لی ہے:

- خود امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ

”کتبت عن محمد بن الحسن وقر حمل“

میں نے امام محمد بن الحسنؒ سے ایک اوٹ پر لادے جانے کے بقدر (روایات اور علم کی کتابیں) لکھی ہیں۔ (مناقب الشافعی للآبری: ص ۷۶) ¹³

¹³ یہ روایت حسن ہے۔ دیکھئے (ص: ۱۱۱)

- ایک جگہ ان کا ارشاد ہے کہ

”حملت عن محمد بن الحسن [حمل] بختی لیس علیہ إلا سماعی“

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد بن الحسنؒ سے ایک بختی اوٹ کے بقدر علم حاصل کیا، جس کو میں نے خود ان سے سنا تھا۔ (مناقب الشافعی للآبری: ص ۷۸) ¹⁴

- ایک اور روایت میں امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ

”ما رأیت أحدًا قط إذا تكلم رأیت القرآن نزل بلغته إلا محمد بن الحسن فإنه كان إذا تكلم رأیت القرآن نزل بلغته ولقد كتبت عنه حمل بعير ذكر وإنما قلت ذكر لأنه بلغني أنه يحمل أكثر مما تحمل الأنثى“

میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ جب وہ بات کرے تو مجھے ایسا محسوس ہو کہ قرآن اس کی زبان میں نازل ہوا ہے، سوائے محمد بن الحسنؒ کے، کیونکہ جب وہ بات کرتے تھے تو مجھے ایسا ایسا لگتا کہ قرآن ان کی زبان میں نازل ہوا ہے، اور میں نے ان سے ایک نر اونٹ کے (وزن اٹھانے کے) بقدر علم حاصل کیا ہے، اور میں نے نر اونٹ اس لئے کہا کیوں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اونٹنی سے زیادہ وزن اٹھاتا ہے۔ (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ: ص ۱۲۸) ¹⁵

اور ائمہ اسلاف و محدثین نے بھی صراحت کی ہے کہ امام شافعیؒ نے امام محمدؒ سے روایت لی ہے۔ چنانچہ محدث ناقد حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے تصریح کی ہے کہ:

”وأما الشافعي رحمه الله فاحتج بمحمد بن الحسن في الحديث“

¹⁴ یہ روایت حسن ہے۔ دیکھئے (ص: ۱۰۹)

¹⁵ یہ روایت حسن ہے۔ دیکھئے (ص: ۱۱۰)

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) نے حدیث میں امام محمد بن حسنؒ سے حجت پکڑی ہے۔ (مناقب ابی حنیفہ وصاحبہ: ص ۵۵، تاریخ الاسلام: ۹۵۶/۴)

نیز حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ)، حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ)، حافظ ابن عبد البہادیؒ (م ۷۴۴ھ)، حافظ عبد القادر القرشیؒ (م ۷۵۵ھ)، حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ)، حافظ ابن عبد البرؒ (م ۷۶۳ھ)، حافظ خطیب بغدادیؒ (م ۷۶۳ھ)، امام ابو سعد سمعانیؒ (م ۷۶۲ھ)، حافظ ابن الجوزیؒ (م ۷۹۷ھ)، حافظ ابو القاسم عبد لکریم الراعیؒ (م ۷۲۳ھ)، امام ابن خلکانؒ (م ۷۸۱ھ)، حافظ ابن الاثیرؒ (م ۷۳۰ھ)، محدث ابن الفراتؒ (م ۸۰۷ھ) اور امام ابن العماد حنبلیؒ (م ۸۰۸ھ) وغیرہ نے بھی تصریح کی ہے کہ امام شافعیؒ نے امام محمدؒ سے اخذِ علم کیا تھا، اور انہوں نے آپ سے فقہ اور حدیث کی روایت کی ہے۔

اور امام محمدؒ (م ۸۹ھ) کی بعض احادیث امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کی ”مسند“ میں بھی موجود ہیں۔ دیکھئے (ص: ۶۲-۶۳)

اور امام ابو عبد اللہ الشافعیؒ (م ۲۰۴ھ) صرف ثقہ سے ہی روایت کرتے ہیں۔ جیسا کہ سلفی شیخ ابو الحسن السیلمانی اور سلفی عالم ابو عمرو الوصابی غیرہ نے ثابت کیا ہے۔ (الاتحاف النبیل: ج ۲: ص ۱۱۱، دراسات حدیثیہ متعلقہ بمن لایروی الا عن ثقہ: ص ۳۲۱)

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام محمدؒ (م ۸۹ھ) امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کے نزدیک صدوق، بلکہ ثقہ ہیں۔ والحمد للہ

(۳) ثقہ، حافظ، قاضی، ابو عبد اللہ محمد بن سماعہؒ (م ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ

”محمد بن الحسن والحسن بن زیاد وھما فقیھا الدنیا“

امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) اور امام حسن بن زیادؒ (م ۲۰۴ھ) (پوری) دنیا کے فقیہ ہیں۔ (فضائل ابی حنیفہ : ص ۳۵۶) 16

(۴) ثقہ، امام، اسد بن فراتؒ (م ۲۱۳ھ) کے نزدیک بھی امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) صدوق ثابت ہوئے ہیں۔ (فضائل ابی حنیفہ: ص ۳۲۳) 17

16 ثقہ، حافظ ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) اس کی سند یوں ذکر کرتے ہیں: قال أبو جعفر: وقال أبو خازم في حديثه: قال بكر: قال ابن سماعة --- (ص: ۳۵۶)، یہ سند حسن ہے اور اس کے تمام رواات توثیق ص: ۳۹ پر موجود ہے۔

17 ثبت، حافظ ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) اس روایت کو یوں ذکر کرتے ہیں: ثنا أحمد بن محمد بن محمد بن سلامة قال: كتب إلي ابن أبي ثور، وقال: سمعته من سليمان بن عمران، عن أسد بن الفرات، عن محمد بن الحسن، عن أسد بن عمرو، عن أبي حنيفة في أكل لحم العقق قال: لا بأس به، قال أسد بن الفرات: ثم سألت أسد بن عمرو فحدثني به عن أبي حنيفة۔ (ص: ۳۲۳)۔

یہ سند حسن ہے، امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ)، اسد بن الفراتؒ (م ۲۱۳ھ) مشہور ائمہ ثقات میں سے ہیں۔ ابوالریج سلیمان بن عمران الافریقیؒ (م ۲۷۰ھ) مشہور قاضی الافریقہ، عادل، صاحب فضیلت اور درست بات کرنے والے یعنی صدوق ہیں۔ (الدباج المذهب: ج ۱: ص ۳۷۶، شجرة النور الزكية في طبقات المالكية: ج ۱: ص ۱۰۶)۔

اسی طرح ابن ابی ثورؒ سے مراد ابو العباس محمد بن عبد اللہ بن حمدون ابن ابی ثور الرعیؒ (م ۲۹۹ھ) ہے، جو کہ افریقہ کے قاضی، مذہب حنفی کے امام، عالم، فقیہ اور عربی کے فاضل تھے۔ (سلم الوصول: ج ۳: ص ۱۵۹، تاج التراجم: ص ۲۶۳، الجواهر المضیة: ج ۲: ص ۶۶)۔ لہذا ابن ابی ثورؒ بھی صدوق ہیں۔

نوٹ: فضائل ابی حنیفہ لابن ابی العوام کے مطبوعہ نسخہ میں 'کتب إلي ابن أبي ثور' کے بجائے 'ناولني عيسى بن روح' آگیا ہے۔ جو کہ کاتب کی غلطی ہے۔ کیونکہ اسی کتاب میں باقی تمام مقامات پر امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) اور سلیمان بن عمران الافریقیؒ (م ۲۷۰ھ) کے درمیان ابن ابی ثورؒ (م ۲۹۹ھ) ہی موجود ہے۔ نیز ائمہ نے صراحت بھی کی ہے۔ ابن ابی ثورؒ (م ۲۹۹ھ) نے سلیمان بن عمران الافریقیؒ (م ۲۷۰ھ) سے روایت لی ہے اور ان سے امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) نے روایت لی ہے۔ (تاریخ مصر لابن یونس: ج ۲: ص ۲۱۲)۔ لہذا صحیح 'کتب إلي ابن أبي ثور' ہی ہے۔ واللہ اعلم

(۵) امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۴۳ھ) نے ان سے روایت لی ہے۔ چنانچہ وہ خود کہتے ہیں کہ

”کتبت الجامع الصغیر عن محمد بن الحسن“

میں نے امام محمدؒ سے ”الجامع الصغیر“ لکھی۔ (فضائل ابی حنیفہ: ص ۳۵۰)

اور ائمہ جرح و تعدیل مثلاً حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) اور حافظ قاسم ابن قطلوبغاؒ (م ۷۹۷ھ) وغیرہ نے بھی تصریح کی ہے کہ امام یحییٰ بن معینؒ نے امام محمدؒ سے روایات لکھی ہیں۔ (مناقب ابی حنیفہ وصاحبہ: ص ۵۰، تاج التراجم: ص ۱۵۹)

اور امام یحییٰ بن معینؒ اپنے نزدیک صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے، جس کا اقرار غیر مقلدین کر چکے ہیں۔ (مقالات زمیر علی زئی: ج ۱: ص ۴۴۹)

لہذا امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۴۳ھ) کے نزدیک بھی امام محمدؒ ثقہ ہیں۔¹⁸

(۶) ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث، خالد بن عبد اللہ الواسطیؒ (م ۱۸۲ھ) امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے اور ان کی تعظیم کرتے۔ (فضائل ابی حنیفہ: ص ۳۵۱-۳۵۲)¹⁹

¹⁸ دیکھئے ص: ۱۳۳۔

¹⁹ امام ابو القاسم ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) اس روایت کو یوں ذکر کرتے ہیں: قال: حدثني أحمد بن محمد بن سلامة قال: سمعت إبراهيم بن أبي داود يقول: سمعت يحيى بن صالح الوحاظي يقول: حججت مع محمد بن الحسن، فلما كنا بمنى رأيت خالد بن عبد الله، فكنيت في مجلسه فازدحم عليه أصحاب الحديث حتى آذوه، فقال: عسى لو سئل هؤلاء عن مسألة من الفقهاء عرفوا الجواب فيها، فقلت له: أصلحك الله فسلهم، عسى أن يكون فيهم من ليس كذلك، فسأل عن مسألة، فأجبتة أنا فيها فاستحسن جوابي، وقال لي: ممن تعلمت هذا، فقلت: من محمد بن الحسن، وهو حاج معك، قال: فقال لي: إذا فرغنا فامض بي إلى مضر به حتى أسلم عليه، فلما فرغنا مضيت معه إلى محمد بن الحسن، فلما رآه محمد قام إليه وأعظمه۔ (ص: ۳۵۱-۳۵۲)، یہ سند حسن ہے اور اس کے تمام روایات مشہور ائمہ ثقات ہیں۔

(۷) صدوق، حافظ الحدیث، امام یحییٰ بن صالح الوحاظیؒ (م ۲۲۲ھ) کہتے ہیں کہ

”محمد بن الحسن أفقه نفساً منه“

فی نفسہ امام محمدؒ، امام مالکؒ سے بھی زیادہ مضبوط فقیہ ہیں۔ (تاریخ بغداد: ج ۲: ص ۱۷۳، طبع دارالکتب العلمیۃ، بیروت، تاریخ بغداد بتحقیق شیخ بشار العواد معروف: ج ۲: ص ۵۶۵)²⁰

(۸) امام العلیل، حافظ علی بن المدینیؒ (م ۲۳۴ھ) فرماتے ہیں کہ

”محمد بن الحسن صدوق“

امام محمد صدوق ہیں۔ (تاریخ بغداد: ج ۲: ص ۱۷۸، طبع دارالکتب العلمیۃ، بیروت)²¹

(۹) مشہور ثقہ، امام ابو عبید، قاسم بن سلامؒ (م ۲۲۴ھ) فرماتے ہیں کہ

”ما رأیت اعلم بکتاب اللہ من محمد بن الحسن“

میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو امام محمد بن حسنؒ سے بڑھ کر کتاب اللہ (قرآن کریم) کا عالم ہو۔ (تاریخ بغداد: ج ۲: ص ۱۷۲)²²

(۱۰) امام اہل السنۃ، امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کے صاحبزادے ثقہ، حافظ، امام عبد اللہ بن احمدؒ (م ۲۹۰ھ) کہتے ہیں کہ

²⁰ یہ روایت حسن ہے۔ دیکھئے (ص: ۹۶)

²¹ یہ روایت حسن ہے۔ ضعیف راوی کے مقابلے میں، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے عبد اللہ بن علی بن المدینیؒ کی روایت ترجیح دی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے (ص: ۱۳۴)، لہذا ثقہ راوی کی روایت نہ ہونے کی صورت میں عبد اللہ بن علی بن المدینیؒ کی روایت کو ترجیح حاصل ہوگی۔

²² یہ روایت متناً صحیح ہے۔ دیکھئے (ص: ۱۰۶)

”کتب ابی عن ابی یوسف و محمد ثلاثہ قماطر، قلت له کان ينظر فيها، قال کان ربما ينظر فيها“

میرے والد امام احمدؒ (م ۲۴۱ھ) نے امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بن حسنؒ سے تین قماطر (بڑے تھیلے) علم کے لکھے تھے، (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے امام عبداللہؒ سے پوچھا کہ: کیا آپ کے والد اُن کا مطالعہ بھی کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، بسا اوقات اُن کا مطالعہ بھی کیا کرتے تھے۔ (تاریخ بغداد: ج ۳: ص ۲۲۵)

شیخ عبدالرحمن الیمانی المعلیٰ غیر مقلد (م ۱۳۸۶ھ) اس قول کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”فالظاهر انه كتب عنهما مما يرويانہ من الآثار“

اس قول سے ظاہر یہی ہے کہ امام احمدؒ نے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے ان دونوں کی احادیث لکھی تھیں۔ (التکمیل: ۱/۱۶۵)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) نے امام محمدؒ سے روایت لی ہے۔ اور یہی بات حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۷۹۷ھ) نے بھی کہی ہے۔

اور امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) اپنے نزدیک صرف ثقہ سے روایت لیتے تھے۔

لہذا امام محمدؒ (م ۲۴۱ھ)، امام احمدؒ کے نزدیک ثقہ ہیں۔²³

- نیز ایک روایت میں امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ دقیق مسائل کہاں سے حاصل کئے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا:

”من کتب محمد بن الحسن“

²³ تفصیل کے لئے دیکھئے ص: ۱۳۱۔

کہ امام محمد بن حسنؒ کی کتابوں سے۔ (تاریخ بغداد: ج ۲: ص ۱۷۴)

معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ (م ۲۴۱ھ)، امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کی کتابوں کا بھی مطالعہ کرتے تھے۔

(۱۱) صدوق، امام اسماعیل بن توبہ القزوينیؒ (م ۲۴۲ھ) نے کہا:

”امام المسلمین محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ“۔ (بغیۃ الطلب: ج ۱۰: ص

۴۳۴۹)

(۱۲) امام الائمہ، امام ابو بکر ابن خزیمہؒ (م ۱۱۳ھ) نے امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کو ”أَيُّمَةُ الدِّينِ، أَرْبَابُ الْمَذَاهِبِ“ میں شمار

کیا ہے۔ (احادیث فی ذم الکلام: ص ۱۰۰) ²⁴

(۱۳) ثقہ، فقیہ امام احمد بن کامل القاضیؒ (م ۵۰۳ھ) فرماتے ہیں کہ

”أبو عبد الله محمد بن الحسن صاحب أبي حنيفة مولى لبني شيان وكان موصوفاً بالكمال وكانت منزلته في كثرة الرواية والرأي والتصنيف لفنون علوم الحلال والحرام منزلة رفيعة يعظمه أصحابه جداً“

امام ابو عبد اللہ محمد بن حسنؒ صاحب ابی حنیفہ (م ۱۸۹ھ) بنو شیبان قبیلہ کے مولیٰ تھے، آپ فضل و کمال کے ساتھ موصوف تھے، اور آپ حدیث اور فقہ کو کثرت سے روایت کرنے، اور حلال و حرام کے علوم میں مختلف کتابیں تصنیف کرنے میں بہت بڑا مقام رکھتے تھے، اور آپ کے تلامذہ (امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ) آپ کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ: ص ۱۲۵)

(۱۴) امام ابو بکر جصاص الرازیؒ (م ۷۰۳ھ) نے آپ کو امام مالکؒ (م ۷۱۱ھ) کے ”الاصحاب الثقات“ میں شمار کیا ہے۔ ²⁵

²⁴ اس کی سند حسن ہے۔

(۱۵) ثقہ حافظ امیر المومنین فی الحدیث، امام ابو الحسن الدار قطنیؒ (م ۸۵ھ) نے اپنے کتاب ”غرائب مالک“ میں امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کو ثقہ، حافظ الحدیث قرار دیا ہے۔

- نیز ایک اور روایت میں کہتے ہیں کہ

”وعندی لا يستحق الترك“

امام محمدؒ میرے نزدیک (روایت حدیث میں) ترک کر دینے کے مستحق نہیں ہیں، یعنی آپؐ مقبول الروایۃ ہیں۔²⁶

²⁵ امام ابو بکر جصاصؒ (م ۷۰۳ھ) ایک روایت کے تحت کہتے ہیں کہ

”لأن أصحاب مالك الثقات كلهم يروونه موقوفاً على ابن عمر رضي الله عنهما من قوله، غير مرفوع إلى النبي صلى الله عليه وسلم“

اس لئے اس روایت کو تمام کے تمام ثقہ اصحاب مالک نے امام مالکؒ سے موقوفاً ابن عمرؓ کے قول کی صورت میں روایت کیا ہے، نہ کہ مرفوعاً۔ (شرح مختصر الطحاوی للجصاص: ج ۱: ص ۳۹۷)

غور فرمائے! امام جصاصؒ نے کہا کہ تمام کے تمام ثقہ اصحاب مالک نے اس روایت کو امام مالکؒ سے موقوفاً روایت کیا ہے۔

اور اگرچہ دوسری طریق سے ہی مگر امام محمدؒ نے بھی اس حدیث کو امام مالکؒ (م ۱۸۹ھ) سے معنی موقوفاً ہی نقل کیا ہے۔ (موطا امام محمد: حدیث نمبر ۱۲)

نیز امام مالکؒ (م ۱۸۹ھ) سے امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) نے بھی مکمل موطا روایت کی ہے اور آپؐ امام مالکؒ کے قدیم شاگردوں میں سے ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ص: ۵۱-۵۳۔

معلوم ہوا کہ امام ابو بکر جصاصؒ (م ۷۰۳ھ) کے نزدیک امام محمدؒ ثقہ اصحاب مالک میں شمار ہوتے ہیں۔

²⁶ تفصیل کے لئے دیکھئے ص: ۱۳۸۔

(۱۶) مشہور، ثقہ، حافظ الحدیث، شیخ المحدثین، صاحب المستدرک، امام ابو عبد اللہ الحاکم الصغیرؒ (م ۴۰۵ھ) کے نزدیک بھی امام محمدؒ (م ۲۸۹ھ) ثقہ، فقیہ، اور ائمہ المسلمین میں سے ہیں۔²⁷

(۱۷) ثقہ، حافظ، امام ابو بکر البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) کے نزدیک بھی امام محمدؒ (م ۲۸۹ھ) صدوق، فقیہ، اور اکابر فقہاء میں سے ہیں۔²⁸

(۱۸) ثبت، حافظ المغرب، امام ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ) نے آپؐ کو فقیہ، عالم اور حافظ الحدیث قرار دیا ہے۔²⁹

(۱۹) مشہور امام، حجت، شمس الائمۃ، ابو بکر السرخسیؒ (م ۴۸۳ھ) فرماتے ہیں کہ

”محمد موثق بہ فیما یروی“

امام محمدؒ (م ۲۸۹ھ) روایت کرنے میں ثقہ ہیں۔ (المبسوط للسرخسی: ج ۳۰: ص ۲۸۲)

(۲۰) صدوق، امام عبد الکریم شہرستانیؒ (م ۵۴۸ھ) نے آپؐ کو ائمہ حدیث میں شمار کیا ہے۔³⁰

(۲۱) مشہور شیخ، الواعظ الکبیر یحییٰ بن ابراہیم السلماسیؒ (م ۵۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ

”وکتب الحدیث، وکان فقیہا عالما شہما نبیلا“

امام محمدؒ نے حدیث لکھی اور آپؐ فقیہ عالم سمجھدار اور معزز شخص تھے۔ (منازل الائمۃ الاربعۃ ۸۸)

²⁷ دیکھئے ص: ۱۴۳۔

²⁸ دیکھئے ص: ۱۴۶۔

²⁹ دیکھئے ص: ۱۴۷۔

³⁰ دیکھئے ص: ۱۴۹۔

(۲۲) امام ابوسعید عبدالکریم السمعانی (م ۵۶۲ھ) نے امام محمد (م ۱۸۹ھ) کو ”الامام الربانی“ کہا ہے، جو کہ ان کے صدوق ہونے پر دلالت کرتا ہے۔³¹

(۲۳) حافظ الشام، امام ابوالقاسم ثقفی الدین ابن عساکر (م ۷۱۵ھ) کے نزدیک بھی امام محمد میں کوئی حرج نہیں اور آپ ضابط ہیں۔³²

(۲۴) حافظ سبط ابن الجوزی (م ۶۵۴ھ) نے کہا:

”وكان محمد إماماً في جميع العلوم“

امام محمد (م ۱۸۹ھ) تمام علوم الاسلامیہ میں امام تھے۔ (مرآة الزمان: ج ۱۳: ص ۱۳۰)

(۲۵) امام علی بن انجب (م ۶۷۴ھ) کہتے ہیں کہ

”امام عالم، کبیر القدر، شائع الذکر“

امام، عالم، بڑی شان والے اور مشہور ہیں۔ (الدر الثمین فی اسماء المصنفین: ص ۱۵۹)

(۲۶) حافظ ابن عبدالہادی (م ۴۴۴ھ) کہتے ہیں کہ

”والقاضی الامام العلامة فقیہ العراق ابو عبد اللہ محمد بن الحسن الشیبانی احد

شیوخ الامام الشافعی“۔ (مناقب الائمة الاربعة: ص ۶۰)

(۲۷) حافظ ذہبی (م ۴۸۸ھ) فرماتے ہیں کہ

³¹ دیکھئے (ص: ۱۵۰)۔

³² دیکھئے (ص: ۱۳۹)۔

”محمد بن الحسن بن فرقہ، العلامة، فقیہ العراق“۔

- نیز ایک اور جگہ کہا کہ

”وكان مع تبحره في الفقه يضرب بدكائه المثل“

آپ فقہ میں تبحر رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنی ذکاوت (ذہانت) میں بھی ضرب المثل تھے۔

- اور حافظ ذہبیؒ نے آپؒ کو فقیہ، علامہ، اہل عراق کے مفتی، احد الاعلام، امام، مجتہد قرار دیا ہے۔

- اسی طرح انہوں نے آپ کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ : امام اور مجتہد تھے، اور آپ کا

شمار انتہائی ذہین اور فصیح لوگوں میں ہوتا ہے۔ نیز آپؒ کو ہدایت یافتہ ائمہ میں بھی شمار کیا ہے۔

- اور آپ کے متعلق یہ بھی لکھتے ہیں کہ :

”وكان رحمة الله آية في الذكاء، ذاعقل تام، وسودد، وكثرة تلاوة القرآن“

امام محمدؒ، دانائی میں ایک نشانی تھے، اور آپ انتہائی عقل مند، سردار اور قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کرنے والے تھے۔

- ایک مقام پر لکھا کہ

”وقال من الجاه والحشمة ما لا يزيد عليه“

امام محمدؒ نے وہ عزت اور شان و شوکت پائی ہے کہ اس سے زیادہ ناممکن ہے۔

- امام موصوفؒ نے آپ کے بارے میں یہ بھی تصریح کی ہے کہ :

”يروى عن مالك بن انس وغيره، وكان من بحور العلم والفقه قويا في مالک“

امام محمدؒ نے امام مالک بن انس اور دیگر محدثین سے روایت حدیث کی ہے، اور آپ علم (کتاب و سنت) اور فقہ کے سمندر تھے، اور امام مالکؒ سے روایت کرنے میں قوی (مضبوط) تھے۔ (لسان المیزان: ۱۲۸، ۱۲۷/۵)

اسی طرح ان کی غیر مالک والی روایت کو حسن کہا ہے۔

یعنی خلاصہ یہ کہ حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۰ھ) کے نزدیک امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) مالک اور غیر مالک دونوں کی روایتوں میں قوی ہیں۔³³

(۲۸) امام، حافظ الحدیث جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلیؒ (م ۶۲۰ھ) نے آپؒ کی روایت کے بارے میں لکھا ہے:

”اثر جید“

کہ یہ اثر (کی سند) جید ہے۔

(۲۹) امام صلاح الدین صفدیؒ (م ۶۴۰ھ) کہتے ہیں کہ

”وكان اماما مجتهدا من الاذكياء الفصحاء“

امام محمدؒ، امام اور مجتہد تھے، اور آپ کا شمار ذہین اور فصیح لوگوں میں ہوتا ہے۔³⁴

(۳۰) امام اسعد الدین الیافعیؒ (م ۶۸۸ھ) نے کہا:

”قاضي القضاة وفقه العصر“۔ (مرآة الزمان: ج ۱: ص ۳۲۶)

³³ تفصیل کے لئے دیکھئے ص: ۱۵۴-۱۵۶۔

³⁴ دیکھئے ص: ۱۶۲۔

(۳۱) امام شمس الدین محمد بن عبد الرحیم ابن الفرات المصری (م ۸۰۷ھ) نے کہا کہ

”محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی الامام الربانی صاحب ابی حنیفہ...“³⁵

(۳۲) حافظ نور الدین ہاشمی (م ۸۰۷ھ) امام محمدؐ کی ایک روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”رواہ الطبرانی فی الاوسط والكبير، واسناد الكبير حسن“

اس حدیث کو طبرانی نے ”المعجم الاوسط“ اور ”المعجم الكبير“ میں روایت کیا ہے، اور المعجم الكبير کی سند حسن ہے۔

حافظ ہاشمی (م ۸۰۷ھ) ”المعجم الكبير“ کی جس حدیث کی سند کو حسن قرار دے رہے ہیں، اس سند کے ایک راوی امام محمد بن حسنؒ بھی ہیں۔

معلوم ہوا کہ امام ہاشمی (م ۸۰۷ھ) کے نزدیک امام محمدؒ حسن الحدیث اور صدوق ہیں۔³⁶

(۳۳) مشہور حافظ، امام، مقرئ شمس الدین الجزری (م ۸۳۳ھ) نے کہا کہ

”الإمام الكبير فقيه زمانه“۔ (مناقب الاسد الغالب: ص ۷۰)

(۳۴) مشہور، امام، امیر المومنین فی الحدیث، حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے امام محمدؒ کی کئی روایات

کی تصحیح فرمائی، جس سے امام محمدؒ (م ۸۹ھ) کا، ان کے نزدیک صدوق ہونا واضح ہے۔³⁷

(۳۵) امام، محدث عینی (م ۸۵۵ھ) نے امام محمدؒ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (نخب الافکار: ج ۱۶: ص ۳۷)

³⁵ دیکھئے ص: ۱۶۳۔

³⁶ دیکھئے ص: ۱۶۰۔

³⁷ دیکھئے ص: ۱۶۵۔

(۳۶) ثقہ، حافظ الحدیث، امام قاسم بن قطلوبغا (م ۷۹۹ھ) نے کہا:

”الإمام الرباني الإمام الجليل العالم العلامة المجتهد **الحجة** البالغة محمد بن الحسن بن فرقد الشيباني رحمه الله تعالى صاحب الإمام أبي حنيفة النعمان رحمه الله تعالى“۔

ایک اور مقام پر کہا:

”الشيخ الإمام العلامة **الحجة** محمد بن الحسن الشيباني“۔ (مخطوطه مناقب ابو حنيفة واصحابه للقاسم: ص: ۹۴، ۱۰۵)

(۳۷) امام يوسف بن تيزي (م ۷۷۳ھ) نے کہا:

”الفقيه العلامة شيخ الإسلام وأحد العلماء الأعلام مفتي العراقين۔۔۔۔۔ وكان إماماً فقيهاً محدثاً مجتهداً ذكياً، انتهت إليه رئاسة العلم في زمانه بعد موت أبي يوسف“۔ (النجوم الزاهرة: ج ۲: ص ۱۳۰-۱۳۱)

(۳۸) حافظ محمد بن يوسف صالحی (م ۹۳۳ھ) نے امام محمد گوٹقہ کہا ہے۔ (عقود الجمان: ص ۶۲)

(۳۹) امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمن ابن الغزلی شافعی (م ۱۱۶۷ھ) نے کہا:

”الإمام، البحر، البحر، المجتهد، الحنفی، صاحب المؤلفات الكثيرة“۔ (ديوان الاسلام: ۱۳۶/۴)

(۴۰) شیخ ابو الفیض، محمد المکی (م ۱۲۱۱ھ) نے کہا:

”الإمام الحجة أبي عبد الله محمد بن الحسن الشيباني“۔ (العجالة: ص ۳۸)

(۴۱) شیخ محمد یعقوبی نے بھی امام محمد گوٹقہ کہا ہے۔ (تحریر احادیث الاختیار: ص ۱۵۴، ت یعقوبی)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ فقہ و حدیث میں امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) ائمہ و علماء کے نزدیک ثقہ، ضابطہ، حافظ الحدیث، فقیہ اور حجت ہیں۔

تفسیر اور علوم القرآن میں مقام:

(۱) حافظ الحدیث، امام قاضی ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) نے معلی بن منصورؒ (م ۱۱۱ھ) سے کہا:

”ألزمه فإنه أعلم الناس“

محمد بن الحسنؒ کو لازم پکڑو! اس لئے کہ وہ أعلم الناس ہیں (یعنی وہ لوگوں میں سب سے زیادہ قرآن و حدیث کو جاننے والے ہیں)۔ (فضائل ابی حنیفہ لابن ابی العوام: ص ۳۵۳)

(۲) امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) نے کہا:

”ما رأيت أعلم بكتاب الله من محمد كأنه عليه نزل“

میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو امام محمدؒ سے زیادہ کتاب اللہ کا علم رکھتا ہو، (امام محمدؒ قرآن کا علم اتنا زیادہ رکھتے تھے کہ) گویا قرآن اترا ہی آپ پر ہے۔ دیکھئے (ص: ۱۰۷)

(۳) مشہور ثقہ، امام ابو عبید، قاسم بن سلامؒ (م ۲۲۴ھ) نے کہا:

”ما رأيت أعلم بكتاب الله من محمد بن الحسن“

میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو امام محمد بن حسنؒ سے بڑھ کر کتاب اللہ (قرآن کریم) کا عالم ہو۔ دیکھئے (ص: ۱۰۶)

(۴) حافظ سبط ابن الجوزیؒ (م ۶۵۴ھ) نے کہا:

”وكان محمدًا إمامًا في جميع العلوم“

امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) تمام علوم الاسلامیہ میں امام تھے۔ (مرآۃ الزمان: ج ۱۳: ص ۱۳۰)

(۵) امام ذہبیؒ (م ۴۸۵ھ) نے کہا کہ :

”یروی عن مالک بن انس وغیرہ، وکان من بحور العلم والفقہ قویا فی مالک“

امام محمدؒ نے امام مالک بن انس اور دیگر محدثین سے روایت حدیث کی ہے، اور آپ (کتاب وسنت کے) علم اور فقہ کے سمندر تھے، اور امام مالکؒ سے روایت کرنے میں قوی (مضبوط) تھے۔ (لسان المیزان: ۵/۱۲۷، ۱۲۸)

معلوم ہوا کہ تفسیر اور علوم القرآن میں بھی امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) امام تھے۔

ذہانت اور حفظ میں مقام:

(۱) قاضی ابویوسفؒ (م ۱۸۲ھ) نے امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کے حافظہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا: کہ

”ہکذا یكون الحفظ“

حافظہ اسی طرح (قوی) ہونا چاہیے۔ (فضائل ابی حنیفہ: ص ۳۵۹-۳۶۰)

(۲) امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) نے کہا:

”وما رأیت مبدا قط اذکی من محمد بن الحسن“

میں نے کوئی بھی جسیم شخص امام محمد بن حسنؒ سے زیادہ ذہین نہیں دیکھا۔ دیکھے (ص: ۱۱۶)

(۳) حافظ الشام، امام ابو القاسم ثقة الدین ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ) نے امام محمدؒ کو ضابط قرار دیا ہے۔ دیکھے (ص: ۱۴۹)

(۴) حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۵ھ) نے کہا:

”وكان من اذكياء العالم“

امام محمدؒ دنیا کے ذکی ترین لوگوں میں سے تھے۔ (مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ: ص ۵۰)

- نیز ایک اور مقام پر کہا کہ

”وكان مع تبحره في الفقه يضرب بذكائه المثل“

آپ فقہ میں تبحر رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنی ذکاوت (ذہانت) میں بھی ضرب المثل تھے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۳۴/۹)

- ایک جگہ حافظ ذہبیؒ (م ۶۸۸ھ) لکھتے ہیں کہ

”وكان رحمة الله آية في الذكاء، ذاعقل تام، وسودد، وكثرة تلاوة القرآن“

امام محمدؒ، دانائی میں ایک نشانی تھے، اور آپ انتہائی عقل مند، سردار اور قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کرنے والے تھے۔ (تاریخ الاسلام: ۹۵۵، ۹۵۴/۴)

(۵) امام صلاح الدین صفدیؒ (م ۶۸۴ھ) کہتے ہیں کہ

”وكان امام مجتهدا من اذكياء الفصحاء“

امام محمدؒ، امام اور مجتہد تھے، اور آپ کا شمار ذہین اور فصیح لوگوں میں ہوتا ہے۔ دیکھئے (ص: ۱۶۲)

(۶) حافظ ابن ناصر الدینؒ (م ۸۴۲ھ) نے کہا:

”وكان من اذكياء العالم“

امام محمدؒ دنیا کے ذکی ترین لوگوں میں سے تھے۔ (اتحاف السالك: ص ۱۷۸)

(۷) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

”وكان من افراد الدهر في الذكاء“

امام محمدؒ اپنے زمانے کے چند ذہین ترین لوگوں میں سے ایک تھے۔ (الایثار مع کتاب الآثار ص: ۲۳۳)

(۸) امام یوسف بن تخریؒ (م ۷۴۱ھ) نے کہا:

”الفقيه العلامة شيخ الإسلام وأحد العلماء الأعلام مفتي العراقين---- وكان إماماً فقيهاً محدثاً مجتهداً ذكياً، انتهت إليه رئاسة العلم في زمانه بعد موت أبي يوسف“۔ (النجوم الزاهرة: ج ۲: ص ۱۳۰-۱۳۱)

معقولات میں مقام:

(۱) امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) نے کہا کہ

”ما رأيت أعقل من محمد بن الحسن“

میں نے امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) سے زیادہ عقلمند کسی کو نہیں دیکھا۔

- ایک اور روایت میں کہا کہ

”ما رأيت أعقل ولا ازهد ولا أفقه ولا اورع ولا احسن نطقاً ولا ابراداً من محمد بن الحسن“

میں نے کوئی شخص عقل مند، پرہیزگاری، فقاہت، تقویٰ اور اچھی گفتگو کرنے میں امام محمد بن حسنؒ جیسا نہیں دیکھا۔

(۲) مشہور شیخ، الواعظ الکبیر یحییٰ بن ابراہیم السلساسیؒ (م ۵۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ

”وكتب الحديث، وكان فقيها عالما شهما نبیلا“

امام محمدؒ نے حدیث لکھی، اور آپ فقیہ، عالم سمجھ دار، اور معزز شخص تھے۔ (منازل الانمۃ الاربعۃ ص: ۸۸)

(۳) حافظ سبط ابن الجوزیؒ (م ۶۵۴ھ) نے کہا:

”وكان محمداً إماماً في جميع العلوم“

امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) تمام علوم میں امام تھے۔ (مرآة الزمان: ج ۱۳: ص ۱۳۰)

(۴) حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے کہا:

”وكان رحمة الله آية في الذكاء، ذاعقل تام، وسودد، وكثرة تلاوة القرآن“

امام محمدؒ، دانائی میں ایک نشانی تھے، اور آپ انتہائی عقل مند، بزرگ اور قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کرنے والے تھے۔ دیکھئے (ص: ۱۵۵)

فصاحت و بلاغت میں مقام:

(۱) امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) نے کہا:

”لو اشاء ان اقول ان القرآن نزل بلغة محمد بن الحسن لقلته لفصاحته“

اگر میں یہ کہنا چاہوں کہ قرآن امام محمد بن حسنؒ کی لغت (زبان) میں اُترا ہے تو آپ کی فصاحت کی وجہ سے میں یہ کہہ سکتا ہوں۔

- نیز فرماتے ہیں:

”کان محمد بن الحسن الشیبانی اذا اخذ فی المسأله كأنه قرآن ينزل عليه لا يقدم حرفا ولا يؤخر“

امام محمد بن حسن شیبانی جب کوئی مسئلہ بیان کرتے (تو اس کو اس خوبصورتی سے پیش کرتے کہ) گویا قرآن اُن پر اتر رہا ہے، آپ نہ کوئی حرف آگے کرتے اور نہ کسی حرف کو پیچھے کرتے۔

- یہ بھی کہتے ہیں کہ

”ما رأيت سميئا اخف روحا من محمد بن الحسن، وما رأيت افصح منه، كنت اذا رأيت يقرأ كأن القرآن نزل بلغته“

میں نے کوئی جسیم شخص امام محمد بن حسن سے زیادہ ہلکی چال چلنے والا نہیں دیکھا، اور نہ ہی آپ سے زیادہ فصیح کوئی شخص دیکھا ہے، میں جب آپ کو قرآن پڑھتے ہوئے دیکھتا تو مجھے یوں محسوس ہوتا کہ گویا قرآن آپ کی لغت میں اُترا ہے۔ دیکھئے (ص: ۱۱۷-۱۱۸)

(۲) ثقہ، امام العربیہ، مبردؒ (م ۲۸۵ھ) نے کہا:

”کان فصيحاً“

امام محمدؒ (م ۸۹ھ) فصیح تھے۔ (الفصول: ج ۱: ص ۸۵)

(۳) مؤرخ اسلام علامہ ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) نے کہا:

”وكان افصح الناس، وكان اذا تكلم خيل لسامعه ان القرآن نزل بلغته“

آپ لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح تھے، آپ جب بات کرتے تو سامع (سننے والے) کو یوں محسوس ہوتا تھا کہ قرآن کریم آپ کی لغت میں اُترا ہے۔ (وفیات الاعيان: ۳۲۱/۲)

(۴) حافظ سبط ابن الجوزیؒ (م ۶۵۴ھ) نے کہا:

”وكان محمّد إماماً في جميع العلوم“

امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) تمام علوم الاسلامیہ میں امام تھے۔ (مرآة الزمان: ج ۱۳: ص ۱۳۰)

(۵) حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۵ھ) نے کہا:

”وكان امام مجتهداً من الأذکیاء الفصحاء“

امام محمدؒ، امام اور مجتہد تھے، اور آپ کا شمار ذہین اور فصیح لوگوں میں ہوتا ہے۔ (تاریخ الاسلام: ج ۳: ص ۹۵۴)

(۶) امام صلاح الدین صفدیؒ (م ۶۴۲ھ) کہتے ہیں کہ

”وكان امام مجتهداً من الأذکیاء الفصحاء“

امام محمدؒ، امام اور مجتہد تھے، اور آپ کا شمار ذہین اور فصیح لوگوں میں ہوتا ہے۔ دیکھئے (ص: ۱۶۲)

(۷) امام ابن العمامہ حنبلیؒ (م ۸۹۰ھ) آپ کے متعلق ارقام فرماتے ہیں:

”فكان فصيحاً بليغاً“

امام محمدؒ فصیح اور بلیغ شخص تھے۔ (شذرات الذهب: ۳۲۱/۱)

(۸) نامور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ) نے کہا:

”وكان أفصح الناس، وكان إذا تكلم خيل لسامعه أن القرآن نزل بلغته“

آپ لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح تھے، آپ جب بات کرتے تو سامع (سننے والے) کو یوں محسوس ہوتا تھا کہ قرآن کریم آپ کی لفت میں اُترا ہے۔ (التاج المکمل: ص ۸۰)

اللغة العربية، علم نحو، اور حساب میں مقام:

(۱) امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) نے کہا:

”ما رأيت سمينا اخف روحا من محمد بن الحسن، وما رأيت افصح منه، كنت اذا رأيت يقرأ كأن القرآن نزل بلغته“

میں نے کوئی جسیم شخص امام محمد بن حسنؒ سے زیادہ ہلکی چال چلنے والا نہیں دیکھا، اور نہ ہی آپ سے زیادہ فصیح کوئی شخص دیکھا ہے، میں جب آپ کو قرآن پڑھتے ہوئے دیکھتا تو مجھے یوں محسوس ہوتا کہ گویا قرآن آپ کی لغت میں اُترا ہے۔ دیکھئے (ص: ۱۱۸)

(۲) امام اخفش نحویؒ (م ۲۱۵ھ) فرمایا کرتے تھے:

”وما وضع شئ لشي قط يوافق ذلك الا كتاب محمد بن الحسن في الايمان فانه وافق كلام الناس“

کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو کسی دوسری چیز کے لئے وضع کی گئی ہو، اور وہ اس کے موافق بھی ہو، سوائے امام محمد بن حسنؒ کی تصنیف ”کتاب الايمان“ کے کہ وہ لوگوں کی کلام کے موافق ہے۔

(۳) حافظ ابوسعید سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) نے امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

”و محمد ابصر الناس بالعربية“

امام محمدؒ لغت عربیہ میں سب لوگوں سے زیادہ بصیرت رکھتے تھے۔ (کتاب الانساب: ۱۶۷/۳)

(۴) مشہور نحوی، ثقہ، امام احمد بن یحییٰ، ثعلبؒ (م ۲۹۲ھ) کہتے ہیں کہ

”محمد بن الحسن حجة في اللغة“

محمد بن الحسن لغت میں حجت ہیں۔ (الفصول: ج ۱: ص ۸۵)

(۵) امام ابو بکر جصاص الرازیؒ (م ۷۰۳ھ) نے کہا: کہ

”محمد بن الحسن حجة فيما يحكيه في اللغة“

لغت کے سلسلے میں امام محمدؒ حجت ہیں۔ (الفصول: ج ۱: ص ۸۴)

(۶) مشہور صدوق لغوی، نحوی، امام ابو علی الفارسیؒ (م ۷۷۳ھ)

”فكان يتعجب من تغلل واضع هذا الكتب في النحو“

بھی اس کتاب ”الجامع الكبير“ کے مصنف (امام محمدؒ) کی علم نحو میں مہارت پر حیران ہو گئے۔

(بلوغ الامانی: ص ۶۳)

(۷) امام ابو السمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) نے کہا:

”صاحب فقه وادب“

امام محمدؒ صاحب فقہ اور صاحب ادب ہیں۔ (الانساب: ج ۳: ص ۷۰)

(۸) امام ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) آپ کے ترجمہ میں تصریح کرتے ہیں کہ:

”وله في مصنفاته المسائل المشكلة خصوصاً المتعلقة بالعربية“

امام محمدؒ کی کتابوں میں مشکل مسائل ہیں، خصوصاً جو مسائل عربی زبان کے متعلق ہیں۔

(۹) حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) ارقام فرماتے ہیں:

”ومحمد اعلمهم بالعربية والحساب“

امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ میں امام محمدؒ لغت عربیہ اور فن حساب کے سب سے بڑے عالم تھے۔

(۱۰) ثقہ، ثبت، حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۵۷۷ھ) نے کہا:

”وكان ايضا مقدما في علم العربية، والنحو، والحساب والفطنة“

امام محمدؒ (حدیث وفقہ کی طرح) علوم عربیہ، نحو، حساب اور فطانت میں بھی فوقیت رکھتے تھے۔

(۱۱) ثقہ، حافظ الحدیث، امام قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۷۷۹ھ) نے بھی کہا:

”وكان مقدما في علم العربية، والنحو، والحساب“

امام محمدؒ علوم عربیہ، نحو، اور حساب میں فوقیت رکھتے تھے۔ (تاج التراجم: ص ۲۳۷)

(۱۲) شیخ عبدالرحمن المعلمیؒ غیر مقلد (م ۸۶۳ھ) نے بھی امام محمدؒ کو فن حساب اور دقیق مسائل بیان کرنے میں ماہر تسلیم کیا ہے۔

اور آپ کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

”المسائل الحسابية الدقيقة التي ضخم بها محمد كته“

امام محمدؒ نے اپنی کتابوں کو حساب کے دقیق مسائل سے بھر دیا ہے۔

عبادت اور تقویٰ میں مقام:

(۱) امام محمدؒ (م ۸۹ھ) کا

”ان محمدا كان حزيه في كل يوم وليلة ثلث القرآن“

دن اور رات میں ثلاث قرآن (دس پارے) پڑھنے کا معمول تھا۔ دیکھئے (ص: ۱۲۱)

(۲) امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) نے کہا:

”ما رأيت ازهد ولا اورع من محمد بن الحسن“

میں نے کوئی شخص پر ہیز گاری، اور تقویٰ میں امام محمد بن حسنؒ جیسا نہیں دیکھا۔ دیکھئے (ص: ۱۲۷)

- آپ کے تلامذہ امام محمد بن سماعہؒ (م ۲۳۳ھ) اور امام عیسیٰ بن ابانؒ (م ۳۲۱ھ) وغیرہ کی نماز کا حسن بہت مشہور ہے، اور صدوق راوی بکر العمیؒ کہتے ہیں کہ:

”انما اخذ محمد بن سماعہ و عیسیٰ بن ابان حسن الصلاة من محمد بن الحسن رضی اللہ عنہ“

(۳) امام محمد بن سماعہؒ (م ۲۳۳ھ) اور

(۴) امام عیسیٰ بن ابانؒ (م ۳۲۱ھ) نے اپنی نماز کا حسن امام محمد بن حسنؒ (م ۸۹ھ) سے سیکھا تھا۔ دیکھئے (ص: ۱۲۰)

(۵) حافظ سبط ابن الجوزیؒ (م ۶۵۶ھ) نے کہا:

”وكان لمحمد في مسجد الكوفة حلقة وهو ابن عشرين سنة. وكان حسن الصلاة كثير الخشوع، يقرأ القرآن في ثلاثة أيام، مشغولاً بنفسه عن مخالطة الناس، حافظاً لوقته، مستغرق الزمان في تصانيف الكتب وشرحها“

کوفہ کی مسجد میں امام محمدؒ کا ایک حلقہ تھا جبکہ آپ کی عمر صرف ۲۰ سال تھی، آپ خشوع کے ساتھ بہت اچھی نماز پڑھتے، تین روز میں قرآن کریم ختم فرماتے، لوگوں سے میل جول کے بجائے اپنے آپ میں مشغول رہتے، اپنے وقت کی حفاظت فرماتے، سارا وقت کتابوں کی تصنیف اور ان کی شرح میں گھرا رہتا۔ (مرآة الزمان: ج ۱۳: ص ۱۳۰)

(۶) حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۰ھ) نے کہا:

”وكان رحمه الله تعالى آية في الذكاء، ذاعقل تام، وسؤدد، وكثرة تلاوة للقرآن“

امام محمدؐ پر اللہ رحم کریں، وہ بزرگ اور قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کرنے والے تھے۔ دیکھئے
(ص: ۱۵۵)

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) اپنے ذات میں بے مثال عالم، مفسر، محدث، فقیہ، نحوی، لغوی، ذکی، بلیغ، زاہد، عابد اور ثقہ، حجت، ضابط اور مضبوط حافظ الحدیث ہیں۔ واللہ اعلم
اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہم سب کو بھی اپنے اپنے وقت پر حسن خاتمہ نصیب فرمائے اور ہمارا حشر اپنے نیک، صالح بندوں کے ساتھ فرمائے۔ آمین

نذیر الدین قاسمی

حیدرآباد (دکن)

۲۰۱۹/۹/۲۶

۲۶ محرم، ۱۴۴۰ھ

الفضل الربانی فی حیاة الامام محمد بن الحسن الشیبانی

امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) کا مقام و مرتبہ ائمہ و علماء کی نظر میں

—حافظ ظہور احمد الحسینی حفظہ اللہ

ترتیب و حاشیہ: مولانا نذیر الدین قاسمی

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم، اما بعد:

امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) فقہ کے عظیم سپوت اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مایہ ناز شاگردوں میں سے ہیں، آپ کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ آپ نے فقہ حنفی (جو شروع سے اب تک اہل اسلام کی اکثریت کا دستورِ عمل اور پرسنل لاء ہے) کو کتابی صورت میں لکھ کر پوری دنیا کو اس سے روشناس کرایا۔

آپ کے ذاتی حالات:

حضرت امام محمدؒ کے خاندان کا تعلق دمشق (شام) کے علاقہ ”الغوطہ“ کے وسط میں واقع قصبہ ”حرستا“ سے تھا، پھر آپ کے والد شام سے ہجرت کر کے عراق آ گئے، اور عراق کے شہر ”واسط“ میں سکونت اختیار کر لی، امام محمدؒ کی پیدائش یہیں ”واسط“ میں ہوئی، اور پھر آپ کو فہ تشریف لے گئے، اور وہیں آپ کی نشو و نما ہوئی۔

امام ابو سعد سماعیؒ (م ۲۶۲ھ) امام ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ)، امام ذہبیؒ (م ۴۸۸ھ) اور امام ابن ناصر الدینؒ (م ۷۴۰ھ) وغیرہ علماء آپ کے حالات میں لکھتے ہیں:

اصلہ من قریۃ دمشق فی وسط الغوطۃ اسمہا حرستا، وقدم ابوہ من الشام الی العراق، واقام بواسط فولدہ بہا محمد المذکور ونشأ بالکوفۃ۔

”امام محمدؒ کا اصل تعلق دمشق میں ”وسط غوطہ“ میں واقع ایک قصبہ جس کا نام ”حرستا“ ہے، سے ہے، آپ کے والد شام سے عراق آکر ”واسط“ میں مقیم ہو گئے تھے، اور یہیں ان کے ہاں امام محمدؒ مذکور کی ولادت ہوئی، اور آپ کوفہ میں پروان چڑھے۔“ (کتاب الانساب: ج ۳: ص ۱۶۶، وفیات الاعیان: ج ۲: ص ۳۲۱، مناقب ابی حنیفہ و صاحبہ: ص ۵۰، اتحاف السالک براۃ الموطا عن مالک: ص ۱۷۶)

امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) کی تصریح کے مطابق آپ کے خاندان کا اصلی تعلق دمشق سے بھی پہلے ”جزیرہ“ سے تھا۔ (الطبقات الکبریٰ: ج ۷: ص ۲۴۲)

آپ کی ولادت صحیح قول کے مطابق ۱۳۲ھ میں ہوئی، جیسا کہ امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) امام شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ)، امام ناصر الدین الدمشقیؒ (م ۸۴۰ھ) امام ابن کثیرؒ (م ۷۴۷ھ) اور دیگر کئی محدثین نے تصریح کی ہے۔ (طبقات الکبریٰ: ج ۷: ص ۲۴۲، مناقب ابی حنیفہ و صاحبہ: ص ۵۰، اتحاف السالک: ص ۱۷۶، البدایہ والنہایہ: ص ۱۹۶، ج ۷)

امام محمدؒ کی زندگی کا زیادہ تر حصہ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گزرا، اور کچھ عرصہ کیلئے آپ دریائے فرات کے کنارے آباد ایک مشہور شہر ”رقہ“ کے قاضی بھی رہے، لیکن جلد ہی اس سے سبکدوش ہو کر بغداد منتقل ہو گئے اور دوبارہ ہمہ تن اپنے علمی مشاغل میں مصروف رہنے لگے، خلیفہ ہارون رشیدؒ (م ۱۹۳ھ) آپ کے علم اور فضل و کمال کا بہت زیادہ معترف تھے، اور جب سفر میں جاتے تو اکثر آپ کو اپنے ساتھ رکھتے۔

۸۹ھ میں جب وہ ایران کے مشہور علمی شہر ”رے“ گئے تو آپ کو اور مشہور نحوی عالم امام کسائی (م ۸۹ھ) کو بھی اپنے ساتھ لے گئے، اور اتفاق سے ان دونوں جبال علم نے وہیں ایک ہی روز انتقال کیا، خلیفہ کو اس کا بہت صدمہ ہوا، اور ان دونوں کو دفن کرنے کے بعد کہنے لگے:

”دفنت الیوم اللغه والفقہ جمیعاً بالری“

آج کے دن میں نے لغت عربیہ اور فقہ دونوں کو ”رے“ میں دفن کر دیا ہے۔ (تاریخ بغداد:

۱۷۸/۲، اخبار ابی حنیفہ واصحابہ: ص ۱۳۲، ۱۳۳)³⁸

³⁸ یہ روایت تاریخ بغداد: ج ۲: ص ۱۷۸، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت، اور تاریخ بغداد بتحقیق شیخ بشار العواد معروف: ج ۲: ص ۵۷۳ پر موجود ہے، اس کی سند یوں ہے، حافظ المشرق امام خطیب بغدادی (م ۶۳۳ھ) کہتے ہیں کہ:

أخبرنا أحمد بن علي بن الحسين التوزي قال أنبأنا القاضي أبو عمر أحمد بن محمد بن موسى بن محمد المعروف بابن العلاف قال أنبأنا أبو عمر الزاهد قال سمعت أحمد بن يحيى يقول توفي الكسائي ومحمد بن الحسن في يوم واحد. فقال الرشيد دفنت اليوم اللغة والفقہ۔

اس سند کے روات کی تحقیق یہ ہے:

- (۱) حافظ المشرق، امام خطیب بغدادی (م ۶۳۳ھ) مشہور ثقہ، امام اور حافظ الحدیث ہیں۔ (تاریخ الاسلام)
- (۲) احمد بن علی بن الحسین التوزی (م ۴۲۲ھ) صدوق ہیں۔ (کتاب الثقات للقاسم: ج ۱: ص ۲۲۳)
- (۳) احمد بن محمد بن موسی بن محمد المعروف ابن العلاف (م ۳۹۰ھ) بھی ثقہ راوی ہیں۔ (کتاب الثقات للقاسم: ج ۲: ص ۷۷)۔
- (۴) ابو عمر زاهد سے مراد محمد بن عبد الواحد غلام ثعلب (م ۳۵۵ھ) ہیں اور وہ صدوق ہیں۔ (کتاب الثقات للقاسم: ج ۸: ص ۴۴۴)

نوٹ:

دارالکتب العلمیۃ، بیروت والے نسخہ میں ابو عمر زاہد کے بجائے ابو عمرو زاہد لکھا ہے جو کہ کاتب کی غلطی ہے، کیونکہ ابن العلافؒ (م ۳۹۰ھ) کے اساتذہ میں ابو عمرو زاہد صاحب ثعلب کا ذکر ملتا ہے۔ (تاریخ بغداد: ج ۶: ص ۲۶۹، ط دارالکتب العلمیۃ، بیروت) اور شیخ بشار العواد معروف کے نسخہ میں بھی ابو عمرو زاہد ہی لکھا ہے۔ (تاریخ بغداد بتحقیق شیخ بشار العواد معروف: ج ۲: ص ۵۷۳) لہذا صحیح ابو عمرو زاہد صاحب ثعلب ہی ہے۔

(۵) احمد بن یحییٰ سے مراد احمد بن یحییٰ بن یزید، ابو العباس الشیبانی الخوی، امام ثعلبؒ (م ۲۹۱ھ) ہے جو ثقہ، امام اور حجت ہیں۔

(کتاب الثقات للقاسم: ج ۲: ص ۱۳۲)۔

(۶) خلیفہ ہارون الرشیدؒ (م ۱۹۳ھ) بھی صدوق ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج ۴: ص ۱۲۲۳)

معلوم ہوا کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ یا صدوق ہیں اور یہ حسن مرسل ہے کیونکہ امام ثعلبؒ (م ۲۰۱ھ) و (م ۲۹۱ھ) کی ملاقات خلیفہ ہارون الرشیدؒ (م ۱۹۳ھ) سے ثابت نہیں ہے۔ (تاریخ الاسلام: ج ۶: ص ۹۰۰، سیر اعلام النبلاء: ج ۹: ص ۲۸۶)

اس طرح امام ابو عبد اللہ الصیمریؒ (م ۳۳۶ھ) نے بھی مشہور نحوی، امام، حافظ ابراہیم بن محمد بن عرفہ، ابو عبد اللہ نفطویہؒ (م ۲۲۳ھ) [صدوق] سے مسلاً یہی بات نقل کی ہے۔ (أخبار أبي حنيفة وأصحابه للصيمري: ص ۱۳۳)۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ الصیمریؒ (م ۳۳۶ھ) فرماتے ہیں:

أخبرنا المرزباني قال ثنا إبراهيم بن محمد بن عرفة النخوي قال مات محمد بن الحسن والكسائي بالري سنة تسع وثمانين ومائة فقال الرشيد دفنت الفقه والعربية بالري۔

اس سند کے روات کی تفصیل یہ ہے:

(۱) امام ابو عبد اللہ الصیمریؒ (م ۳۳۶ھ) صدوق، امام ہیں۔ (تاریخ بغداد: ج ۸: ص ۶۳۴، ت بشار، تاج التراجم للقاسم: ص ۱۶۳)

(۲) محمد بن عمران بن موسیٰ، ابو عبد اللہ المرزبانیؒ (م ۳۸۴ھ) بھی صدوق و متقن ہیں۔ (المغنی: ج ۲: ص ۶۲۰، سیر: ج ۱۶: ص ۴۴۷، تاریخ بغداد: ج ۴: ص ۲۲۷، ت بشار، انباء الرواة: ج ۳: ص ۱۸۰، الدر الثمین: ص ۲۲۳، التاریخ المعبر لعبد الرحمن بن محمد المقدي: ج ۳: ص ۱۷۷، مرآة الزمان لسبط ابن جوزي: ج ۱۸: ص ۷۹، قلادة النحر للحضري: ج ۳: ص ۲۵۵)

(۳) امام، حافظ ابراہیم بن محمد بن عرفہ، ابو عبد اللہ نفطویہؒ (م ۲۲۳ھ) بھی صدوق ہیں۔ (تاریخ بغداد: ج ۷: ص ۹۳، ت بشار)

(۴) خلیفہ ہارون الرشید (م ۱۹۳ھ) بھی صدوق ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج ۴: ص ۱۲۲۳)

معلوم ہوا کہ اس کی سند بھی حسن مرسل ہے۔

امام ابو عبد اللہ الصیرفی (م ۳۳۶ھ) نے ایک اور سند متصل ذکر کی ہے:

أخبرنا عمر بن إبراهيم المقرئ قال ثنا القاضي أبو بكر مكرم قال ثنا أحمد بن عبيد الله الثقفي قال ثنا أبو خازم عبد الحميد بن عبد العزيز قال حدثني بكر بن خلف العمي قال حدثني محمد بن سماعة قال حدثني محمد بن الحسن الفقيه قال أبو خازم وهو مولى لبني بيان وأصلهم من قرية بين فلسطين والرملة أعرفها وأعرف قوما من أهلها ثم انتقلوا إلى الكوفة قال لما أشخصني الرشيد ليقلدني القضاء بالشام وردت مدينة السلام فلقيت أبا يوسف وهو الذي سماني وأشار بي فقلت له من حقي عليك ولزومي لك وتصيري لك أستاذا وإماما أن تعفيني عن هذا الأمر فقال لي أنا راكب معك إلى يحيى بن خالد فأكلمه فركب معي إلى يحيى بن خالد فلما دخلنا عليه زال له يحيى عن مصلاه فقعده معه عليه وقعدت بباب البيت فسمعت يقول له هذا محمد بن الحسن ومن حاله كذا ومن حاله كيت وكيت يصفني وذكر امتناعي عليه فقال له يحيى ما تقول فيه قال أقول إنكم إن أعفيتموه لم تجدوا مثله فلما سمع يحيى كلامه لم يلتفت إلي ما أقول وأمضى أمري فلما ورد الرشيد الرقة أحضرت فدخلت إليه أنا والحسن بن زياد اللؤلؤي وأبو البختری وهب بن وهب فأخرج إلينا الأمان الذي كتب لي يحيى ابن عبد الله بن الحسن فدفع إلي فقرأته وقد علمت الأمر الذي أحضرنا له فمثلت بين أن أظهر شيئا إن كان يتعلق به فيه فأرجده السبيل إلى قتل الرجل أو أترك الطعن عليه مع ما أعلم أنه ينالني من موجدة الرشيد فأثرت أمر الله والدار الآخرة فقلت هذا أمان مؤكدا حيلة في نقضه فانتزع الصك من يدي ودفع إلى اللؤلؤي فقرأه وقال كلمة ضعيفة لا أدرى سمعت أو لم تسمع هذا أمان فانتزع من يده ودفع إلى أبي البختری فقرأه ثم قال ما أرجيه ولا أرضاه هذا رجل سوء قد شق العصا وسفك دماء المسلمين وفعل وفعل فلا أمان له ثم ضرب بيده إلى خفه وأنا أراه واستخرج سكيناً فشق الكتاب بنصفين ثم دفعه إلى الخادم ثم التفت إلى الرشيد فقال اقتله ودمه في عنقي قال فقمنا من المجلس وأتاني رسول الرشيد أن لا أفتي أحدا ولا أحكم فلم أزل على ذلك إلى أن أرادت أم جعفر أن تقف وقفاً فوجهت إلي في ذلك فعرفتها أنني قد نهيت عن الفتيا فكلمت الرشيد فأذن لي قال محمد بن الحسن فكنيت وكل من في دار الرشيد يتعجب من أبي البختری وهو حاكم وفتياه بما أفتى به وتقلده دم رجل من المسلمين ثم من حملته في خفه سكيناً قال ولم يقتل الرشيد يحيى في ذلك الوقت وإنما مات في الحبس بعد مدة قال محمد بن سماعة في حديثه ثم قرب الرشيد محمد بن الحسن بعد ذلك وتقدم عنده وولاه قضاء القضاة وحمله معه إلى الري فتوفي هو والكسائي بها في يوم واحد فقال الرشيد دفنت الفقه والنحو بالري قال بكر العمي في حديثه إن محمد بن الحسن لما أفتى بصحة الأمان وأفتى أبو البختری بنقضه وأطلق له دمه قال له يحيى يا أمير المؤمنين يفتيك محمد بن الحسن وموضع من الفقه موضعه بصحة أمانى ويفتيك هذا ينقضه وما لهذا والفتيا وإنما كان أبوه طبالا بالمدينة.

اس طویل روایت میں محمد بن سماعہ (م ۲۳۳ھ) کہتے ہیں کہ امام محمد (م ۸۹ھ) اور امام کسائی (م ۸۹ھ) کی وفات پر خلیفہ ہارون الرشید (م ۱۹۳ھ) نے کہا کہ رے میں (آج) فقہ اور نحو دفن ہو گئی۔ (أخبار أبي حنيفة وأصحابه للصيمري: ص ۱۳۰-۱۳۱)

اس سند کے روات کی تحقیق یہ ہے :

- (۱) امام ابو عبد اللہ الصیمری (م ۳۶۶ھ) کی توثیق گزر چکی۔
 - (۲) امام عمر بن ابراہیم، ابو حفص الکتانی (م ۳۹۰ھ) ثقہ، امام ہیں۔ (سیر: ج ۱۶: ص ۴۸۲)
 - (۳) مکرم بن احمد البغدادی القاضی (م ۳۴۵ھ) بھی ثقہ محدث ہیں۔ (سیر: ج ۱۵: ص ۵۱۷)
 - (۴) احمد بن عبید اللہ بن محمد بن عمار، ابو العباس الثقفی (م ۳۱۴ھ) کے بارے میں ابن الرومی (م ۲۸۳ھ) کہتے ہیں کہ: ”هذا أبو العباس ابن عمار له موضع من الرواية والأدب“ یہ ابو العباس ابن عمار کا ادب اور روایت میں ایک مقام ہے۔ (معجم الادباء للحموی ج: ۱ ص ۳۶۶) اس سے ان کا صدوق ہونا ظاہر ہے۔
 - (۵) امام ابو خازم، عبد الحمید بن عبد العزیز السکونی (م ۲۹۲ھ) بھی مشہور قاضی اور ثقہ، ذکی ہیں۔ (سیر: ج ۱۳: ص ۵۳۹)
 - (۶) بکر بن محمد العمی بھی صدوق ہیں، ان کے بارے میں فقیہ تقی الدین الغزوی (م ۱۰۱۴ھ) کہتے ہیں کہ ”کان من أعيان الأئمة علماء وعملاء“ وہ علم اور عمل کے اعتبار سے بڑے ائمہ میں سے ہیں۔ (الطبقات السنية للغزوي: ص ۱۹۵)
- نوٹ:

أخبار أبي حنيفة وأصحابه للصيمري کے مطبوعہ نسخے میں بکر بن محمد العمی کے بجائے بکر بن خلف العمی لکھا ہے جو کہ کاتب غلطی ہے، کیونکہ امام ابو خازم، عبد الحمید بن عبد العزیز السکونی (م ۲۹۲ھ) کے اساتذہ میں، اور محمد بن سماعہ، ابو عبد اللہ الکوفی (م ۲۳۳ھ) کے شاگردوں میں جس بکر العمی کا ذکر ہے وہ ابن محمد العمی ہے نہ کہ ابن خلف العمی، (الجواهر المضیة فی طبقات الحنفیة: ج ۱ ص ۷۳، الفوائد البهیة فی تراجم الحنفیة: ص ۵۵، الطبقات السنية للغزوي: ص ۱۹۵)

لہذا صحیح بکر بن محمد العمی ہے۔ واللہ اعلم

(۷) محمد بن سماعہ، ابو عبد اللہ الکوفی (م ۲۳۳ھ) ثقہ، حافظ ہیں۔ (تہذیب الکمال: ج ۲۵: ص ۳۱۷)

(۸) خلیفہ ہارون الرشید (م ۱۹۳ھ) کی توثیق گزر چکی۔ (تاریخ الاسلام: ج ۴: ص ۱۲۲۳)

خليفة هارون الرشيد کے درباریوں میں سے ایک مشہور ادیب و شاعر ابو محمد اليزيدی نے امام محمدؒ کی وفات پر ایک طویل مرثیہ لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے:

وقلت اذا ما الخطب اشكل من لنا

بايضاحه يوم ما وانت فقيد

”میں نے کہا: آج جب تو نہ رہا تو ہمارے لئے مشکلات حل کرنے والا کہاں سے آئے گا۔“

(ایضاً)³⁹

خلاصہ یہ کہ مذکورہ روایت حسن ہے اور خلیفہ ہارون الرشیدؒ (م ۱۹۳ھ) سے ثابت ہے۔ واللہ اعلم

³⁹ یہ روایت تاریخ بغداد: ج ۲: ص ۱۷۸، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت، اور تاریخ بغداد: تحقیق شیخ بشار العواد معروف: ج ۲: ص ۵۷۳ پر موجود ہے، اس کی سند یوں ہے، حافظ المشرق امام خطیب بغدادیؒ (م ۶۳۳ھ) کہتے ہیں کہ:

أخبرنا أبو نعیم الأصبهانی الحافظ قال نبأنا أبو طلحة تمام بن محمد بن علي الأزدي بالبصرة قال أنشدنا القاضي محمد بن أحمد بن أبي حازم قال أنشدنا الرياشي قال أنشدنا اليزيدي لنفسه يرثي محمد بن الحسن والكسائي، وكان آخر جامع الرشيد إلى الري فمات بها في يوم واحد:

أسيت على قاضي القضاة محمد... فأذويت دمعي والعيون هجود

وقلت إذا ما الخطب أشكل من لنا... بايضاحه يوم ما وانت فقيد

اس روایت میں موجود ابو طلحہ تمام بن محمد راوی کی توثیق نہیں مل سکی لیکن اسکی ایک اور حسن سند آئی ہے، چنانچہ امام ابو عبد اللہ الصیرمیؒ (م ۳۶۶ھ) ہی فرماتے ہیں کہ:

أخبرنا أبو عبيد الله محمد بن عمران بن موسى المرزباني قال أنبا الصولي قال ثنا السكري قال أنشدني إسماعيل بن أبي محمد اليزيدي لأبيه يرثي محمد بن الحسن والكسائي رضي الله عنهما:

(نصرت الدنيا فليس له خلود... وما قدر لي من بهجة سيبيد)

(لكل امرئ من الموت منهل... فليس إلا عليه ورود)

(ألم تر شيئا شاملا ينذر البلى... وإن الشباب الغض ليس يعود)

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) اور امام عبد اللہ الصمیریؒ (م ۳۶۶ھ) نے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ امام محمدؒ جو کہ ابدال میں سے تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمدؒ کو آپ کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا، اور آپ سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا ہے؟

(سیأتیک ما أفنى القرون التي مضت... فكن مستعدا للفناء عتيد)

(أسيت على قاضي القضاة محمد... فأذريت دمعي والفؤاد عميد)

(فقلت إذا ما أشكل الخطب من لنا... بإيضاحه يوم ما وأنت فقيد وأوجعني موت الكسائي بعده... وكادت بي الأرض الفضاء تميد)۔ (أخبار أبي حنيفة وأصحابه للصمیری: ص ۱۳۲-۱۳۳)

اس سند کے راویوں کی تفصیل یہ ہیں:

(۱) امام ابو عبد اللہ الصمیریؒ (م ۳۶۶ھ) اور

(۲) محمد بن عمران بن موسیٰ، ابو عبد اللہ المرزبانیؒ (م ۸۴۳ھ) کی توثیق گزر چکی۔

(۳) الصولیؒ سے مراد محمد بن یحییٰ، ابو بکر الصولیؒ (م ۳۵۳ھ) ہے۔ (أخبار أبي حنيفة وأصحابه للصمیری: ص ۷۰)

اور وہ صدوق ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج ۷: ص ۶۹۶)

(۴) الحسن بن الحسین بن عبد اللہ، ابو سعید السکری النخویؒ (م ۷۵۵ھ) ثقہ اور مقرئ القرآن ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج ۶: ص ۵۳۵)

(۵) اسماعیل بن ابی محمد یحییٰ بن مبارک الیزیدیؒ کے بارے میں امام جمال الدین ابو الحسن علی بن یوسف القفطیؒ (م ۶۶۶ھ) کہتے ہیں کہ ”کان فاضلا كما خوته، عالما بالعربية، خبيرا بأخبار الشعراء“ وہ اپنے بھائی کی طرح فاضل، عربی کے عالم، شاعروں کے اخباری تھے۔ (إنباه الرواة على أنباه النحاة: ج ۱: ص ۲۳۸)، امام یاقوت الحمویؒ (م ۶۲۶ھ) کہتے ہیں کہ ”وكان إسماعيل أحد الأدباء الرواة الفضلاء“ اسماعیل ادیب (اور) فاضل راویوں میں سے تھے۔ (معجم الادباء: ج ۲: ص ۷۳۷) اس سے ان کا صدوق ہونا ظاہر ہے۔ واللہ اعلم

(۶) ابو محمد یحییٰ بن مبارک الیزیدیؒ (م ۶۰۲ھ) ثقہ اور حجت ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج ۵: ص ۲۲۶)

معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام روایات ثقہ یا صدوق اور روایت حسن ہے۔ واللہ اعلم

آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت میں داخل کر دیا ہے، اور مجھ سے فرمایا کہ میں نے تجھے علم کا برتن اس لئے نہیں بنایا تھا کہ تجھے عذاب دوں۔

میں نے پوچھا کہ: امام ابو یوسفؒ کا کیا بنا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ (جنت میں) مجھ سے ایک طبقہ اوپر ہیں۔

میں نے پوچھا کہ: امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا: فوق ابی یوسف بطبقات۔

وہ تو (جنت میں) امام ابو یوسفؒ سے بھی کئی طبقے (درجے) اوپر ہیں۔ (ایضاً)⁴⁰

⁴⁰ یہ روایت تاریخ بغداد: ج ۲: ص ۱۷۸، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت، اور تاریخ بغداد: تحقیق شیخ بشار العواد معروف: ج ۲: ص ۵۷۳ پر موجود ہے۔ اس کی سند یوں ہے، حافظ المشرق امام خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) کہتے ہیں کہ

أخبرنا علي بن أبي علي قال نا طححة بن محمد قال حدثني مكرم بن أحمد القاضي قال نا أحمد بن محمد بن المغلس قال نا سليمان بن أبي شيخ قال حدثني ابن أبي رجاء القاضي قال سمعت محمويه - وكناعده من الأبدال - قال رأيت محمد ابن الحسن في المنام فقلت: يا أبا عبد الله إلام صرت؟ قال قال لي: إني لم أجعلك وعاء للعلم وأنا أريد أن أعذبك، قلت فما فعل أبو يوسف؟ قال فوقني. قلت فما فعل أبو حنيفة؟ قال فوق أبي يوسف بطبقات۔

اس کی سند میں احمد بن محمد بن محمد بن المغلسؒ (م ۳۰۸ھ) پر کلام ہے، لیکن یہ واقعہ صحیح اور مقبول ہے، اس لئے کہ اس واقعہ کی حسن سند موجود ہے، چنانچہ امام ابو عبد اللہ الصیمریؒ (م ۳۶۶ھ) ہی فرماتے ہیں کہ:

أخبرنا عمر بن إبراهيم قال ثنا مكرم قال ثنا محمد بن عبد السلام قال حدثني سليمان بن داود بن كثير الباهلي وعبد الوهاب بن عيسى قالانا ثنا محمد بن أبي رجاء القاضي قال سمعت أبي قال رأيت محمد بن الحسن في المنام فقلت ما صنع بك ربك قال أدخلني الجنة وقال لي لم أصيرك وعاء للعمل وأنا أريد أن أعذبك قال قلت فأبو يوسف قال ذاك فوقني أو فوقنا بدرجة قال قلت فأبو حنيفة قال ذاك في أعلى عليين۔ (أخبار أبي حنيفة وأصحابه للصيمري: ص ۱۳۳)

اس سند کے روات کی تحقیق یہ ہے:

(۱) امام ابو عبد اللہ الصیمریؒ (م ۳۶۶ھ)

عہد طلب علمی:

آپ کی نشوونما چونکہ کوفہ جیسے عظیم شہر میں ہوئی جو اس وقت ”معدن العلم والفقہ“ تھا، اور جس کا علمی پایہ پوری اسلامی دنیا میں مشہور تھا، اور پھر تحصیل علم کا شوق و جذبہ بچپن سے آپ میں موجزن تھا،

(۲) امام عمر بن ابراہیم، ابو حفص الکنانی (م ۳۹۰ھ) اور

(۳) مکرم القاضی (م ۳۴۰ھ) کی توثیق گزر چکی۔ (دیکھئے ص: ۳۹)

(۴) محمد بن عبد السلام سے مراد محمد بن عبد السلام بن عثمان بن سہل، ابو بکر الفزاری الدمشقی (م ۱۷۱ھ) ہے۔

دیکھئے: اخبار ابی حنیفہ للصیمری: ص ۴۰، تاریخ الاسلام: ج ۷: ص ۳۳۱، تاریخ دمشق لابن عساکر: ج ۵۴: ص ۱۱۸،

اور حافظ مشرق، امام خطیب بغدادی (م ۶۱۳ھ) نے ان کو ”معدل“ قرار دیا ہے۔ (تاریخ بغداد: ج ۳: ص ۶۸۷، ت بشار، مقالات ارشاد الحق اثری: ج ۲: ص ۲۶۸-۲۶۹)

لہذا محمد بن عبد السلام بن عثمان بن سہل، ابو بکر الفزاری الدمشقی (م ۱۷۱ھ) صدوق ہیں۔

(۵) سلیمان بن داود بن کثیر الباہلی (م ۱۴۳ھ) صدوق محدث ہیں۔ (سیر: ج ۱۴: ص ۴۸۲) ان کے متابع میں موجود عبد الوہاب بن

عیسیٰ (م ۱۹۱ھ) بھی ثقہ ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج ۷: ص ۳۵۶)

(۶) محمد بن احمد ابی رجا الجوزجانی (م ۲۸۵ھ) کے بارے میں امام، حافظ عبد القادر القرشی (م ۷۵۷ھ) نے کہا: ”قاضی نيسابور تفقہ

علي أبي سليمان الجوزجاني صاحب محمد بن الحسن“ یہ نيسابور کے قاضی تھے اور امام محمد کے خاص شاگرد ابو سليمان

الجوزجانی سے فقہ پڑھی۔ (الجواهر المضیة في طبقات الحنفیة: ج ۲: ص ۲۹) امام حاکم (م ۴۰۵ھ) نے بھی ان کو قاضی

القضاة قرار دیا ہے۔ (تلخیص تاریخ نيسابور: ص ۸۸) پس یہ ان کی ایک دینی شہرت ہوئی جو کہ ان کے صدوق ہونے کے لئے

کافی ہے۔ (اضواء المصابیح: ص ۲۵۱، تقریب النودی: ص ۴۸، المتق لابن الملقن: ص ۲۴۵، البحر المحیط للزرکشی: ج ۲: ص ۱۶۸)

(۷) ابو رجا کے بارے میں محمد بن شجاع (م ۲۶۶ھ) کہتے ہیں کہ ”کان من العبادة والصلاح بمكان“ عبادت اور

صلاح میں ان کا ایک مقام تھا۔ (الاتقاء لابن عبد البر: ص ۱۴۵)، لہذا یہ راوی بھی صدوق ہے۔

الغرض یہ سند حسن ہے۔ واللہ اعلم

اس لئے یہ ناممکن تھا کہ آپ اس علمی ماحول سے متاثر ہوئے بغیر رہ جاتے، چنانچہ آپ اپنی کم عمری سے ہی علم (خصوصاً حدیث و فقہ) کی تحصیل میں لگ گئے۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بہ سند متصل خود آپ کا اپنا بیان نقل کیا ہے کہ:

ترك ابى ثلاثين الف درهم، فانفقت خمسة عشر ألفاً على النحو والشعر،
وخمسة عشر ألفاً على الحديث والفقه۔

میرے والد نے (ترکہ میں میرے لئے) تیس ہزار درہم چھوڑے تھے، میں نے ان میں سے پندرہ ہزار درہم نحو اور شعر و شاعری سیکھنے میں لگا دیئے، اور باقی پندرہ ہزار حدیث اور فقہ کی تحصیل میں خرچ کر دیئے۔ (تاریخ بغداد ج ۲: ص ۱۷۰)⁴¹

⁴¹ یہ روایت تاریخ بغداد ج ۲: ص ۱۷۰، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت، اور تاریخ بغداد بتحقیق شیخ بشار العواد معروف: ج ۲: ص ۵۶۲ پر موجود ہے، اس کی سند یوں ہے، حافظ المشرق امام خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) کہتے ہیں کہ:

أخبرنا علي بن أبي علي المعدل قال أنبأنا طلحة بن محمد بن جعفر قال أخبرني أبو عروبة في كتابه إلي قال حدثني عمرو بن أبي عمرو قال: قال محمد بن الحسن: ترك أبي ثلاثين ألف درهم، فانفقت خمسة عشر ألفاً على النحو والشعر، وخمسة عشر ألفاً على الحديث والفقه۔

اس کی سند میں علی بن ابی علی سے مراد قاضی علی بن المحسن، ابوالقاسم التنوخیؒ (م ۴۴۴ھ) صدوق ہیں۔ (کتاب الثقات للقاسم ج ۷: ص ۲۳۳)، طلحہ بن محمد الشاہد (م ۳۸۰ھ) پر کلام ہے، لیکن راجح قول میں وہ صدوق ہیں۔ ان کی توثیق اگلے شمارے میں آئے گی، ابوعروبة اور عمرو بن ابی عمروؒ کی توثیق کے لئے دیکھئے مجلہ الاجماع: ش ۴: ص ۳۲۔

لہذا یہ سند کے تمام روایات ثقہ یا صدوق ہیں، نیز اس واقعہ کی ایک اور حسن سند موجود ہے، چنانچہ امام ابو عبد اللہ الصمیمیؒ (م ۳۶۶ھ) فرماتے ہیں کہ:

أخبرنا أحمد بن محمد الصيرفي قال ثنا أحمد بن محمد المنصوري قال ثنا ابن كاس النخعي قال ثنا أبو عروبة الحارثي قال ثنا عمرو بن أبي عمرو قال قال محمد بن الحسن خلف أبي ثلاثين ألفاً درهم فانفقت خمسة عشر ألفاً على النحو والشعر وخمسة عشر ألفاً على الحديث والفقه۔

آپ نے حدیث وغیرہ علوم کی تحصیل میں اپنے وقت کے اکابر ائمہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے، علامہ ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) اور علامہ صلاح الدین صفدیؒ (م ۶۴۲ھ) آپ کے حالات میں لکھتے ہیں:

”وطلب الحديث ولقى جماعة من اعلام الائمة“

امام محمدؒ نے حدیث حاصل کی، اور اس کی طلب میں ائمہ اعلام سے ملاقات کی۔

(وفیات الاعیان: ج ۲: ص ۳۲۱، الوافی بالوفیات: ج ۲: ص ۳۳۲)

آپ کو جیسے ائمہ اعلام اور جلیل القدر اساتذہ و مشائخ سے تلمذ کا شرف حاصل ہے ایسے ہی آپ کا یہ اعزاز بھی ہے کہ آپ کے اساتذہ و مشائخ میں ایک بڑی تعداد حضرات تابعین کی بھی ہے۔

محدث کبیر امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) آپ کے بارے میں تصریح کرتے ہیں:

(أخبار أبي حنيفة وأصحابه للصيمري: ص ۱۲۹)

اس سند کے روات کی تفصیل یہ ہیں:

- (۱) امام ابو عبد اللہ الصیمریؒ (م ۳۶۶ھ) کی توثیق گزر چکی۔
- (۲) احمد بن محمد بن علی، ابو عبد اللہ الصیرفی المعروف ابن الآنبوسیؒ (م ۳۹۴ھ) صدوق ہیں۔ (تاریخ بغداد: ج ۶: ص ۲۳۱، ت بشار)
- (۳) احمد بن محمد المنصوری، ابو العباس التیمیؒ بھی صدوق، فقیہ ہیں۔ (الروض الباسم: ج ۱: ص ۳۰۰)
- (۴) امام ابن کاس الخنقیؒ (م ۲۴۴ھ) بھی ثقہ، امام ہیں۔ (ارشاد القاصی والدانی: ص ۴۳۹)
- (۵) امام الحسین بن محمد، ابو عروبہ الحرانیؒ (م ۳۱۸ھ) اور
- (۶) عمرو بن ابی عمروؒ کی توثیق کے لئے دیکھئے مجلہ الاجماع: ش ۴: ص ۳۲۔

معلوم ہوا کہ اس سند کے بھی تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں اور سند حسن ہے۔ واللہ اعلم

”وقد ادرک جماعة من التابعین“

آپ نے تابعین کی ایک جماعت کو پایا ہے۔ (معرفة علوم الحديث: ص ۱۹۳)

آپ نے تابعین کی اس جماعت سے فقہ وغیرہ علوم کی تحصیل کے علاوہ روایت حدیث بھی کی ہے ، جس کی وجہ سے آپ کی سند حدیث اپنے معاصرین میں سب سے عالی ہو گئی ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ سے شرف تلمذ:

امام موصوف نے جن ائمہ اعلام سے اخذ علم کیا ، ان میں سر فہرست حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی ذات گرامی ہے۔

حضرت امام صاحبؒ چونکہ تمام دینی علوم بالخصوص فقہ اور حدیث کے جامع تھے اسلئے امام محمدؒ نے آپ سے ان دونوں علوم میں کمال حاصل کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) امام محمدؒ کے ترجمے میں ارقام فرماتے ہیں:

”ولازم ابا حنیفۃ وحمل عنہ الفقہ والحديث“

آپ نے امام ابو حنیفہؒ کی صحبت کو لازم پکڑا اور ان سے فقہ اور حدیث کو حاصل کیا۔

(تعجيل المنفعة: ص ۳۶۱)

نیز حافظ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

”وتفقہ بابی حنیفۃ وسمع منہ“

آپ نے امام ابو حنیفہؒ سے فقہ کی تعلیم پائی اور ان سے حدیث کا سماع کیا۔

(الاثار بمعرفة الآثار، طبع مع کتاب الآثار: ص ۲۳۲)

امام محمد بن سعدؒ (م ۲۴۰ھ) آپ کے متعلق لکھتے ہیں:

”وجالس ابا حنیفہ وسمع منه ونظر فی الرأی“

امام محمدؒ نے امام ابو حنیفہؒ کی مجالست اختیار کی، اور ان سے حدیث کی سماعت کی، اور رائے (فقہ) میں کمال حاصل کیا۔ (الطبقات الکبریٰ: ج ۷: ص ۲۴۲)

امام ابن قتیبہؒ (م ۲۷۶ھ) نے بھی آپ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ:

”وطلب الحدیث وسمع... وجالس ابا حنیفہ وسمع منه“

امام محمدؒ نے حدیث طلب کی اور اس کا سماع کیا، نیز آپ نے امام ابو حنیفہؒ کی مجالست اختیار کی، اور آپ سے بھی حدیث کا سماع کیا۔ (المعارف: ص ۵۰۰)

حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۸ھ) لکھتے ہیں:

”وروی عن ابی حنیفہ“

امام محمدؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۹: ص ۱۳۴)

نیز امام ذہبیؒ (م ۴۸۸ھ) اور ان کے شاگرد علامہ صفدیؒ (م ۶۴۲ھ) نے آپ کے حالات میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

”سمع ابا حنیفہ واخذ عنه بعض کتب الفقہ“

آپ نے امام ابو حنیفہؒ سے حدیث کا سماع کیا، اور ان سے فقہ کی بعض کتب پڑھیں۔

(تاریخ الاسلام: ج ۴: ص ۹۵۴، الوانی: ج ۲: ص ۳۳۲)

حافظ ابوسعید سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) آپ کو امام صاحبؒ کے تلمیذ قرار دیتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

”وصاحب ابی حنیفہ وتلوہ“

آپ صاحب ابی حنیفہؒ اور ان کے پیرو و جانشین ہیں۔ (کتاب الانساب: ۱۶۶/۳)

امام ابو یوسفؒ سے تکمیل علم:

امام محمدؒ کو صرف دو سال حضرت امام اعظمؒ سے استفادہ کا موقع مل سکا، اگرچہ اس قلیل عرصہ میں بھی آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور حضرت امام صاحبؒ جیسے ماہر اور قابل فخر استاذ کی صحبت کی بدولت بہت کچھ حاصل کر لیا تھا، لیکن مزید علم حاصل کرنے کے شوق میں آپ نے امام صاحبؒ کی وفات (م ۱۵۰ھ) کے بعد ان کے سب سے بڑے شاگرد امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) کی مجالست اختیار کی اور ان سے دینی علوم کی تکمیل کی۔

علامہ ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) اور علامہ ابن ناصر الدینؒ (م ۸۳۰ھ) رقم طراز ہیں:

”وحضر مجلس ابی حنیفہ سنتین ثم تفقه علی ابی یوسف صاحب ابی حنیفہ“

امام محمدؒ دو سال امام ابو حنیفہؒ کی مجلس میں حاضر رہے، پھر (امام صاحبؒ کی وفات کے بعد) آپ نے امام ابو یوسفؒ صاحب ابی حنیفہؒ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

(وفیات الاعیان: ج ۲: ص ۳۲۱، اتحاف السالک: ص ۱۷۶)

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کے مناقب میں ارقام فرماتے ہیں:

وكتب شيئا من العلم عن ابی حنیفہ، ثم لازم ابایوسف من بعده حتى برع فی الفقه۔

آپ نے امام ابو یوسفؒ (کی مجالست) کو لازم پکڑا یہاں تک کہ فقہ میں مکمل عبور حاصل کر لیا۔

(مناقب ابی حنیفہ وصاحبہ: ص ۵۰)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ:

”واخذ عن ابی حنیفۃ بعض الفقہ، وتمم الفقہ علی القاضی ابی یوسف“

امام محمدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے کچھ فقہ حاصل کیا، اور اس کی تکمیل قاضی ابویوسفؒ سے کی۔
(سیر اعلام النبلاء: ج ۹: ص ۱۳۴)

امام ابویوسفؒ سے اگرچہ بڑے بڑے نامور اور بلند مرتبت محدثین و فقہاء نے حدیث اور فقہ کی تحصیل کی، اور آپ کے تلامذہ پوری دنیا میں پھیلے ہیں، لیکن ان میں سب سے زیادہ فقیہ، اور سب سے زیادہ جلیل القدر جو شخص قرار پائے وہ امام محمدؒ ہیں۔

چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۵ھ)، امام حماد بن سلیمانؒ کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

”وانتشر اصحاب ابی یوسف فی الافاق، وافقہم محمد بن الحسن“

امام ابویوسفؒ کے تلامذہ پوری دنیا میں پھیلے ہیں، ان میں سب سے زیادہ فقیہ امام محمد بن حسنؒ ہیں۔
(سیر اعلام النبلاء: ۲۳۶/۵)

نیز امام ذہبیؒ نے امام یوسفؒ کے مناقب میں جہاں ان کے تلامذہ میں امام یحییٰ بن معینؒ، امام احمد بن حنبلؒ، اور امام علی بن الجعدؒ جیسے نابغہ روزگار محدثین کو شمار کیا ہے، وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ:

”واجل اصحابہ محمد بن الحسن“

امام ابویوسفؒ کے تلامذہ میں سے زیادہ جلیل القدر شاگرد امام محمد بن حسنؒ ہیں۔

(مناقب ابی حنیفۃ: ص ۳۹)

گویا حافظ ذہبیؒ جیسے مؤرخ اسلام اور محدث ناقد کی نظر میں امام محمدؒ کا مقام فقہ اور جلالتِ شان میں امام ابو یوسفؒ کے دیگر تمام تلامذہ (امام ابن معینؒ، امام احمدؒ وغیرہ) سے زیادہ ہے۔

مزید برآں امام موصوفؒ کا یہ بھی بہت بڑا اعزاز ہے کہ آپ امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے مذہب کے سب سے بڑے راوی سمجھے جاتے ہیں، اور آپ ہی نے ان دونوں حضرات کے مذاہب کو مضبوط دلائل سے مستحکم کیا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن عبد البر المالکیؒ (م ۴۶۳ھ) آپ کے متعلق تصریح کرتے ہیں:

”ولازم اباحنیفۃ ثم ابایوسف بعده، وهو راویۃ ابی حنیفۃ وابی یوسف القائم بمذہبہما“

امام محمدؒ نے امام ابو حنیفہؒ (کی مجلس) کو، اور پھر امام ابو یوسفؒ (کی مجلس) کو لازم پکڑا، اور آپ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے (مذہب کے) بڑے راوی ہیں، اور ان کے مذہب کو قائم (مضبوط) کرنے والے ہیں۔ (الانقضاء: ص ۱۷۴)

کوفہ کے دیگر ائمہ سے اخذِ علم:

آپ نے امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے علاوہ کوفہ کے دیگر کئی نامور اور جلیل المرتبت ائمہ سے بھی اخذِ علم کیا، علامہ خطیب بغدادیؒ، اور حافظ ذہبیؒ وغیرہ محدثین کی تصریح کے مطابق آپ کے بعض مشہور اساتذہ یہ ہیں:

امام سفیان ثوریؒ، امام مالک بن مغولؒ، امام مسعر بن کدامؒ، امام زفر بن ہذیلؒ، امام یونس بن ابی اسحاقؒ، امام قاسم بن معینؒ، امام داؤد طائیؒ، وغیرہم، رحمہم اللہ تعالیٰ۔

(تاریخ بغداد: ج ۲: ص ۱۶۹، مناقب ابی حنیفہ وصاحبہ: ص ۵۰، بلوغ الامالی: ص ۷)

امام مالکؒ (م ۱۹۷ھ) سے مؤطا اور دیگر احادیث کا سماع:

حضرت امام محمدؒ، ائمہ کوفہ سے تحصیل علم کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہاں کے ائمہ اجلہ خصوصاً امام دارالہجرت حضرت مالک بن انسؒ (م ۱۹۷ھ) سے استفادہ کرنے لگے، آپ تین سال امام مالکؒ کی خدمت میں رہے، اور ان سے ان کی ”مؤطا“ اور دیگر احادیث کا سماع کیا۔

حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۵ھ) فرماتے ہیں:

”وسمع... مالک بن انس ولازم مالکامدة“

امام محمدؒ نے امام مالکؒ سے بھی حدیث کا سماع کیا، اور ایک عرصہ تک ان کے ساتھ رہے۔

(مناقب ابی حنیفہ وصاحبہ: ص ۵۰)

حافظ ابن ناصر الدینؒ (م ۸۴۰ھ) آپ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

”وكان اقام عنده ثلاث سنين أو شبها بثلاث سنين“

امام محمدؒ، امام مالکؒ کے پاس پورے تین سال، یا تین سال کے قریب رہے۔

(اتحاف السالك: ص ۱۷۷)

نیز حافظ موصوفؒ نے بحوالہ قاضی عیاضؒ لکھا ہے:

”ومحمد قد سمع المؤطا من مالک وسمع عليه كثيرا“

امام محمدؒ نے امام مالکؒ سے مؤطا اور بکثرت احادیث کا سماع کیا۔ (ایضاً: ص ۲۶۲)

ایک اور جگہ حافظ ابن ناصر الدینؒ تصریح کرتے ہیں کہ:

”واخذ عن مالک الموطا وغيره من الاحاديث لفظا وعرضا“

آپ نے امام مالکؒ سے ”موطا“ اور ان کی دیگر احادیث لفظاً (یعنی امام مالکؒ سے سن کر) اور عرضاً (یعنی امام مالکؒ کو ان کی احادیث سنا کر) دونوں طریقوں سے حاصل کیں۔ (ایضاً ص: ۱۷۶)

محدثین میں روایت حدیث کے طریقے رائج تھے، ایک لفظاً کہ محدث خود اپنے طلبہ کو احادیث سنائے، اور دوسرا طریقہ ”عرض علی المحدث“ کہ طلبہ محدث کی لکھی ہوئی احادیث کو پڑھ کر سنائیں۔

امام مالکؒ کے ہاں یہ دوسرا طریقہ ”عرض علی المحدث“ رائج تھا، اور وہ خود بہت ہی کم طلبہ کو حدیث سناتے تھے، لیکن امام محمدؒ کا امام مالکؒ کی نظر میں عظیم المرتبت ہونے اور آپ سے ان کی محبت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ امام مالکؒ نے اپنی عادت سے ہٹ کر آپ کو خود اپنی زبانی سات سو احادیث سنائیں۔

چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) امام شافعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ:

قال لي محمد بن الحسن: اقامت علي مالک ثلاث سنين، وسمعت من لفظه سبع

مائة حديث، قلت: وكان مالک لا يحدث من لفظه الا نادراً۔

امام محمد بن حسنؒ نے مجھ سے فرمایا کہ میں تین سال امام مالکؒ کے پاس رہا، اور خود ان کے الفاظ سے سات سو احادیث کی سماعت کی۔⁴² میں (حافظ بن حجرؒ) کہتا ہوں کہ امام مالکؒ اپنے الفاظ سے بہت کم احادیث بیان کرتے تھے۔ (الایثار مع کتاب الآثار: ص ۲۳۳)

⁴² علی زئی کا امام محمدؒ کے ایک قول پر اعتراض کی حقیقت:

حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد نے اس قول پر یہ اعتراض کیا ہے کہ علامہ خطیب بغدادیؒ نے اس قول کی دو سندیں لکھی ہیں، پہلی سند صحیح ہے، لیکن اس کا انہوں نے متن نہیں لکھا، اور دوسری سند جس کا انہوں نے متن لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے، (محصلہ الحدیث: ص ۵۱۳، حاشیہ ۲) لیکن علی زئی کا یہ اعتراض علم حدیث سے ان کے تہی دامن ہونے کی

نیز حافظؒ لکھتے ہیں:

”فلولا طول اقامة محمد عنده وتمكنه منه ما حصل له عنه هذا“

اگر امام محمدؒ امام مالکؒ کے پاس زیادہ عرصہ نہ رہے ہوتے، اور ان سے آپ کا اچھا تعلق نہ ہوتا تو آپ کو ان سے یہ چیز نہیں مل سکتی تھی۔ (تعجيل المنفعة: ص ۳۶۱-۳۶۲)

حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۰ھ) نے آپ کو امام عبدالرحمن بن مہدیؒ وغیرہ جیسے امام مالکؒ کے کبار تلامذہ میں شمار کیا ہے، اور آپ کو امام شافعیؒ (جو امام مالکؒ کے مشہور شاگرد ہیں) پر ترجیح دی ہے، چنانچہ امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) نے ایک حدیث کی سند کے متعلق فرمایا ہے کہ امام مالکؒ نے اس کو بیان کرتے ہوئے غلطی کی ہے اور سند میں انہوں نے مجاہد کے نام کا اضافہ غلطی سے کر دیا ہے، حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۰ھ)، امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”قد رواه عن مالك، بائيات مجاهد، ابراهيم بن طهمان، وابن وهب،
وعبدالرحمن بن مهدى، ومحمد بن الحسن الفقيه، وسماع هؤلاء منه قديم“

امام مالکؒ سے مجاہدؒ کے اثبات کے ساتھ، ابراہیم بن طہمانؒ، ابن وہبؒ، عبدالرحمن بن مہدیؒ، اور محمد بن حسن فقیہؒ نے روایت کیا ہے، اور ان حضرات کا (امام شافعیؒ کے مقابلے میں) امام مالکؒ سے سماع قدیم ہے۔

دلیل ہے، ورنہ علم حدیث کے بنیادی طالب علم کو بھی یہ بات معلوم ہے کہ جس قول کے ساتھ دو سندیں مذکور ہوں اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ قول دو سندوں کے ساتھ منقول ہے، اور ان دونوں سندوں کا متن ایک جیسا ہی ہے۔ جس جماعت میں زیر علی زئی جیسے علم حدیث سے تہی دامن لوگ محدث اور شیخ الحدیث کی کرسی پر براجمان ہوں اس جماعت کا اللہ ہی حافظ ہے۔

یعنی یہ چار حضرات (امام محمدؒ سمیت) امام مالکؒ کے قدیم شاگرد ہیں، اور ان کی روایت کو امام شافعیؒ کی روایت پر ترجیح ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ترجمہ عبدالکریم الجزریؒ)

امام محمدؒ (م ۸۹ھ) کا ”موطا“ کے راویوں میں ایک نمایاں مقام:

امام محمدؒ نے امام مالکؒ سے ان کی مشہور تصنیف حدیث ”موطا“ کو سُن کر آگے اس کو روایت بھی کیا ہے، اور آپ کا شمار ”موطا“ کے مشہور اور بڑے راویوں میں ہوتا ہے، حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۵ھ) نے امام محمدؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ:

”وقال بن عدی فی کاملہ سمع محمد المؤطا من مالک“

امام ابن عدیؒ (م ۶۵۵ھ) نے اپنی کتاب ”الکامل“ میں لکھا ہے کہ امام محمدؒ نے امام مالکؒ سے موطا کا سماع کیا تھا۔ (تاریخ الاسلام: ۹۵۴/۳)

محدث کبیر امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) لکھتے ہیں:

”ومحمد بن الحسن الشیبانی ممن روی المؤطا عن مالک“

امام محمد بن حسن الشیبانیؒ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے امام مالکؒ سے موطا کو روایت کیا ہے۔

(معرفۃ علوم الحدیث: ص ۹۳)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) آپ کے بارے میں تصریح کرتے ہیں کہ:

”وقد جمع حدیثہ عن مالک واورد فیہ ما یخالفہ فیہ، وهو المؤطا المسموع من طریقہ“۔

امام محمدؒ نے امام مالکؒ سے مروی احادیث کو جمع کیا، اور ان کے ساتھ جو اختلاف کیا وہ بھی ذکر کیا، اور اسی مجموعہ کا نام ”موطا“ ہے، جو امام محمدؒ کے طریق سے مسموع (سنا جاتا) ہے۔ (تجیل المنفعة: ص ۳۶۲)

حافظ ابن ناصر الدینؒ (م ۸۳۲ھ) نے امام محمدؒ کو ”موطا“ کے مشہور راویوں میں شمار کر کے آپ کا شاندار ترجمہ لکھا ہے، اور آپ کے روایت کردہ ”نسخہ موطا“ کے تعارف میں تصریح کی ہے کہ:

”والموطأ الذي يعرف بموطأ محمد بن الحسن: هو كتاب اختلاف محمد بن الحسن ومالك بن انس، وهو تسعة أجزاء، أنبأنا به جماعة“

وہ موطا جو کہ ”موطا محمد بن حسن“ سے مشہور ہے، یہ وہ کتاب ہے جو امام محمد بن حسنؒ اور امام مالک بن انسؒ کے اختلافات پر مشتمل ہے، اور اس کے نواجزاء (حصے) ہیں، ہمیں محدثین کی ایک جماعت نے اس کی روایت کی ہے۔ (اتحاف السالك برواة الموطأ عن مالك: ص ۱۷۸/۱۷۹)

امام محمدؒ کے روایت کردہ نسخہ موطا کی محدثین میں مقبولیت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ ”موطا“ کے بیس سے زائد نسخے ہیں، لیکن آج صرف اس کے دو نسخے مشہور و متداول ہیں، ایک امام یحییٰ بن یحییٰ کا نسخہ، اور دوسرا امام محمدؒ کا نسخہ۔

امام محمدؒ کا دیگر بلاد اسلامیہ کے ائمہ سے استفادہ:

امام محمدؒ کی وسعت و کثرت علم کی یہ بیّن دلیل ہے کہ آپ نے تقریباً تمام مشہور بلاد اسلامیہ مثلاً کوفہ، بصرہ، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، شام، خراسان، اور واسط وغیرہ کے اجلہ اہل علم سے استفادہ کیا، اور ان سے حدیث کی سند لی، کوفہ سے تعلق رکھنے والے آپ کے مشہور اساتذہ کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

مدینہ منورہ کے اہل علم میں سے آپ نے امام مالکؒ کے علاوہ محمد بن عبدالرحمن بن ابی ذئبؒ، عبدالرحمن ابن ابی الزنادؒ، خارجہ بن عبداللہؒ، محمد بن ہلالؒ، عیسیٰ بن ابی عیسیٰ الخياط اور داؤد بن قیسؒ وغیرہم سے بھی اخذ علم کیا۔ (بلوغ الامانی: ص ۸)

مکہ مکرمہ کے جن اہل علم سے آپ نے استفادہ کیا ان میں شیخ المحدثین امام سفیان بن عیینہؒ، زمعہ بن صالحؒ، اسماعیل بن عبدالملکؒ، طلحہ بن عمروؒ، سیف بن سلیمانؒ، ابراہیم بن یزید اُمویؒ، زکریا بن اسحقؒ اور عبداللہ بن عبدالرحمن الطائفیؒ وغیرہ زیادہ قابل ذکر ہیں۔ (ایضاً: ص ۸)

امام محمد بن سعدؒ (م ۲۴۰ھ) کی تصریح کے مطابق آپ نے مکہ مکرمہ کے سب سے مشہور محدث و فقیہ اور صحاح ستہ کے مرکزی راوی امام ابن جریجؒ مکیؒ (م ۲۵۰ھ) سے بھی درس حدیث لیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ: ۲۴۲/۷)

بصرہ جو آپ کے شہر کوفہ کے قریب واقع ہے اور کوفہ کی طرح اس کا علمی پایہ بھی بہت بلند تھا، آپ نے یہاں کے علماء سے بھی کافی استفادہ کیا، چنانچہ آپ کے بصری اساتذہ میں سے عبدالعزیز بن ربیع بصریؒ، ہشام بن ابی عبداللہؒ، ربیع بن صبیحؒ، ابو حرہ واصل بن عبدالرحمنؒ، سعید بن ابی عروہؒ اسماعیل بن ابراہیمؒ اور مبارک بن فضالہؒ وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔ (بلوغ الامانی: ص ۸)

ملک شام سے تعلق رکھنے والے آپ کے مشائخ میں سر فہرست امام اوزاعیؒ (م ۲۵۷ھ) ہیں جو کہ اہل شام کے امام اور مجتہد عظیم ہیں، اور شام وغیرہ کے علاقوں میں کئی سو سال تک ان کی تقلید ہوتی رہی، آپ نے ان سے علم فقہ میں استفادہ کرنے کے علاوہ ان سے حدیث کی بھی روایت کی ہے، جیسا کہ امام ابن سعدؒ (م ۲۴۰ھ) نے تصریح کی ہے۔ (الطبقات الکبریٰ: ۲۴۲/۷)

امام اوزاعیؒ (م ۱۵۱ھ) کے علاوہ آپ نے شام کے دیگر محدثین و فقہاء مثلاً محمد بن راشد مکولیؒ، اسماعیل بن عیاشؒ اور ثور بن یزیدؒ وغیرہ کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہہ کئے ہیں۔ (بلوغ الامانی: ص ۸، از امام زاہد الکوثریؒ)

خراسان سے تعلق رکھنے والے امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) جو محدثین میں ”امیر المؤمنین فی الحدیث“ کے لقب سے مشہور تھے، یہ بھی آپ کے مشائخ میں سے ہیں۔ (ایضاً)

اور ”واسط“ کے کئی چیدہ چیدہ اہل علم سے بھی آپ نے اخذ علم کیا، جن میں مشہور محدث اور امام فن الرجال شعبہ بن حجاجؒ (یہ بھی امام ابن المبارکؒ کی طرح ”امیر المؤمنین فی الحدیث“ کے لقب سے پکارے جاتے ہیں)، عباد بن عوامؒ اور ابومالک بن عبدالمکک نخعیؒ بھی شامل ہیں۔ (ایضاً)

غرض یہ کہ آپ تمام مشہور بلاد اسلامیہ کے علوم کے جامع تھے۔

مسند درس و تدریس:

امام محمدؒ ماہر اساتذہ کی زیر تربیت اور اپنی ذہانت اور محنت کی وجہ سے بہت جلد علوم دینیہ کی تحصیل فرمائی، اور نہایت کم عمری میں ہی مسندِ درس و تدریس پر فائز ہو گئے۔

علامہ خطیب بغدادیؒ نے اپنی سند کے ساتھ امام اعظمؒ (م ۲۴۰ھ) کے جلیل القدر پوتے امام اسماعیل ابن حماد بن ابی حنیفہؒ (م ۲۱۲ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

”کان محمد بن الحسن له مجلس فی مسجد الکوفۃ وہو ابن عشرين سنة“

امام محمد بن حسنؒ کی مسجد کوفہ میں مجلس درس لگتی تھی، جب آپ کی عمر صرف بیس سال تھی۔

(تاریخ بغداد: ج ۲: ص ۱۷۰) ⁴³

⁴³ یہ روایت تاریخ بغداد: ج ۲: ص ۱۷۱، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت، اور تاریخ بغداد بتحقیق شیخ بشار عواد معروف: ج ۲: ص ۵۶۳ پر موجود ہے۔ اس کی سند یوں ہے، حافظ المشرق امام خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) کہتے ہیں کہ:

أخبرني أبو الوليد الدربندي قال نا محمد بن أبي بكر الوراق ببخارى قال نا محمد بن أحمد بن حبان قال نا أحمد بن عبد الواحد بن رفيد قال سمعت أبا عصمة سعد بن معاذ يقول سمعت إسماعيل بن حماد بن أبي حنيفة يقول كان محمد ابن الحسن له مجلس في مسجد الكوفة وهو ابن عشرين سنة.

اس سند کے روات کی تحقیق یہ ہیں:

- (۱) حافظ المشرق، امام خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) کی توثیق گزر چکی۔
- (۲) امام ابو الولید، حسن بن محمد الدربندی (م ۴۵۶ھ) صدوق، حافظ الحدیث ہیں۔ (کتاب الثقات للقاظم: ج ۳: ص ۳۹۲)
- (۳) حافظ ابو عبد اللہ، محمد بن ابی بکر الغنjar (م ۴۱۲ھ) بھی ثقہ اور ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج ۹: ص ۲۰۶، المنتخب من کتاب السياق لتاریخ نيسابور: ص ۴۶)
- (۴) محمد بن احمد بن حبان سے مراد صدوق راوی، محمد بن احمد بن عمر بن حبان، ابو عمرو بخاری ہیں۔ (الزروض الباسم فی تراجم شیوخ الحاکم: ص ۳۱۳)

نوٹ:

تاریخ بغداد کے مطبوعہ نسخوں میں محمد بن احمد بن حبان کے بجائے محمد بن احمد بن حرب آگیا ہے، جو کہ کاتب کی غلطی ہے، کیونکہ ابو احمد بن عبد الواحد بن رفید کے شاگردوں اور حافظ ابو عبد اللہ، محمد بن ابی بکر الغنjar کے اساتذہ میں جس محمد بن احمد کا ذکر ہے، وہ محمد بن احمد بن حبان ہے، نہ کہ محمد بن احمد بن حرب۔ (الزروض الباسم فی تراجم شیوخ الحاکم: ص ۳۱۳)

لہذا صحیح محمد بن احمد بن حبان ہے۔ واللہ اعلم

- (۵) احمد بن عبد الواحد بن رفید کی کنیت ابو بکر ہے، لیکن وہ ابو احمد کی کنیت سے مشہور ہیں۔ (کتاب الانساب للمعانی: ج ۱۳: ص ۱۹۶) اور امام مزنی (م ۴۲۲ھ) کے نزدیک آپ میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (تہذیب الکمال: ج ۲۵: ص ۳۴۳، ج ۱: ص ۱۵۳، تاریخ بغداد: ج ۶: ص ۳۴۶، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام ابو سعد السمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) آپ کے تعارف میں ارقام فرماتے ہیں:

”انه كان يجلس في مسجد الكوفة وهو ابن عشرين سنة“

امام محمدؒ جب کوفہ کی مسجد میں درس کے لئے بیٹھے تو اس وقت آپ کی عمر صرف بیس سال تھی۔

(کتاب الانساب: ۱۶۶/۳)

آپ کچھ عرصہ کوفہ میں مسندِ درس کو آباد کرتے رہے، پھر بغداد تشریف لے گئے اور وہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔

امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) آپ کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

”وقدم بغداد ونزلها واختلف اليه الناس، وسمعو منه الحديث والرأى“

امام محمدؒ بغداد آکر وہاں آباد ہو گئے، اور لوگ آپ کے پاس آنے لگے اور آپ سے حدیث اور رائے (فقہ) کا سماع کرنے لگے۔ (الطبقات الکبریٰ: ۷/۲۴۲)

(۶) ابو عصمہ، سعد بن معاذ المروزیؒ بھی صدوق ہیں۔

امام، حافظ ابو القاسم اللالکائیؒ (م ۴۱۸ھ) نے ان کو علماء بلخ میں شمار کیا ہے۔ (شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة: ج ۲: ص ۳۴۰)، امام ابو بکر بیہقیؒ (م ۵۵۸ھ) نے ان کی روایت بوجہ استدلال صحیح قرار دیا ہے۔ (الاعتقاد للبیہقی: ص ۱۶۲-۱۶۳) اور کسی روایت کی تصحیح و تحسین اس کے ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔ (مجلہ الاجماع: ش ۴: ص ۲)

لہذا ابو عصمہ، سعد بن معاذ المروزیؒ بھی صدوق ہیں۔

(۷) اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ (م ۲۱۲ھ) بھی صدوق ہیں۔ (مجلہ الاجماع: ش ۱۲: ص ۲۳)

لہذا یہ سند حسن ہے۔ واللہ اعلم

علامہ ابن الندیمؒ (م ۳۸۵ھ) نے بھی آپ کے متعلق تصریح کی ہے کہ:

”وقدم بغداد ونزلها، وسمع منه الحديث واخذ عنه الرأي“

امام محمدؒ بغداد تشریف لائے تو وہیں مقیم ہو گئے، چنانچہ وہاں آپ سے حدیث کا سماع کیا گیا، اور رائے (فقہ) کا علم حاصل کیا گیا۔ (کتاب الفہرست: ص ۲۵۷)

آپ کے درس سے بڑے بڑے نامور اور بکثرت لوگ فیض یاب ہوئے ہیں، اور جس طرح آپ سے حدیث کا درس لینے والوں میں نابغہ روزگار محدثین ہیں اسی طرح آپ سے فقہ حاصل کرنے والوں میں بھی بلند پایہ ائمہ و مجتہدین ہیں۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ارقام فرماتے ہیں:

”وتفقه به ائمة“

امام محمدؒ سے کئی ائمہ نے فقہت سیکھی ہے۔ (مناقب ابی حنیفہ: ص ۵۰)

امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کے بعض نامور تلامذہ کا تعارف:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے امام محمدؒ کو جہاں دیگر کمالات سے نوازا، وہاں آپ کو درس و تدریس میں بھی انتہائی مقبولیت اور اعلیٰ درجہ کی مہارت سے سرفراز فرمایا، چنانچہ آپ نے جب تدریس کا آغاز کیا تو تھوڑے عرصہ میں ہی آپ کے درس کا شہرہ پورے عالم اسلام میں پھیل گیا، اور دور دراز سے تشنگانِ علم آکر آپ کے چشمہ علم سے سیراب ہونے لگے، آپ سے دینی علوم خصوصاً حدیث اور فقہ کی تعلیم پانے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان سب کا احاطہ یہاں مشکل ہے، ہم بطور ”گلے از گلزارے“ آپ کے صرف ان چند مشہور تلامذہ کا تعارف پیش کرتے ہیں، جن کی دینی خدمات تاریخ اسلام کا سنہری باب ہے۔

(۱) امام محمد بن ادریس الشافعیؒ (م ۲۰۴ھ):

حضرت امام شافعیؒ جو دوسری صدی کے مجدد، عظیم الشان مجتہد، ائمہ اربعہ میں تیسرے بڑے امام، اور حدیث و فقہ کے بلند پایہ سپوت ہیں، امام موصوف نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی فقہ کو امام محمدؒ سے حاصل کیا، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۷۵۲ھ) نے امام شافعیؒ کے مناقب میں تصریح کی ہے:

”وانهت رياسه الفقه بالعراق الى ابى حنيفة، فاخذ عن صاحبه محمد بن الحسن حمل حمل ليس فيها شئ الا وقد سمعه عليه“

عراق میں فقہ کی ریاست امام ابوحنیفہؒ پر آکر ختم تھی، امام شافعیؒ نے آپ کی فقہ کو آپ کے شاگرد امام محمد بن حسنؒ سے اخذ کیا، اور امام شافعیؒ نے ان سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر علم حاصل کیا، اور اس علم میں سے کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کا انہوں نے امام محمدؒ سے سماع نہ کیا ہو۔ (توالی التامیس: ص ۷۳)

امام شافعیؒ نے اگرچہ متعدد ائمہ سے اخذ علم کیا لیکن ان میں سب سے زیادہ جن سے انہوں نے استفادہ کیا، وہ امام محمد بن حسنؒ ہیں، اور اس کا اقرار خود امام شافعیؒ نے بھی کیا ہے۔

”قول الشافعي: حملت عن محمد وقر بختي صحيح، رواه ابن ابى حاتم، قال حدثنا الربيع، قال سمعت الشافعي يقول حملت عن محمد بن الحسن حمل بختي ليس عليه الاسماعي“

امام شافعیؒ کا یہ قول کہ ”میں نے امام محمدؒ سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر علم حاصل کیا“ ان سے صحیح ثابت ہے، چنانچہ امام ابن ابی حاتم روایت کرتے ہیں کہ ہم سے امام ربیعؒ (تلمیذ الشافعیؒ) نے بیان کیا کہ میں نے خود امام شافعیؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے امام محمد بن حسنؒ سے ایک بار اونٹ کے برابر علم حاصل کیا کہ جس کو میں نے (آپ سے اکیلے) سماع کیا تھا۔ (بلوغ الامانی: ص ۲۲)

حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۰ھ) کا یہ اپنا بیان ہے کہ :

”وكتب عن محمد بن الحسن الفقيه وقربختي“

امام شافعیؒ نے امام محمد بن حسن فقیہؒ سے ایک بار اونٹ کے برابر علم حاصل کیا۔ (البدایہ والنہایہ: ۱۹۶/۷)

نیز امام ذہبیؒ (م ۴۸۰ھ) امام محمدؒ کے ترجمہ میں تصریح کرتے ہیں کہ:

”اخذ عنه الشافعي فاكثرا جدا“

امام شافعیؒ نے آپ سے بہت زیادہ علم حاصل کیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۳۴/۹)

حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۴۰ھ) آپ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

”وسكن بغداد وحدث بها وكتب عنه الشافعي حين قدمها في سنة اربع وثمانين ومائة“

آپ نے بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی، اور وہاں آپ حدیث کا درس دیا کرتے تھے امام شافعیؒ جب ۱۸۴ھ میں بغداد آئے تھے تو آپ سے انہوں نے حدیث لکھی تھی۔ (البدایہ والنہایہ: ۱۹۶/۷)

نیز حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۴۰ھ) موصوف امام شافعیؒ کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

”واكرمه محمد بن الحسن وكتب عنه الشافعي وقربعير“

امام محمد بن حسنؒ نے امام شافعیؒ کا اکرام کیا تھا، اور امام شافعیؒ نے آپ سے ایک بار شتر کے برابر علم لکھا تھا۔ (ایضا: ۳۵۵/۷)

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۵۰ھ) فرماتے ہیں:

”روی عنه الامام الشافعی ولازمه وانتفع به“

امام شافعیؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے، اور انہوں نے آپ (کی صحبت) کو لازم پکڑا ہے، اور آپ سے وہ نفع مند ہوئے ہیں۔ (الجواهر المضیہ: ۲/۲۲)

حافظ ابن عبدالبہادی حنبلیؒ (م ۴۴۲ھ) نے امام محمدؒ کے تعارف میں لکھا ہے:

”احد شیوخ الامام الشافعی“

کہ آپ امام شافعیؒ کے شیوخ میں سے ایک ہیں۔ (مناقب الائمة الاربعہ: ص ۶۰)

نیز دیگر متعدد محدثین مثلاً حافظ ابن عبد البرؒ (م ۶۳۱ھ)، علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۶۳۳ھ)، علامہ سمعانیؒ (م ۶۲۲ھ)، حافظ ابن جوزیؒ (م ۷۹۷ھ)، حافظ عبد الکریم بن محمد، ابو قاسم الرافعی القزوينیؒ (م ۶۲۳ھ)، علامہ ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ)، علامہ ابن الاثیرؒ (م ۷۲۰ھ)، علامہ ابن الفراتؒ (م ۷۰۷ھ)، علامہ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) اور علامہ ابن العماد حنبلیؒ (م ۸۰۹ھ) وغیرہ نے بھی تصریح کی ہے کہ امام شافعیؒ نے امام محمدؒ سے اخذ علم کیا تھا، اور انہوں نے آپ سے فقہ اور حدیث کی روایت کی ہے۔ (دیکھئے، الانتقاء: ص ۹۷، تاریخ بغداد: ۲/۱۶۹، کتاب الانساب: ۳/۱۶۶، المنتظم لابن الجوزی: ۹/۱۷۳، التذوین للرافعی: ۱/۲۵۱، وفیات الاعیان: ۲/۳۲، اللباب: ۲/۳۵، تعجیل المنفعة: ص ۳۶۱، شذرات الذهب: ۱/۳۲)

امام شافعیؒ کی ”مسند“ میں بھی امام محمدؒ کم از کم سات احادیث موجود ہیں۔ (دیکھئے: مسند الشافعی: ص ۳۳۸، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۸۴) اور کتاب الام میں بھی امام محمدؒ سے روایات لی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے بھی تصریح کی ہے کہ:

امام شافعیؒ کی مسند میں ان کی امام محمدؒ سے روایت کردہ احادیث موجود ہیں۔ (تعجیل المنفعة: ص ۳۶۱)

مولانا شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد (م ۱۳۲۹ھ) اس مسند کی ایک حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

”رواہ الشافعی فی مسنده عن محمد بن الحسن عن ابی یوسف القاضی عن هشام بن عروہ عن ابیہ...“

اس حدیث کو امام شافعیؒ نے اپنی ”مسند“ میں امام محمد بن حسنؒ سے روایت کیا ہے، اور وہ اس کو امام ابو یوسف قاضیؒ سے، وہ هشام بن عروہؒ سے، اور وہ اس کو اپنے والد عروہؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(التعلیق المغنی: ۲/۲۷۳)

روایت حدیث کے علاوہ امام شافعیؒ آپؒ کی فقہ سے بھی بہت بہرہ مند ہوئے ہیں، اور اسی لئے محدث، ناقد حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۳۸۰ھ) نے ان کو امام محمدؒ سے فقہ حاصل کرنے والوں میں سب سے زیادہ فقیہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ ذہبیؒ، امام حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۲۰۰ھ) کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

”وافقه اصحاب محمد، ابو عبد اللہ الشافعی“

امام محمد بن حسنؒ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ فقیہ امام ابو عبد اللہ الشافعیؒ ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۵/۳۴)

علاوہ ازیں حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) نے بھی امام شافعیؒ کے متعلق یہ تسلیم کیا ہے کہ:

”فاجتمع بمحمد بن الحسن وكتب كتبه“

امام شافعیؒ نے امام محمدؒ کے ساتھ مجالست کی تھی، اور آپ سے آپ کی کتابیں لکھی تھیں۔ (مجموع الفتاویٰ: ۲۰/۱۵۰)

نیز موصوف حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ)، امام ابو یوسفؒ کی کتاب ”اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلیٰ“ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

”واخذہ عنہ محمد بن الحسن، ونقلہ الشافعی عن محمد بن الحسن“

امام ابو یوسفؒ سے اس کتاب کو امام محمد بن حسنؒ نے لیا، اور امام محمدؒ سے اس کو امام شافعیؒ نے روایت کیا ہے۔ (ایضاً: ج ۲۰: ص ۱۴۹)

شیخ عبد الرحمن الیمانی المعلمیؒ غیر مقلد (م ۱۳۸۶ھ) بھی اس حقیقت کا اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فالحق ان الشافعی سمع بعض الكتب من محمد علی سبیل الروایة“

حق بات یہ ہے کہ امام شافعیؒ نے امام محمدؒ سے آپ کی بعض کتب کو روایت کے طریقے کے مطابق سنا تھا۔ (التکیل: ۱/۴۲۱)

مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ غیر مقلد (م ۱۳۸۶ھ) نے بھی اقرار کیا ہے کہ امام شافعیؒ نے امام محمدؒ سے استفادہ کیا ہے۔ (دیکھئے: تحریک آزادی فکر: ص ۸۶) 44

44 امام محمدؒ سے امام شافعیؒ کے تلمذ پر علی زئی کی ہٹ دھرمی:

مذکورہ بالا تحقیق اور ٹھوس حوالوں سے الحمد للہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ امام محمدؒ سے امام شافعیؒ کو شرف تلمذ حاصل ہے، اور امام شافعیؒ نے آپ سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے، مگر ایک نام نہاد، محقق حافظ زبیر علی زئی نے ان سب حقائق سے دانستہ چشم پوشی کرتے ہوئے محض حافظ ابن تیمیہؒ کے ایک شاذ قول کے بل بوتے امام محمدؒ سے امام شافعیؒ کے تلمذ سے انکار کر دیا، چنانچہ لکھتے ہیں: ”ایک رافضی نے کہا کہ (امام) شافعیؒ نے محمد بن الحسنؒ سے پڑھا ہے، تو اس کی تردید کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ: ”ان هذا ليس كذلك، بل جالسوه و عرف طريقته و ناظره، و اول من اظهر الخلاف لمحمد بن الحسن و الرد عليه الشافعی.....“ ایسی بات نہیں بلکہ (امام شافعیؒ) ان کے پاس بیٹھے ہیں، اس کا طریقہ پہچانتا ہے، اور اس سے مناظرہ کیا ہے، سب سے پہلے محمد بن الحسن سے اختلاف اور اس کا رد امام شافعیؒ نے کیا ہے، (منہاج السنۃ النبویہ: ج ۴ ص ۱۴۳)، ایک غالی دیوبندی نے شیخ الاسلام کا رد لکھا ہے۔ لیکن یہ مردود ہے۔ (الحدیث: ش ۷، ص ۱۲، ۱۳)

علی زئی اس عبارت سے یہ تاثر دے رہے ہیں کہ امام محمدؒ سے امام شافعیؒ کے تلمذ کے قائل صرف رافضی ہیں، حالانکہ بحوالہ گذر چکا ہے، کہ خود امام شافعیؒ سمیت متعدد محدثین نے امام محمدؒ سے تلمذ کی تصریح کی ہے۔ (دیکھئے ص:)

کیا یہ سب حضرات بھی علی زئی کی نظر میں رافضی ہیں؟

نیز امام شافعیؒ کی ”مسند“ میں بھی امام محمدؒ سے کئی احادیث مروی ہیں، اور ان میں ایک حدیث کی سند بحوالہ مولانا عظیم آبادیؒ غیر مقلد ہم نقل بھی کر چکے ہیں، اس شہادت کا زیر علی زئی اور اہل حدیث کیا کریں گے۔

اور پھر حافظ ابن تیمیہؒ کے دو حوالے بھی ہم ذکر کر چکے ہیں، جن میں انہوں نے بھی امام محمدؒ سے امام شافعیؒ کے آپ سے استفادہ کرنے کا اقرار کیا ہے۔

اب علی زئی صاحب کی دیانت داری ملاحظہ کریں کہ خود امام شافعیؒ بھی امام محمدؒ سے اپنے تلمذ کا اقرار کر رہے ہیں، اور دیگر محدثین اور علمائے غیر مقلدین بھی اس کی تصریح کر رہے ہیں، حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) بھی دوسری جگہ امام شافعیؒ کا امام محمدؒ کے شاگرد ہونے کی تصدیق کر رہے ہیں، اور سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ خود امام شافعیؒ کی مسند میں بھی امام محمدؒ سے مروی احادیث موجود ہیں، لیکن یہ سب حوالہ جات تو علی زئی کی نظر میں مردود ٹھہر رہے ہیں، اور حافظ ابن تیمیہؒ کا ایک شاذ قول ہی ان کے ہاں معتبر قرار دیا جا رہا ہے۔

بریں عقل و دانش بایاد گریست

اور پھر علی زئی نے حافظ ابن تیمیہؒ کا یہ حوالہ نقل کرنے میں بھی دجل و تلبیس کا مظاہرہ کیا ہے، اور ان کی پوری عبارت نقل نہیں کی، کیونکہ اس سے علی زئی کے اپنے موقف پر زد پڑتی تھی، وہ اس طرح کہ جس رافضی کی حافظ ابن تیمیہؒ نے تردید کی ہے اس نے نہ صرف یہ کہ امام محمدؒ سے امام شافعیؒ کے تلمذ کا ذکر کیا ہے بلکہ اس نے امام شافعیؒ سے امام احمدؒ کے تلمذ کا بھی ذکر کیا تھا، اور حافظ نے اس کی ان دونوں باتوں کی تردید کی ہے۔ (جو خلاف تحقیق ہے) چنانچہ حافظ موصوف کی جو عبارت علی زئی نے ذکر کی ہے، اس سے آگے ان کی عبارت یوں ہے:

”و کذا لک احمد بن حنبل لم یقرأ علی الشافعی لکن جالسہ کما جالس الشافعی محمد بن الحسن، واستفاد کل منہما من صاحبه“۔ (منہاج السنۃ: ۱۴۳/۲)

امام محمدؒ نے امام شافعیؒ کو تعلیم دینے کے علاوہ اُن پر دیگر بھی بڑے احسانات کئے ہیں، چنانچہ محدث ابن الفراتؒ (مکملہ) اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں:

”وكان كثير البر بالامام الشافعيؒ في قضاء ديونہ، والانفاق عليه من ماله وإعارة الكتب“

امام محمدؒ نے امام شافعیؒ کے ساتھ بڑے احسانات کئے ہیں، اُن کے قرضے ادا کئے، اُن پر مال خرچ کیا، اور اُن کو عاریۃ کتابیں عطا کیں۔ (شذرات الذهب: ۳۲۳، ۳۲۴)

جب امام شافعیؒ بغداد میں بعض شریکوں کی سازش سے خلیفہ ہارون الرشید کے عتاب میں آ گئے تھے، اور قریب تھا کہ خلیفہ اُن کو قتل کروا دیتا، لیکن امام محمدؒ (جو اُس وقت خلیفہ کے انتہائی مقربین میں

(امام شافعیؒ نے جیسے امام محمدؒ سے نہیں پڑھا) اسی طرح امام احمد ابن حنبلؒ نے بھی امام شافعیؒ سے نہیں پڑھا، بلکہ صرف ان کے پاس بیٹھے ہیں جیسا کہ امام شافعیؒ، امام محمد بن الحسنؒ کے پاس بیٹھے تھے، اور ان دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے ساتھی سے استفادہ کیا ہے۔

علی زئی صاحب نے حافظ موصوف کی یہ عبارت اس لئے چھوڑ دی ہے کیونکہ اس میں امام شافعیؒ سے امام احمدؒ کے تلمذ کی بھی نفی ہے، جب کہ علی زئی امام شافعیؒ کو امام احمدؒ کے استاذ تسلیم کرتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں: ابو حاتم رازیؒ نے امام احمد کو علم حدیث میں ان کے استاذ امام شافعیؒ پر ترجیح دی ہے۔ (الحدیث: ش ۲۵، ص ۳۹)

یہ ہے علی زئی کا انصاف! کہ حافظ ابن تیمیہؒ کی آدھی بات ان کے ہاں مقبول ہے، اور آدھی بات مردود، گویا

میٹھا میٹھا ہپ

کڑوا کڑوا تھو

خلاصہ امام محمدؒ سے امام شافعیؒ کے عدم تلمذ پر زبیر علی زئی اور اہل حدیث حضرات کی ہٹ دھرمی باطل اور مردود ہے۔

سے تھے) اللہ کی طرف سے نبی مدد بن کر اُن کی امداد کے لئے بیچ میں آگئے ، اور خلیفہ کے سامنے ان کی صفائی پیش کر کے اُن کو اپنی ضمانت سے خلیفہ سے چھڑوالیا، اس طرح امام شافعیؒ قتل ہونے سے بچ گئے۔

مؤرخ اسلام علامہ ابن العمداء حنبلیؒ (م ۸۹۰ھ) اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”فیجب علی کل شافعی الی یوم القيامة ان يعرف هذا محمد بن الحسن ويدعو له بالمغفرة“

یوم قیامت تک آنے والے ہر شافعی المذہب شخص پر واجب ہے کہ وہ امام محمد بن الحسنؒ کے اس احسان کو پہچانے، اور آپ کی مغفرت کے لئے دعا کرے۔ (ایضاً)

امام شافعیؒ سے منسوب ”رحلة الشافعی“ کی حقیقت:

لیکن صد افسوس کہ بعض متعصب لوگوں نے امام محمدؒ کے اس احسان کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے اُلٹا امام شافعیؒ کے نام سے ایک جھوٹا سفر نامہ (رحلة الشافعی) گڑھ کر امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ پر یہ جھوٹا الزام لگادیا کہ ان دونوں حضرات نے امام شافعیؒ کے قتل کی سازش کی تھی، اور خلیفہ کو ان کے قتل پر ابھارا تھا، اس طرح اس فرضی سفر نامے میں انہوں نے اور طرح طرح کے جھوٹ امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کی طرف منسوب کئے ہیں۔

علامہ ابن العمداءؒ (م ۸۹۰ھ) بحوالہ محدث ابن الفراتؒ (م ۸۰۷ھ) ان لوگوں کی تردید میں لکھتے ہیں:

”وقد ذکر بعض الشافعية ان محمد بن الحسن وشي بالامام الشافعي الى الخليفة بانه يدعي انه يصلح للخلافة وكذا ابو يوسف رحمهما الله، وهذا بهتان واقتراء عليهما، والعجب منهم كيف نسبوا هذا اليهما مع علمهم بان هذا لا يليق بالعلماء ولا يقبله عقل عاقل“

بعض شافعیوں نے ذکر کیا ہے کہ امام محمد بن حسنؒ اور اسی طرح امام ابو یوسفؒ نے بھی خلیفہ (ہارون الرشید) سے شکایت کی تھی کہ امام شافعیؒ نے دعویٰ کیا ہے کہ میں خلیفہ بننے کا اہل ہوں، حالانکہ یہ ان دونوں اماموں پر محض بہتان اور افتراء ہے، اُن لوگوں پر تعجب ہے کہ انہوں نے کس طرح یہ بات ان کی طرف منسوب کر دی، حالانکہ اُن کو معلوم ہے کہ یہ چیز علماء کے لائق نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی عقل مند اس کو قبول کر سکتا ہے۔ (ایضاً)

حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ)، حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۴۶ھ) اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) وغیرہ محدثین نے بھی امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ پر ان الزامات کی پرزور تردید کی ہے، اور امام شافعیؒ کی طرف منسوب اُن سفر ناموں کو جھوٹ کا پلندہ قرار دیا ہے۔ (مجموع الفتاویٰ: ۲۰/۱۵۰، البدایہ والنہایہ: ۷/۱۷۳، توالی التاسیس: ص ۱۳۱، ۱۳۲)

امام محمد زاہد الکوثریؒ (م ۱۳۱۶ھ) نے بڑی عرق ریزی سے اُن سفر ناموں کی ایک ایک جزئی کی خوب نقاب کشائی کی ہے۔ (دیکھئے: بلوغ الامانی: ص ۲۸ تا ۳۵)، جزاء اللہ عنا احسن الجزاء۔⁴⁵

⁴⁵ پاک وہند کے بعض غیر مقلدین امام شافعیؒ کی طرف منسوب ان مَن گھڑت سفر ناموں کو شائع کرتے ہیں، اور ان کو امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے درمیان مخالفت اور دشمنی ثابت کرنے کے لئے بطور استدلال پیش کرتے ہیں، یہاں تک کہ غیر مقلدین کے استاذ العلماء مولانا محمد گوندلویؒ غیر مقلد نے ایسے ہی ایک جھوٹے سفر نامے کے چند اقتباسات نقل کر کے امام محمدؒ سے امام شافعیؒ کے تلمذ کو محض افسانہ قرار دے دیا۔ (التحقیق الراخ: ص ۱۸۶) انا للہ.....

یہ ہے اُن کے استاذ العلماء کا حال تو پھر اندازہ لگا لیں کہ اُن کے جُہلاء کا کیا حال ہوگا؟

قیاس کن ز گلستان من بہار را

(۲) امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ):

امام احمدؒ حدیث اور فقہ کے ارکان میں شمار ہوتے ہیں اور ائمہ متبوعین میں امام شافعیؒ کے بعد اُن ہی کا مقام و مرتبہ ہے۔

یہ عظیم المرتبت امام بھی امام محمد بن حسنؒ سے استفادہ کرنے والوں میں سے ہیں۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۶۳۳ھ) نے بہ سند متصل امام احمدؒ کے صاحبزادے امام عبداللہ بن احمدؒ (م ۶۹۰ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

”کتب ابی عن ابی یوسف و محمد ثلاثہ قماطر، قلت لہ کان ينظر فیہا، قال کان ربما ينظر فیہا“

میرے والد (امام احمدؒ) نے امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بن حسنؒ سے تین قماطیر (بڑے تھیلے) علم کے لکھے تھے، (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے امام عبداللہ سے پوچھا کہ: کیا آپ کے والد اُن کا مطالعہ بھی کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، بسا اوقات اُن کا مطالعہ بھی کیا کرتے تھے۔ (تاریخ بغداد: ۲۲۵/۳)

شیخ عبدالرحمن الیمانی المعلمیؒ غیر مقلد (م ۳۸۶ھ) اس قول کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”فالظاهر انه كتب عنهما مما يرويانہ من الآثار“

اس قول سے ظاہر یہی ہے کہ امام احمدؒ نے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے ان دونوں کی احادیث لکھی تھیں۔ (التکلیل: ج ۱: ص ۱۶۵)

نیز ایک اور روایت میں امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ دقیق مسائل کہاں سے حاصل کئے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا:

”من كتب محمد بن الحسن“

کہ امام محمد بن حسنؒ کی کتابوں سے۔ (تاریخ بغداد: ج ۲: ص ۱۷۴، طبع بیروت)⁴⁶

⁴⁶ امام محمدؒ سے امام احمدؒ کے تلمذ پر علی زئی کی نکتہ چینی کی حقیقت:

اعتراض:

علی زئی امام احمدؒ کے مذکورہ بالا قول پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس روایت کے راوی ابو بکر القراطیسی کی توثیق نامعلوم ہے، اور دوسرے یہ کہ اس کا تعلق روایت حدیث سے نہیں ہے۔ (الحديث: ش ۷، ص ۱۸)

جواب :

اولاً: یہ روایت تاریخ بغداد: ج ۲: ص ۱۷۴، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت، اور تاریخ بغداد بتحقیق شیخ بشار العواد معروف: ج ۲: ص ۵۷۳ پر موجود ہے۔ اس کی سند یوں ہے، حافظ المشرق امام خطیب بغدادیؒ (م ۶۳۳ھ) کہتے ہیں کہ:

حَدَّثَنِي الْخَلال، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَمْرٍو، أَنَّ عَلِيَّ بْنَ مُحَمَّدٍ النَّخَعِيَّ حَدَّثَهُمْ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ الْقَرَاتِيْسِي، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ الْحَرَبِيُّ، قَالَ: سَأَلْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ، قُلْتُ: هَذِهِ الْمَسَائِلُ الدَّقَائِقُ مِنْ أَيْنَ لَكَ، قَالَ: مِنْ كُتُبِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ۔

اس سند میں امام علی بن محمد ابن کاس النخعیؒ (م ۲۴۴ھ) کے استاذ ابو بکر القراطیسیؒ پر زبیر علیؒ نے اعتراض کیا ہے کہ ان کی توثیق نامعلوم ہے، لیکن حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۸ھ) نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ (مناقب: ص ۸۶، دیکھئے ص: ۱۵۶)

اور کسی روایت کی تصحیح و تحسین اس روایت کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔ (مجلہ الاجماع: ش ۴: ص ۲) لہذا اس روایت میں ابو بکر القراطیسیؒ، حافظ ذہبیؒ کے نزدیک صدوق ہیں، نیز پچھلی روایت سے بھی، امام احمد کا امام محمد سے روایت لینا ثابت ہوتا ہے۔

الغرض ہر لحاظ سے علی زئی کا اعتراض باطل ہے۔

ثانیاً: اس قول کے صحیح ہونے کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ مؤرخ اسلام حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تاریخ میں اس قول کو نقل کر کے اس پر کوئی جرح و قدح نہیں کی۔ (البدایہ والنہایہ: ۱۹۷/۷) اور غیر مقلدین کے امام العصر مولانا ابراہیم سیالکوٹیؒ نے امام ابن کثیرؒ کے بارے میں تصریح کی ہے کہ ان کی عام روش یہی ہے کہ وہ قابل جرح روایت پر جرح ظاہر کر دیتے ہیں۔ (سیرت المصطفیٰ ﷺ: ۱۸۳) بنا بریں امام ابن کثیرؒ کا اس قول کو نقل کرنے کے بعد جرح سے سکوت کرنا

اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک اس قول کی سند صحیح ہے، لہذا اس قول کی سند کے راوی ”القرطبی“ کو مجہول کہنا غلط ہے۔

ثالث : اگر اس کی توثیق معلوم نہ بھی ہو تو پھر بھی کوئی مضر نہیں کیونکہ علی زئی کے انتہائی مدوح مولانا محمد گوندوی غیر مقلد (جن کو علی زئی نے ”شیخ الاسلام، حجتہ الاسلام، شیخ القرآن والحديث، الامام التقی، المتقن الحج، المحدث الفقہ، الاصولی“ قرار دیا ہے، الکوکب الدریۃ: ص ۷۷) نے ایک راوی جس کی توثیق نامعلوم ہے، کے بارے میں لکھتے ہیں :

مگر عدم علم سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مجہول ہو۔ (خیر الکلام: ص ۲۴۸)

نیز وہ لکھتے ہیں علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: صحیحین (صحیح بخاری صحیح مسلم) کے روایات (راویوں) میں بہت سے ایسے ہیں جن کی توثیق صراحتاً کسی سے ثابت نہیں ہے۔ (ایضاً: ص ۱۶۹)

اسی طرح انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ علامہ عراقی فرماتے ہیں جو محدث مجروح نہ ہو وہ آنحضرت ﷺ کے اس قول کہ (اس علم کے اٹھانے والے عادل ہوں گے) عادل ٹھہرے گا۔ (ایضاً: ص ۱۶۸)

علی زئی کے اس انتہائی مدوح کے مذکورہ اقتباسات سے واضح ہو گیا کہ کسی راوی کی توثیق معلوم نہ ہونا مضر نہیں ہے، بشرطیکہ وہ مجروح نہ ہو، اور ابو بکر قرطبیؒ کا مجروح ہونا ثابت نہیں ہے، ورنہ علی زئی حوالہ پیش کریں، اور پھر اس کی مذکورہ روایت کی تائید پہلی روایت سے بھی ہو رہی ہے، جس میں امام احمدؒ کا امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے دو قناطیر علم لکھنے کا ذکر ہے، اور وہ روایت بالکل صحیح ہے، لہذا متابعت کی صورت میں یہ روایت بھی قابلِ حجت ہے۔

رہا علی زئی کا یہ کہنا کہ اس قول کا روایت حدیث سے تعلق نہیں ہے، تو جواباً عرض ہے کہ اس پر زبیر علی زئی کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

اور اگر اس قول کا تعلق روایت حدیث سے نہ بھی ہو بلکہ فقہی مسائل سے ہو تو پھر بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ امام احمدؒ کے پہلے قول کا تعلق تو ضرور روایت حدیث سے ہے کیونکہ شیخ معلیٰ غیر مقلد (جن کو علی زئی صاحب: ”ذہبی عصر حق“ قرار دیتے ہیں۔ (نور العینین: ص ۱۱۹) کی تصریح گزر چکی ہے کہ امام احمدؒ کے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے تین قناطیر علم لکھنے کا ظاہری مطلب یہی ہے کہ امام احمدؒ نے ان دونوں سے ان کی مروی احادیث لکھی تھیں، لہذا امام احمدؒ کے پہلے قول

اس طرح امام محمدؒ کو یہ مقام و مرتبہ حاصل ہوا کہ ائمہ اربعہ میں سے دو اماموں (ابو حنیفہؒ و مالکؒ) سے آپ نے علم حاصل کیا، جب کہ ان میں سے دو اماموں (شافعیؒ و احمدؒ) نے آپ سے علم حاصل کیا۔

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

(۳) امام اسد بن فراتؒ (م ۱۳۰ھ):

امام موصوف ایک بلند پایہ فقیہ، جلیل القدر محدث، عظیم مجاہد، اور فاتح صقلیہ (افریقہ) ہیں، نیز ان کا شمار امام مالکؒ اور صاحبین (امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ) کے کبار تلامذہ میں ہوتا ہے۔

یہ ۱۳۲ھ میں نجران میں پیدا ہوئے، جب دو سال کے تھے تو ان کے والد ان کو لے کر قیروان آگئے، پھر وہاں سے یہ ”تونس“ چلے گئے اور وہاں تحصیل علم میں مشغول ہو گئے، مزید دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے انہوں نے مدینہ منورہ، اور عراق (کوفہ وغیرہ) کا سفر کیا، اور امام مالکؒ اور امام محمدؒ وغیرہ مشائخ سے فقہ اور حدیث کا درس لیا۔

حافظ ابن ناصر الدینؒ (م ۸۴۰ھ) ان کے تعارف میں لکھتے ہیں:

سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ امام محمدؒ ان کے نزدیک روایت حدیث میں با اعتماد تھے، اور دوسرے قول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے ہاں آپ فقہ میں بھی قابلِ حجت اور قابلِ استدلال تھے، اور امام احمدؒ نے فقہ اور حدیث دونوں علوم میں آپ سے فائدہ اٹھایا ہے۔ وهذا هو المطلوبنا۔

نیز حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ نے تصریح کی ہے کہ امام احمدؒ نے امام محمدؒ سے ان کی کتب سنیں اور ان کو روایت بھی کیا ہے۔ دیکھئے (ص: ۱۳۱) اور امام محمدؒ کے کتب مثلاً کتاب الآثار، موطا، کتاب الاصل المعروف بالمبسوط، جامع الصغیر وغیرہ میں مرفوع و موقوف اور مقطوع احادیث موجود ہیں۔

لہذا ہر لحاظ سے زنی صاحب کا اعتراض باطل و مردود ہے۔

”اختلف الى علي بن زياد التونسي بتونس، فلزمه وتفقه به ثم رحل الى المشرق وسمع من مالك بن انس ”موطا“ وغيره، ثم رحل الى العراق، فاخذ عن ابي يوسف ومحمد ابن الحسن وابي بكر بن عياش وغيرهم“

امام ابن الفرات تونس میں علی ابن زیاد تونس کے پاس تشریف لے گئے، اور ان کی مجلس میں باقاعدگی سے شریک ہو کر ان سے فقہ حاصل کیا، پھر انہوں نے مشرق (مدینہ منورہ) کی طرف سفر کیا، اور امام مالک سے ان کی ”موطا“ اور دیگر احادیث کا سماع کیا، اور پھر یہ عراق (کوفہ) چلے گئے اور امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن اور امام ابو بکر بن عیاش وغیرہ سے علم حاصل کرنے لگے۔ (اتحاف السالك: ص ۲۶۲)

جب یہ امام مالک کے پاس مقیم تھے تو دورانِ سبق یہ ان سے فقہ کے متعلق بڑے سوالات کرتے تھے، ایک مرتبہ امام مالک نے تنگ آکر ان سے کہہ دیا:

”ان احببت الراى فعليك بالعراق“

اگر تو رائے (فقہ) پسند کرتا ہے، تو پھر عراق چلا جا۔

امام ابن الفرات یہ سن کر کوفہ آگئے، اور امام ابو حنیفہ کے تلامذہ خصوصاً امام محمد بن حسن سے فقہ حاصل کرنے لگے۔ (معالم الايمان في تاريخ القيروان: ۴/۱۶، بلوغ الاماني: ص ۱۴)

علامہ زاہد الکوثری بحوالہ ”معالم الايمان في تاريخ القيروان“ لکھتے ہیں:

”فسمع اسد بن الفرات بالعراق من اصحاب ابي حنيفة وتفقه عليهم: منهم ابو يوسف القاضي، واسد بن عمرو البجلي، ومحمد بن الحسن وغيرهم من فقهاء العراق وكان اكثر اختلافه الى محمد بن الحسن“

امام اسد بن فراتؒ (م ۱۳۱ھ) نے عراق میں امام ابو حنیفہؒ کے جن تلامذہ سے حدیث کا سماع کیا، اور ان سے فقہ کی تعلیم پائی ان میں امام ابو یوسف قاضیؒ، امام اسد ابن عمرو الجبلیؒ، اور امام محمد بن حسنؒ وغیرہ شامل ہیں، اور ان کی اکثر آدورفت امام محمد بن حسنؒ کے پاس رہتی تھی۔ (بلوغ الامانی: ص ۱۵)

امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) نے اُن پر خاص توجہ دی اور ان کو حدیث و فقہ کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ مالی طور پر بھی ان کی امداد کرتے رہے، یہاں تک کہ انہوں نے فقہ میں مکمل عبور حاصل کر لیا، پھر یہ مصر چلے گئے اور وہاں اُن کی ملاقات امام مالکؒ کے تلامذہ خصوصاً ان کے شاگرد کبیر امام عبدالرحمن ابن قاسمؒ (م ۱۹۹ھ) سے ہوئی، اور انہوں نے امام محمدؒ سے دورانِ سبق جو فقہ حنفی کی فروعات (جزئیات) لکھی تھیں ان ہی کی طرز پر انہوں امام ابن القاسمؒ سے سوالات کر کے فقہ مالکی کی فروعات لکھیں جو کہ: ”مسائل اسدیہ“ سے مشہور ہوئیں، اور پھر یہی ”مسائل اسدیہ“ آگے جا کر فقہ مالکی کی تدوین (یعنی فقہ مالکی کی بنیادی کتاب ”المدونة للسحنون“ کی بنیاد بنے۔

مشہور محدث امام ابو زرعہ رازیؒ (م ۲۶۴ھ) سے ان کے شاگرد حافظ ابو عثمان البرزعیؒ (م ۲۹۲ھ) نے پوچھا کہ:

یہ مسائل اسدیہ کیا ہیں؟

انہوں نے جواب دیا:

كان رجل من اهل المغرب يقال له اسد، رحل الى محمد بن الحسن، فسأله عن هذه المسائل، ثم قدم مصر فاذا عبد الله بن وهب فسأله أن يسأله عن تلك المسائل، فما كان عنده فيها عن مالك اجابه، ومالم يكن عنده قاس على مالك فلم يفعل، فأتى عبدالرحمن بن القاسم فتوسع له، فأجابه على هذا۔

اہل مغرب میں سے ایک آدمی تھے جن کو اسد (بن فرات) کہا جاتا ہے، انہوں نے امام محمد بن حسنؒ کے پاس جا کر آپ سے ان مسائل (کے جوابات) پوچھے تھے، پھر یہ مصر آگئے، اور یہاں انہوں نے امام عبداللہ بن وہبؒ (تلمیذ امام مالکؒ) سے ان مسائل کے متعلق پوچھا، ان کے پاس ان سوالات میں سے جن کے متعلق امام مالکؒ سے کچھ منقول تھا ان کے جوابات امام مالکؒ کے حوالے سے دیئے، اور جن سوالات کے متعلق ان کے پاس امام مالکؒ سے کچھ نہیں لکھا ہوا تھا، ان کے جوابات انہوں نے جب امام مالکؒ کے دوسرے اقوال پر قیاس کر کے دیئے تو امام ابن الفرّاتؒ نے ان کو لکھنے سے انکار کر دیا، اور (امام مالکؒ کے بڑے شاگرد) امام عبدالرحمن بن قاسمؒ کے پاس گئے، وہ ان کے ساتھ بڑی کشادگی سے پیش آئے اور ان کے سب سوالات کے جوابات ان کو امام محمدؒ کی طرز پر دیئے۔ (سوالات البرزعی لابن زرعہ الرازی: ص ۲۴۹، ۲۵۰، اتحاف السالک: ص ۲۶۴)

امام ابو زرعہؒ (م ۲۶۴ھ) کے مذکورہ قول کو امام ابن ابی حاتمؒ (م ۳۲۷ھ) نے بھی ان سے نقل کیا ہے۔ (الجرح والتعديل: ۲۷۹/۵)

علامہ زاہد الکوثریؒ (م ۱۳۱۶ھ) نے ”نیل الابتہاج بتطییر یزالدیاج“ کے حوالے سے یہ بھی تصریح کی ہے کہ:

”وهذه اسدية هي اصل مدونة سحنون اصلح ابن القاسم منها اشياء على يد سحنون“

یہ مسائل اسدیہ ہی امام سحنونؒ کی ”مدونہ“ کی اصل ہیں، امام ابن القاسمؒ نے ان میں سے بعض مسائل کی اصلاح (اپنے شاگرد) امام سحنونؒ کے ہاتھ سے کروائی تھی۔ (بلوغ الامانی: ص ۱)

حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) نے بھی ”مدونہ“ کی اصل اہل عراق (یعنی امام محمدؒ) کی فروعات مسائل کو قرار دیا ہے۔ (مجموع الفتاویٰ: ۲۰/۱۳۹-۱۵۰)

واضح رہے کہ فقہ مالکی کی سب سے بنیادی اور بااعتماد کتاب ”المدونہ“ ہی ہے کہ جس کی اصل امام محمدؒ کے وہ مسائل ہیں جن کو آپ سے امام اسد بن فراتؒ نے لکھا تھا۔

گویا فقہ مالکی کے مسائل کی تدوین بھی امام محمدؒ اور آپ کے شاگرد امام ابن الفراتؒ کے مرہونِ منت ہے، امام ابن الفراتؒ کا یہ بھی بہت بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے بیک وقت فقہ حنفی اور فقہ مالکی کو دیارِ مغرب میں متعارف کروایا، اور آخر عمر میں یہ فقہ حنفی کی ہی صرف نشر و اشاعت کرتے رہے، جس سے فقہ حنفی افریقہ، اور مغرب میں اندلس (اسپین) تک پھیل گیا، اور ۴۰۰ ہجری تک یہاں فقہ حنفی کا غلبہ رہا، اور یہاں کے رہنے والوں کی اکثریت فقہ حنفی سے ہی وابستہ رہی۔ (بلوغ الامانی: ص ۱۷، للامام الکوثریؒ، ابو حنیفہ، حیاتہ وعصرہ، آراءہ وفقہہ، ص: ۴۰۳، للشیخ ابی زھرہ)

(۴) امام یحییٰ ابن معینؒ (م ۲۴۳ھ):

امام یحییٰ ایک یگانہ روزگار محدث اور فن جرح و تعدیل کے مایہ ناز سپوت ہیں۔ مولانا عبدالرحمن مبارکپوری صاحبؒ غیر مقلد نے لکھا ہے کہ: امام الجرح والتعدیل یحییٰ ابن معینؒ جن کی نسبت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

”کل حدیث لا یعرفہ یحییٰ فلیس بحدیث“

یعنی جس حدیث کو یحییٰ بن معینؒ نہ پہچانیں وہ حدیث ہی نہیں ہے۔ (تحقیق الکلام: ۸۷/۲)

آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ حدیث اور فن جرح و تعدیل کے یہ عالی المرتبت امام نہ صرف یہ کہ فقہ حنفی سے وابستہ تھے بلکہ ان کا شمار کٹر حنفیوں میں ہوتا ہے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۵ھ) ان کے متعلق تصریح کرتے ہیں:

”ان ابن معین کان من الحنفیۃ الغلاء فی مذہبہ وان کا محدثا“

امام یحییٰ بن معینؒ اُن حنفیوں میں سے ہیں جو اپنے مذہب (فقہ حنفی) میں غالی ہیں، اگرچہ یہ محدث ہیں۔ (الرواة الثقات المتکلم فیہم فیما لا یوجب ردہم: ص ۷)

نیز ذہبیؒ (م ۴۸۰ھ) امام موصوف کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

”قد کان ابو زکریاؒ حنفیاً فی الفروع“

بے شک امام ابو زکریا (یحییٰ بن معینؒ) فروعی مسائل میں حنفی تھے۔ (سیر اعلام النبلاء: ت: ۱۲۲۵)

موصوف نے فقہ حنفی کی تعلیم امام اعظم ابو حنیفہ کے متعدد تلامذہ سے لی تھی، جن میں سے امام محمد بن حسنؒ بھی ہیں، چنانچہ انہوں نے فقہ حنفی کی مشہور کتاب ”الجامع الصغیر“ امام محمدؒ سے پڑھی تھی۔

حافظ عبد القادر قرشیؒ (م ۷۵۰ھ) امام محمدؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

”و کتب عنہ یحییٰ بن معین الجامع الصغیر“

آپ سے امام یحییٰ بن معینؒ نے ”الجامع الصغیر“ لکھی تھی۔ (الجواهر المضیہ: ۲/۲۳۳)

نیز علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۶۶۳ھ) نے بہ سند متصل خود امام ابن معینؒ کا اپنا یہ بیان نقل کیا ہے

کہ:

”کتبت الجامع الصغیر عن محمد بن الحسن“

میں نے ”الجامع الصغیر“ خود امام محمد بن حسنؒ سے لکھی تھی۔ (تاریخ بغداد: ۲/۱۷۳) 47

47 امام محمدؒ سے امام ابن معینؒ (م ۲۳۳ھ) کے تلمذ پر علی زئی کے اعتراض کی حقیقت:

معتز زبیر علی زئی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ مذکورہ قول کی سند امام یحییٰ بن معینؒ تک صحیح ہے۔
(الحديث: ش: ۷، ص ۱۴۱) لیکن آگے اپنی عادت کے موافق اس قول پر یہ نکتہ چینی کر دی کہ ”الجامع الصغير“ لکھنے کے بعد امام یحییٰ بن معینؒ کس نتیجے پر پہنچے اس کا تذکرہ عباس الدوری کی تاریخ میں ہے۔

قال يحيى بن معين: محمد بن الحسن الشيباني ليس بشئ۔ (تاريخ ابن معين رواية الدوری: ۱۷۷۰)
یعنی محمد بن الحسن الشیبانی کچھ چیز نہیں ہے۔ (الحديث: ش: ۷، ص ۱۴)

جواب: امام ابن معین کے اس قول: ”لیس بشئ“ کا جائزہ تو ہم ان شاء اللہ امام محمدؒ کے خلاف منقول جرح کے جواب میں لیں گے، کہ یہ کلمہ جرح ہے بھی یا نہیں، اور اس کا کیا مطلب ہے۔

لیکن حافظ ابن معینؒ (م ۲۳۳ھ) خود کہتے ہیں کہ:

”ليس الحافظ عندنا إلا من كان في كتابه حدثنا، فيقول: حدثنا، فإذا لم يكن في كتابه حدثنا وقال: حدثنا، فليس بشئ“

ہمارے نزدیک حافظ وہی شخص ہے جس کی کتاب میں ”حدثنا“ موجود ہے، پھر وہ خود بھی حدثنا کہتا ہے۔ لیکن جب اس کی کتاب میں ”حدثنا“ نہیں اور وہ حدثنا کہتا ہے، تو وہ لیس بشئ ہے۔ (تاریخ یحییٰ بن معین بروایت ابن محرز: ج ۲: ص ۵۳)

معلوم ہوا کہ امام یحییٰ بن معینؒ اپنی اس شرط کی وجہ سے راوی کے بارے میں لیس بشئ کہتے تھے، اور امام محمدؒ کی جامع الصغير دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب میں حدثنا موجود نہیں ہے۔ دیکھئے (جامع الصغير: ص ۷۱)، اسی وجہ سے ان ہوں نے امام محمدؒ کو لیس بشئ کہا۔

مگر امام محمدؒ نے صراحت فرمائی کہ ”ما سمعت منها الا جامع الصغير“ میں نے امام ابو یوسفؒ سے جامع الصغير سنی ہے۔ (تاریخ یحییٰ بن معین بروایت ابن محرز: ج ۲: ص ۱۵۵)، یہی وجہ ہے کہ امام یحییٰ بن معینؒ نے ان سے روایت لی ہے، جیسا کہ اوپر حوالہ نقل کیا گیا، اور کتاب میں ”حدثنا“ نہیں ہونے کی وجہ سے ان کو لیس بشئ بھی کہا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں اس صورت میں یہ کوئی کلمہ جرح نہیں ہے، بلکہ ابن معینؒ کی خاص اصطلاح، ان کے منہج کی طرف اشارہ

ہے۔

(۵) امام احمد بن حفص بخاری المعروف بہ ابو حفص کبیرؒ (م ۲۴۱ھ):

موصوف اپنے نام سے زیادہ اپنی کنیت ”ابو حفص“ سے مشہور ہیں، ان کے صاحبزادے امام محمد بن احمد بن حفصؒ (م ۲۶۴ھ) کی بھی ایک کنیت چونکہ ”ابو حفص“ ہے، اور وہ بھی اپنی اس کنیت سے زیادہ پہچانے جاتے ہیں، اس لئے ان دونوں میں فرق کرنے کے لئے باپ کو ”ابو حفص کبیر“ اور بیٹے کو ”ابو حفص صغیر“ کہا جاتا ہے۔ (الفوائد البہیة: ص ۱۸)

امام ابو حفص کبیر کئی سال امام محمدؒ کی صحبت میں رہ کر ان سے تفقہ حاصل کرتے رہے، اور ان کا شمار آپ کے کبار تلامذہ میں ہوتا ہے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۵ھ) ان کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

”ارتحل وصحب محمد بن الحسن مدّة، وبرع فی الرأی، وسمع من وکیع بن الجراح، وابی اسامة، وهذه الطبقة“

لہذا زبیر علی زئی صاحب کا اس جملے کو جرح پر محمول کرنا باطل و مردود ہے۔

نیز یہ بات تو مسلم ہے کہ امام یحییٰ بن معینؒ نے امام محمدؒ سے الجامع الصغیر لکھی، اور الجامع الصغیر میں حدیث رسول اللہ ﷺ اور امام ابو حنیفہؒ (م ۵۰ھ) کی کئی مقطوع احادیث موجود ہیں۔ دیکھئے (جامع الصغیر: ص ۷۱، ۹۹، ۱۳۱)

لہذا ثابت ہوا کہ امام یحییٰ بن معینؒ نے امام محمدؒ سے احادیث تحریر فرمائیں، اور روایات لکھی ہیں۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۵ھ) اور حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۷۹۹ھ) وغیرہ محدثین نے تصریح کی ہے کہ امام یحییٰ بن معینؒ نے امام محمدؒ سے روایات لکھی ہیں۔ (مناقب ابی حنیفہ وصاحبہ: ص ۵۰، تاج التراجم: ص ۱۵۹)

امام ابو حفص کبیرؒ نے طلب علم میں رحلت سفر باندھا اور کئی سال امام محمدؒ کی صحبت میں رہ کر رائے (فقہ) میں عبور حاصل کیا، اور وکیع ابن الجراحؒ، ابواسامہؒ اور اس طبقہ کے دیگر محدثین سے حدیث کا سماع کیا۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۵۷/۱۰)

نیز ذہبیؒ نے ان کے ترجمے کا آغاز ان القاب سے کیا ہے:

”احمد بن حفص الفقیہ العلامہ، شیخ ماوراء النہر، ابو حفص البخاری الحنفی، فقیہ المشرق، والد العلامہ شیخ الحنفیہ ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن حفص الفقیہ“۔ (ایضاً)

اسی طرح حافظ ذہبیؒ نے ان کے صاحبزادے امام ابو حفص صغیرؒ کے ترجمے میں لکھا ہے کہ:

”وکان ابوہ من کبار تلامذۃ محمد بن الحسن، انتہت الیہ رئاسة الاصحاب ببخاری، والی ابنہ ابی عبد اللہ هذا، وتفقه علیہ ائمۃ“

ان کے والد (ابو حفص کبیرؒ) امام محمد بن حسنؒ کے کبار تلامذہ میں سے تھے، اور بخارا میں ”اصحاب ابی حنیفہ“ کی ریاست ان پر اور ان کے صاحبزادے ابو عبد اللہ (یعنی ابو حفص صغیرؒ) پر ختم تھی، اور امام ابو حفص کبیرؒ کے پاس کئی ائمہ نے فقہ کی تعلیم حاصل کی ہے۔ (ایضاً: ۶۱۷/۱۲)

حافظ ذہبیؒ اور حافظ سخاویؒ نے ”بخارا“ کے تعارف میں یہاں کے جن چند بڑے اور مشہور ائمہ (امام بخاریؒ، صاحب الصحیح وغیرہ) کا ذکر کیا ہے، ان میں انہوں نے امام ابو حفص کبیرؒ کو بھی شمار کیا ہے۔ (الامصار ذوات الآثار للذہبیؒ: ص ۹۰، اعلان بالتویخ للسخاویؒ: ص ۱۳۲)

مولانا حنیف ندویؒ غیر مقلد لکھتے ہیں: بخارا میں عیسیٰ بن موسیٰ غنجار، احمد بن حفص الفقیہ (ابو حفص کبیرؒ) محمد بن سلام الکندی، اور عبد بن محمد السندی، جیسی شخصیتیں کتاب و سنت کے فروغ کا باعث بنیں۔

(مطالعة الحديث: ص ۶۱)

”ما رواه النهر“ کے علاقوں (بخارا وغیرہ) میں ان سے حدیث اور فقہ حنفی کی تعلیم پانے والوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ بخارا وغیرہ کا پورا پورا گاؤں ان کے تلامذہ سے بھرا ہوا تھا۔

حافظ ابو سعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) اور حافظ ابن الاثیرؒ (م ۶۳۰ھ) ”بخارا“ کے مضافات میں ایک گاؤں ”خراجر“ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

”كان منها جماعة من الفقهاء، تلمذوا لابی حفص الكبير“۔

یہاں فقہاء کی ایک پوری جماعت تھی جو سب کے سب امام ابو حفص کبیرؒ کے تلامذہ میں سے تھے۔ (کتاب الانساب: ۱۳۸/۳، اللباب فی تہذیب الانساب: ۲۸۹/۱)

اسی طرح حافظ سمعانیؒ نے بخارا کے گاؤں ”خیزا خرا“ کے متعلق لکھا ہے کہ:

”خلقاً من اصحاب ابی حفص الكبير لا يحصون“

یہاں امام ابو حفص کبیرؒ کے تلامذہ کی اتنی خلقت تھی کہ جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۵۷ھ) حافظ سمعانیؒ کے مذکورہ قول کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”وهذا في قرية من قرى بخارا“

یہ تو صرف بخارا کے ایک گاؤں کا ذکر ہے۔ (الجواهر المضیة: ۳/۱)

یعنی بخارا کے ایک گاؤں میں ان کے تلامذہ اتنے زیادہ تھے کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا، تو باقی

”بخارا“ اور ”ماوراء النہر“ کے دیگر علاقوں میں ان کے تلامذہ کی کثرت کا کیا حال ہوگا؟

در اصل یہ سارا فیض امام محمد بن حسنؒ کا تھا، اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ آپ کا علمی فیض کہاں کہاں اور کس کثرت سے پھیلا ہے؟

امام بخاریؒ ”صاحب الصحیح“ بھی امام ابو حفص کبیرؒ کے تلامذہ میں سے ہیں، اور امام بخاریؒ اور ان کے خاندان کے امام موصف کے ساتھ ذاتی مراسم بھی تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے ان کو امام بخاریؒ کے مشائخ میں شمار کیا ہے۔ (ہدی الساری مقدمہ فتح الباری: ص ۶۶۷)

علامہ خطیب بغدادیؒ نے اپنی سند کے ساتھ خود امام بخاریؒ کی زبانی نقل کیا ہے کہ میں ابو حفص کبیرؒ کے پاس ”جامع سفیان ثوریؒ“ کا سماع اپنے والد کی کتاب میں کر رہا تھا کہ وہ ایک حرف سے گزرے جو میری کتاب میں نہیں تھا، میں نے اس کے متعلق ان سے مراجعت کی پھر انہوں نے وہی پڑھا، میں نے دوبارہ مراجعت کی لیکن پھر بھی انہوں نے وہی پڑھا، میں نے جب تیسری دفعہ مراجعت کی تو وہ کچھ خاموش ہو گئے اور میرے متعلق پوچھنے لگے، کہ یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ اسمعیل بن ابراہیم بن بزدویہ کا بیٹا ہے، فرمانے لگے: اس نے صحیح کہا ہے، اور پھر فرمایا:

”واحفظوا فان هذا يوم أيصير رجلاً“

یاد رکھو! یہ لڑکا ایک دن مرد میدان بنے گا۔ (تاریخ بغداد: ۱۱/۳، ترجمہ امام بخاریؒ)

حافظ ابن حجرؒ نے امام ابو حفصؒ سے امام بخاریؒ کے متعلق یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

”هذا يكون له صيت“

کہ اس کا شہرہ ہو گا۔ (ہدی الساری: ص ۶۶۷)

امام بخاریؒ کے والد اسمعیلؒ سے امام ابو حفص کبیرؒ کے بڑے گہرے مراسم تھے، جب اسمعیلؒ کی وفات ہو رہی تھی، تو امام موصوف اس وقت بھی ان کے پاس موجود تھے، اور اس وقت اسمعیلؒ نے ان سے کہا تھا کہ:

”لا اعلم من مالی درهما من حرام ولا درهما من شبهة“

میں اپنے مال میں نہ کوئی درہم حرام کا پاتا ہوں اور نہ شبہ کا۔ (ایضاً: ص ۶۶۷)

امام اسمعیلؒ کی وفات کے بعد بھی ان دونوں خاندانوں کے درمیان یہ مراسم برقرار رہے، اور امام ابو حفصؒ امام بخاریؒ کے پاس بڑے بڑے تحائف بھیجتے رہتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ امام ابو حفص کبیرؒ نے امام بخاریؒ کو اس قدر مال تجارت بھیجا کہ جس کو بعض تاجروں نے امام بخاریؒ سے پانچ ہزار درہم نفع سے خریدا، دوسرے بعض تاجروں نے ان سے دس ہزار درہم منافع سے یہ مال خریدنا چاہا لیکن امام بخاریؒ نے ان کی اس پیش کش کو یہ کہہ کر رد فرما دیا کہ کل میں بعض تاجروں پر اس مال کو پانچ ہزار درہم منافع سے بیچنے کی نیت کر چکا ہوں، لہذا اب میں اپنی نیت کو بدلنا نہیں چاہتا۔ (ایضاً: ص ۶۶۵)

اسی طرح امام ابو حفص کبیرؒ کے صاحبزادے امام ابو حفص صغیرؒ (م ۲۶۴ھ) امام بخاریؒ کے ساتھ کئی سال طلب حدیث میں رفیق اور ہم سفر رہے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

”ووافق البخاری فی الطلب مدة“

یہ طلب حدیث میں کئی عرصہ تک امام بخاریؒ کے رفیق رہے ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/۶۱۷)

امام ابو حفص کبیرؒ اور امام ابو حفص صغیرؒ کے بعد بھی بڑے عرصے تک ان کا خاندان علمی اور دنیاوی ریاست پر متمکن رہا۔

امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے ”تاریخ نیشاپور“ میں امام ابو حفص کے پرپوتے امام محمد بن احمد بن خاقان الرئیس بن ابو حفص کبیرؒ (م ۳۷۳ھ) کے ترجمہ میں تصریح کی ہے:

”وكانت الفتوى والرياسة في بيوتهم من وقت محمد بن الحسن“

امام محمد بن حسنؒ کے زمانے سے لے کر اب تک فتویٰ اور ریاست (حکومت) امام ابو حفص ہی کے خاندان میں چلے آ رہے ہیں۔ (تاریخ نیشاپور، طبقہ شیوخ الحاکم ص: ۳۶۵، الجواهر المضیة: ۲۱/۳)

(۶) امام خلف بن ایوب بلخیؒ (م ۲۱۵ھ):

امام بلخیؒ ایک جلیل القدر محدث و فقیہ، اور اپنے زمانے کے کبار و مشہور اولیاء اللہ میں سے ہیں، ان کے علمی مرتبے کو جاننے کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ امام یحییٰ بن معینؒ، امام احمد بن حنبلؒ، اور ابو حاتم رازیؒ وغیرہ جیسے اساطین علم ان کے تلامذہ میں سے ہیں، حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۰ھ) نے ان کے ترجمے کا آغاز ”الامام المحدث الفقیہ، مفتی المشرق، الحنفی الزاهد، اور ”عالم اہل بلخ“ جیسے عظیم القاب سے کیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ص ۵۴۱/۹)

نیز حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۰ھ) ان کو ”مفتی اہل بلخ“ قرار دیتے ہیں، اور ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

”وكان زاهد قدوة، روى عنه يحيى بن معين والكبار“

یہ خود بھی پرہیز گار تھے، اور پرہیز گاروں کے لئے نمونہ بھی تھے، امام یحییٰ بن معینؒ اور دیگر کبار محدثین نے ان سے روایت حدیث کی ہے۔ (العبر: ۲۸۹/۱)

اسی طرح حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۰ھ) نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے، اور امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) کا یہ بیان ان کے بارے میں نقل کیا ہے کہ:

”کان مفتی بلخ وزاهدہا، زارہ صاحب بلخ فاعرض عنه“

یہ بلخ کے مفتی اور زاہد تھے، سلطان بلخ ان کی زیارت کے لئے آیا تو انہوں نے اس سے منہ پھیر لیا۔ (الکاشف: ۱/۲۳۷)

امام ابن حبانؒ (م ۵۴۰ھ) نے ان کو ”ثقات“ (ثقہ راہوں) میں شمار کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۳/۹۰)

امام خلیلیؒ (م ۴۶۰ھ) ان کے متعلق تصریح کرتے ہیں کہ:

”صدوق مشہور، کان یوصف بالستور والصلاح والزہد، وکان فقیہا علی رأی الکوفیین“

یہ حدیث میں نہایت راست باز و مشہور اور پاکدامنی، نیکی اور زہد و تقویٰ سے موصوف تھے، اور اہل کوفہ (احناف) کی رائے پر فقیہ تھے۔ (کتاب الارشاد فی معرفۃ علماء المحدثین: ص ۴۴۲)

نیز امام خلیلیؒ ان کو ثقہ اور زاہد قرار دیتے ہیں۔ (ایضاً: ص ۸۰)

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۵۰ھ) اور حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۷۹۰ھ) نے ان کے بارے میں تصریح کی ہے کہ:

”کان من اصحاب محمد وزفر“

یہ امام محمد بن حسنؒ اور امام زفر بن ہذیلؒ کے تلامذہ میں سے تھے۔ (الجواهر المضية: ۱/۲۳۱، تاج التراجم: ص ۲۷)

اسی طرح حافظ قرشیؒ (م ۷۵۰ھ) نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ:

امام خلفؒ نے حدیث و فقہ کی تعلیم امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ اور امام زفرؒ وغیرہ اصحاب ابی حنیفہؒ سے حاصل کی تھی، اور زہد امام ابراہیم بن ادہمؒ (تلمیذ امام اعظمؒ) سے سیکھا تھا۔ (الجواهر المضیة: ۲۳۱، ۲۳۲/۱)

(۷) امام محمد بن سماعۃ التمیمیؒ (م ۲۳۳ھ):

امام ابن سماعہؒ بھی فقہ و حدیث کے عظیم المرتبت امام ہیں، اور ان کا شمار امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بن حسنؒ کے ان تلامذہ میں ہوتا ہے، جو ثقہ حفاظ حدیث میں سے ہیں، علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۶۶۳ھ) اپنے استاذ امام ابو عبد اللہ صمیریؒ (م ۳۶۶ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”ومن اصحاب ابی یوسف و محمد جمیعاً ابو عبد اللہ محمد بن سماعۃ وہو من الحفاظ الثقات“

امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بن حسنؒ کے مشترکہ تلامذہ میں سے ایک ابو عبد اللہ محمد بن سماعہؒ بھی ہیں جو کہ حفاظ حدیث اور ثقہ محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔ (تاریخ بغداد: ۴۰۲/۲)

امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۴۳ھ) فرمایا کرتے تھے:

”لو کان اصحاب الحدیث یصدقون فی الحدیث کما یصدق محمد بن سماعۃ فی الرأی کانوا علی نہایۃ“

اگر اصحاب حدیث (محدثین) حدیث میں اس طرح سچے ہوں جیسے محمد بن سماعہؒ رائے (فقہ) میں سچے ہیں تو وہ (کامیابی کے) انتہائی درجہ کو پالیں۔ (تاریخ بغداد: ۴۰۳/۲)

امام ابن سماعہؒ (م ۲۴۳ھ) کا جب انتقال ہوا تو امام ابن معینؒ (م ۲۴۳ھ) نے فرمایا:

”اليوم مات ریحانة العلم من اهل الرأى“

آج اہل رائے (فقہاء) میں سے ”ریحانة العلم“ (علم کے پھول) کا انتقال ہو گیا۔ (الجواہر

المضی: ۵۹/۲)

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کو ”علامہ“ اور ”صاحب ابی یوسفؒ و محمدؒ اللہ علیہما السلام“ قرار دیتے ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء: ۶۴۶/۱۰)

نیز ان کے بارے میں تصریح کرتے ہیں:

”تفقه علی ابی یوسف و محمد..... وکان وردہ فی الیوم واللیلۃ مأتی رکعة“

انہوں نے امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بن حسنؒ سے فقہ حاصل کیا تھا، ... اور دن رات میں دو

سورعت (نفل) پڑھنے کا ان کا معمول تھا۔ (العبر: ۲۸۹/۱)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے ان کو روایت حدیث میں ”صدوق“ قرار دیا ہے۔ (تقریب

التہذیب: ۸۲/۲)

امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کے دیگر بعض تلامذہ:

مذکورہ بالا ائمہ کے علاوہ کئی دیگر نامور محدثین اور فقہاء نے بھی آپ سے استفادہ کیا ہے، مثلاً
ابو عبید قاسم بن سلامؒ، ہشام بن عبید اللہ رازیؒ، علی بن مسلم بن طوسیؒ، عمرو بن ابی عمروؒ، یحییٰ بن صالح ابو
حاطیؒ، معلیٰ بن منصور رازیؒ، علی بن معبدؒ، ابو بکر بن ابی مقاتلؒ محمد بن مقاتل رازیؒ، موسیٰ بن نصر رازیؒ،
شداد بن حکیم بلخیؒ، حسین بن حرب رقیؒ، ابن جبہؒ، ابو العباس حمیدؒ، ابو التوبہ ربیع بن نافعؒ، عبید اللہ بن ابی
حنیفہ دہوسیؒ، ابو برید عمرو بن الجریریؒ، مصعب بن عبد اللہ زبیریؒ، ایوب بن حسن نیشاپوریؒ، علی بن صبیحؒ،
عقیل بن عنبہؒ، علی بن مہرانؒ، عمرو بن مہیرؒ، یحییٰ بن اکثمؒ، ابو عبد الرحمن مؤدبؒ، علی بن حسن رازیؒ، ابو

جعفر احمد بن محمد بن مہران نسوی (راوی السیر الکبیر عنہ) ابو بکر ابراہیم بن رستم مروزی (راوی النوادر عنہ)، عیسیٰ ابن ابان (راوی الحجۃ علی اہل المدینۃ وغیرہ) شعیب بن سلیمان کسائی (راوی الکیسانیات عنہ)، ابو زکریا یحییٰ بن صالح و حاطی حمصی وغیرہ۔ (دیکھئے: مناقب ابی حنیفۃ وصاحبہ: ص ۵۰، الجواہر المضیۃ: ۴۳/۲، بلوغ الامانی: ص ۱۰۹)

آخر میں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ امام محمدؒ کے کئی تلامذہ ایسے بھی ہیں جو امام بخاریؒ صاحب الصحیح کے کبار اساتذہ و مشائخ میں سے ہیں، مثلاً علی بن مسلم طوسیؒ (م ۲۵۳ھ)، (تاریخ بغداد: ۱۶۹/۲)، معلی بن منصورؒ (م ۲۱۱ھ)، (تہذیب التہذیب: ۴۹۸/۵)، امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ)، (تاریخ بغداد: ۱۷۳/۳)، ابو حفص کبیرؒ (م ۲۱۷ھ)، (سیر اعلام النبلاء: ۱۵۷/۱۰، ہدی الساری مقدمۃ فتح الباری: ص ۶۶۷)، علی بن ہاشم بغدادیؒ، (تہذیب التہذیب: ۲۴۷/۴)، یحییٰ بن صالح الوحاطیؒ (م ۲۲۲ھ)، (ایضاً: ۱۴۶/۶، تذکرۃ الحفاظ: ۲۹۹/۱)، محمد بن سلام سلمیؒ (م ۲۲۵ھ)، (الاکمال: ۴۰۵/۴)، اور محمد بن مقاتل مروزیؒ (م ۲۱۱ھ) وغیرہ۔ (تہذیب التہذیب: ۲۹۹/۵)

امام محمدؒ کا فقہی مقام:

جس شخص نے امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام مالکؒ، امام اوزاعیؒ، اور امام ابن جریجؒ وغیرہ جیسے ائمہ کبار اور مجتہدین عظام سے فقہ کا درس لیا ہو، اور خود جس شخص کے درس سے پڑھ کر امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام اسد بن فراتؒ وغیرہ جیسے ائمہ فقیہ اور مجتہد بنے ہوں، اس شخص کے فقہ میں بلند پایہ اور عظیم الشان ہونے میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے؟

چنانچہ اسی وجہ سے امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے:

”ما رأیت... أفقہ... من محمد بن الحسن“

میں نے امام محمد بن حسنؒ سے زیادہ فقیہ کوئی شخص نہیں دیکھا۔ (مناقب ابی حنیفہ وصاحبہ

ص: ۵۵) 48

حافظ سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) اور حافظ عبدالکریم قزوینیؒ (م ۶۲۳ھ) نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے امام شافعیؒ سے کوئی مسئلہ پوچھا، انہوں نے جب وہ مسئلہ اس کو بتلایا تو وہ ان سے کہنے لگا: آپ نے اس مسئلہ میں فقہاء کی مخالفت کی ہے، اس پر امام شافعیؒ نے اس کو جواب دیا:

”وہل رأیت فقیہاً قط؟ اللہم الا ان یکون رأیت محمد بن الحسن، فانہ کا یملاً العین والقلب“

کیا تو نے کبھی کسی فقیہ کو دیکھا بھی ہے؟ ہاں! اگر تو نے محمد بن حسنؒ کو دیکھا ہو، اس لئے کہ وہ (اپنے فقہی رعب سے) آنکھوں اور دل کو بھر دیتے تھے۔ (کتاب الانساب: ۱۶۶/۳، ۱۶۷، التدریج فی اخبار قزوین: ۲۵۲/۱) 49

48 یہ قول صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے۔ دیکھئے ص: ۱۲۷۔

49 یہ روایت تاریخ بغداد: ج ۲: ص ۱۷۳، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت، اور تاریخ بغداد بتحقیق شیخ بشار العواد معروف: ج ۲: ص ۵۶۶ پر موجود ہے۔ اس کی سند یوں ہے، حافظ المشرق امام خطیب بغدادیؒ (م ۶۶۳ھ) کہتے ہیں کہ

أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي عَلِيٍّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا طَلْحَةُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيشٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ يَاسِينَ، قَالَ: سَمِعْتُ الرَّبِيعَ بْنَ سُلَيْمَانَ يَقُولُ وَقَفَ رَجُلٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ فَسَأَلَهُ عَنْ مَسْأَلَةٍ فَأَجَابَهُ، فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ حَالَفَكَ الْفُقَهَاءُ، فَقَالَ لَهُ الشَّافِعِيُّ: وَهَلْ رَأَيْتَ فُقَيْهًا قَطُّ؟ اللَّهُمَّ إِلَّا أَنْ تَكُونَ رَأَيْتَ مُحَمَّدَ بْنَ الْحَسَنِ فَإِنَّهُ كَانَ يَمْلَأُ الْعَيْنَ وَالْقَلْبَ، وَمَا رَأَيْتَ مَبْدَنًا قَطُّ أَذْكَى مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ، وَقَالَ ابْنُ حَبِيشٍ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ يَاسِينَ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ الْمَزْنِيِّ فَوَقَفَ عَلَيْهِ رَجُلٌ فَسَأَلَهُ عَنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ،

فَقَالَ: لَهُ مَا تَقُولُ فِي أَبِي حَنِيفَةَ؟ قَالَ سَيِّدُهُمْ.

قَالَ: فَأَبُو يَوْسُفَ؟ قَالَ: أَتَبِعُهُمُ لِلْحَدِيثِ.

قَالَ: فَمُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ؟ قَالَ أَكْثَرُهُمْ: تَفَرُّعًا.

قَالَ فَرَفَر؟ قَالَ: أَحَدُهُمْ قِيَّاسًا.

اس کی سند میں علی بن ابی علیؒ (م ۲۴۴ھ) اور طلحہ بن محمد الشاہد (م ۸۰۳ھ) کی توثیق کے لئے دیکھئے (ص: ۴۴)

طلحہ بن محمد بن جعفرؒ (م ۳۸۰ھ) کے شیخ ابو الحسن محمد بن ابراہیم بن حبیش البغویؒ (م ۳۳۸ھ) پر کلام ہے، لیکن ان کو حافظ المشرق، امام خطیب بغدادیؒ (م ۶۳۳ھ)، ثقہ راوی عبد اللہ بن علی بن حمویہؒ وغیرہ نے معدل قرار دیا ہے۔ (تاریخ بغداد: ج ۱: ص ۴۲۶، ۴۲۷)، جو کہ کلمہ توثیق میں سے ہے۔ (دیکھئے ص: ۴۳) اور حافظ ذہبیؒ نے ان کی اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ (مناقب: ص ۸۱، تاریخ الاسلام: ج ۴: ص ۹۵۵) نیز ان پر جرح ”لم یکن بالقوی“ صرف ان کے اعلیٰ درجہ کی ثقاہت کی نفی، اور راوی کے صدوق ہونے پر دلالت کرتا ہے، جیسا کہ غیر مقلدین کا کہنا ہے۔ (توضیح الکلام: ص ۱۶۹، انوار الہدٰی: ص ۷۱) لہذا وہ صدوق ہیں۔

اور چونکہ حافظ ذہبیؒ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، جیسا کہ گزر چکا، اس وجہ سے، جعفر بن یاسینؒ بھی صدوق ہیں، خلاصہ یہ کہ یہ روایت حسن ہے۔ واللہ اعلم

نیز اس روایت کے کئی معنوی متابعات موجود ہیں۔

متابع نمبر ۱:

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) فرمایا کرتے تھے:

”ما رأیت... أفقه... من محمد بن الحسن“

میں نے امام محمد بن حسنؒ سے زیادہ فقیہ کوئی شخص نہیں دیکھا۔ (مناقب ابی حنیفہ و صاحبہ ص: ۵۵)، اس کی سند صحیح ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ص: ۱۲۷۔

ظاہر ہے جب کوئی فقہ میں بے مثال ہوگا، تو اس کو دیکھ کر اور اس کا کلام سن کر آنکھوں کو اطمینان ہوگا اور دل کو خوشی ہوگی۔

متابع نمبر ۲:

امام ابو الحسن الآبریؒ (م ۶۳۳ھ) نے کہا:

حدثني محمد بن عبد الله بن جعفر بالشام، قال: حدثني أحمد بن علي المدائني بمصر، قال: حدثنا الربيع بن سليمان، قال: سمعت الشافعي يقول: ما تكلم أحد في الرأي إلا وهو عيال على أهل العراق، وما رأيت مثل محمد بن الحسن.

جو شخص بھی فقہ سے تعلق رکھتا ہے وہ اہل عراق کا محتاج ہے، اور میں نے محمد بن الحسن جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔ (مناقب الشافعی للآبری: ج ۱: ص ۷۸)

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابو الحسن محمد بن الحسن الآبریؒ (م ۳۶۳ھ) مشہور محدث، امام اور ثبت حافظ الحدیث ہیں۔ (سیر: ج ۱۶: ص ۲۹۹، تاریخ الاسلام: ج ۸: ص ۲۱۸، ۴۹۶، شذرات الذہب: ج ۴: ص ۳۳۷، ج ۲: ص ۹۶)

(۲) ان کے شیخ محمد بن عبد اللہ بن جعفر ابو الحسن الرازیؒ (م ۳۷۴ھ) بھی مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج ۷: ص ۸۵۷)

(۳) احمد بن علی، ابو علی المدائنیؒ (م ۳۷۷ھ) بھی صدوق ہیں۔ (ارشاد القاصی والدانی: ص ۱۳۸)

(۴) الربیع بن سلیمان، ابو محمد المصریؒ (م ۳۷۷ھ) سنن ابو داود اور سنن نسائی کے راوی اور ثقہ، فقیہ اور حافظ ہیں۔ (تقریب: رقم ۱۸۹۴)

معلوم ہوا کہ یہ سند حسن ہے۔ واللہ اعلم

متابع نمبر ۳:

امام ابو بکر البیہقیؒ (م ۳۵۸ھ) نے کہا:

أخبرنا أبو جعفر: محمد بن أحمد بن جعفر الخطيب القزويني، قال: حدثنا أبو القاسم: علي بن أحمد بن راشد الدینوری، حدثنا عبد الله بن حمدان الحافظ، قال: سمعت الربيع، يقول: سمعت الشافعي، يقول: ما رأيت عينا مثل محمد بن الحسن، ولم تلد النساء في زمانه مثله

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) نے فرمایا: میری دونوں آنکھوں نے محمد بن الحسن جیسا نہیں دیکھا، اور نہ عورتوں نے ان جیسا ان کے زمانے میں پیدا کیا۔ (مناقب الشافعی: ج ۱: ص ۱۶۱)،

سند کی تحقیق:

(۱) ابو بکر البیہقیؒ (م ۳۵۸ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج ۱۰: ص ۹۵)

(۲) محمد بن احمد بن جعفر، ابو جعفر القرمیسینی صدوق اور شافعی فقیہ ہیں۔ (السلسلۃ النقی: ص ۵۳۵، المتفق والمفترق: ج ۲: ص ۹۲۲)

(۳) علی بن احمد بن علی بن راشد الخلی الدینوری کی روایت کو امام ابو بکر البیہقی (م ۳۵۸ھ) نے بوجہ احتجاج (استدلال) صحیح قرار دیا ہے۔ (المتفق والمفترق للخطیب: ج ۲: ص ۹۲۲، تاریخ دمشق: ج ۶: ص ۵۵، مناقب الشافعی للبیہقی: ج ۱: ص ۱۶۱، فتاویٰ نذیریہ: ج ۳: ص ۳۱۶) اور کسی روایت کی تحسین و تصحیح اس روایت کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے، جیسا کہ غیر مقلدین کا اصول ہے۔ (مجلہ الاجماع: ش ۴: ص ۲)

لہذا علی بن احمد بن علی بن راشد الدینوری صدوق ہیں۔

(۴) ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن وہب بن حمدان (م ۳۰۸ھ) مشہور حافظ حدیث ہیں، انکے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے بعض نے جرح کی ہے،

امام ابن عدی (م ۳۶۵ھ) کہتے ہیں کہ ایک قوم نے ان کو قبول کیا اور ان کو صدوق قرار دیا ہے۔ امام ابو زرہ الرازی (م ۲۶۴ھ) ان سے مذکرہ کرتے کرتے عاجز آجاتے تھے۔ امام ابو علی النیساپوری (م ۳۹۹ھ) کہتے ہیں کہ وہ صاحب حدیث اور حافظ تھے، امام حاکم (م ۴۰۵ھ)، امام خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ)، حافظ ضیاء الدین مقدسی (م ۶۴۳ھ) وغیرہ نے ان کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (المستدرک للحاکم: ج ۲: ص ۵۷۱، حدیث نمبر ۳۹۳۰، الفقیہ والمتفقہ للخطیب: ج ۱: ص ۴۴۵، الاحادیث المختارۃ: ج ۵: ص ۲۰۷)، امام ابو بکر الاسماعیلی (م ۴۷۱ھ) نے بھی ان کو صدوق قرار دیا ہے۔ (لسان المیزان: ج ۴: ص ۵۷۳، تاریخ دمشق: ج ۳۲: ص ۳۷۴)، اور حافظ ذہبی (م ۷۴۸ھ) کہتے ہیں کہ:

”وَمَا عَزَفْتُ لَهُ مِنْهَا يَتَّبِعُهُمْ بِهَذَا كُرْهُ، أَمَّا فِي تَرْكِيبِ الْإِسْنَادِ، فَلَعَلَّه“

ان سے مروی کوئی بھی ایسا متن تو مجھے نہیں ملا جس کی وجہ سے ان پر تہمت لگائی جائے، تاکہ میں اسے ذکر کروں، لیکن جہاں تک سند کو بدلنے کی بات تو شاہد ان ہونے کیا ہوں، [واللہ اعلم]۔ (سیر: ج ۱۳: ص ۴۰۱)

معلوم ہوا کہ ائمہ کی ایک جماعت کے نزدیک ابن وہب الحافظ صدوق ہیں اور ان پر صرف سند کی ترکیب کا الزام ہے، لیکن چونکہ اس روایت کو انکے علاوہ الربیع بن سلیمان (م ۲۷۷ھ) سے ثقہ راوی احمد بن علی، ابو علی المدائنی (م ۲۷۷ھ) نے بھی روایت کیا ہے۔ (دیکھئے متابع نمبر ۲) لہذا اس روایت میں وہ صدوق اور مقبول ہیں۔

(۵) الربیع بن سلیمان، ابو محمد المصریؒ (م ۷۴ھ) سنن ابوداود اور سنن نسائی کے راوی اور ثقہ، فقیہ اور حافظ ہیں۔ (تقریب: رقم ۱۸۹۴)

معلوم ہوا کہ اس کی سند بھی حسن ہے۔

متابع نمبر ۴:

امام ابو الحسن الآبریؒ (م ۶۳۳ھ) نے کہا:

أخبرني أبو نعيم عبد الملك بن محمد بن عدي بجر جان، ومحمد بن يحيى بن آدم خدام المزني بمصر، عن الربيع بن سليمان، قال: سمعت الشافعي يقول: ما رأيت أحداً يسئل مسألة فيها نظر إلا رأيت الكراهة في وجهه إلا محمد بن الحسن۔

امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن الحسنؒ کے علاوہ کوئی ایسا فقیہ نہیں دیکھا کہ جس سے کوئی قابل غور (یا) مشکل مسئلہ پوچھا گیا اور اس کا چہرہ متغیر نہ ہوا ہو۔ (مناقب الشافعی للآبری: ص ۷۸)

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابو الحسن محمد بن الحسن الآبریؒ (م ۶۳۳ھ) کی توثیق گزر چکی۔

(۲) امام ابو نعیم عبد الملک بن محمد بن عدیؒ (م ۲۳۳ھ) ثقہ، حافظ اور فقیہ ہیں۔ (کتاب الثقات للقاسم: ج ۶: ص ۴۶۶، ارشاد القاصی والدانی: ص ۴۰۱) ان کے متابع میں محمد بن یحییٰ بن آدم المصریؒ بھی صدوق ہیں۔ (الکامل لابن عدی: ج ۱: ص ۱۰۰، ج ۱: ص ۷۹، نیز دیکھئے انوار البدر: ص ۲۲۵)

(۳) الربیع بن سلیمان، ابو محمد المصریؒ (م ۷۴ھ) کی توثیق گزر چکی۔

معلوم ہوا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ واللہ اعلم

متابع نمبر ۵:

امام ابو عبد اللہ الصمیریؒ (م ۳۳۶ھ) نے کہا:

امام احمد بن حنبلؒ کا یہ بیان پہلے گزر چکا ہے کہ میں نے دقیق (باریک) مسائل امام محمدؒ کی کتابوں سے لئے ہیں۔

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کے شاگرد کبیر امام مزنیؒ (م ۲۶۴ھ) آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”اکثرهم تفریعا“

حدثنا أبو إسحاق النيسابوري المعروف بالبيع قال ثنا محمد بن يعقوب الأصم قال ثنا الربيع بن سليمان قال كتب الشافعي إلى محمد بن الحسن وقد طلب منه كتبه لينسخها فأخبرها عنه فكتب إليه قل لمن لم تر عين من رآه مثله۔۔۔۔۔

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کہتے ہیں: کہدوان سے جن کو دیکھنے والوں کی آنکھ نے ان جیسا نہیں دیکھا۔ (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ: ۱۲۷)

سند کی تحقیق:

- (۱) امام ابو عبد اللہ الصیرفیؒ (م ۳۶۶ھ) کی توثیق گزر چکی۔ (دیکھئے ص: ۳۷)
- (۲) ابراہیم بن محمد بن علی، ابواسحاق النیساپوریؒ بھی صدوق ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج ۹: ص ۱۶۳، السلسبیل النقی: ص ۱۸۳)
- (۳) محمد بن یعقوب النیساپوریؒ الاصبم (م ۳۶۶ھ) ثقہ، حافظ اور اہل مشرق کے امام ہیں۔ (الروض الباسم: ج ۲: ص ۱۲۸۱)
- (۴) الربیع بن سلیمان، ابو محمد المصریؒ (م ۲۷۷ھ) کی توثیق گزر چکی۔

الغرض اس کی سند بھی حسن ہے۔

خلاصہ یہ کہ دوسری روایات سے ثابت ہے کہ امام محمدؒ اپنے آپ میں بے مثل اور لاجواب امام اور فقیہ تھے، جس کی وجہ سے یہ ”فانه كان يملأ العين والقلب“ والی روایت متن کے لحاظ سے بھی صحیح ہے۔

اہل عراق میں سے امام محمدؒ فقہی مسائل کی جزئیات کرنے میں سب سے زیادہ ماہر ہیں۔ (تاریخ

بغداد: ۲۴۹/۱۴) 50

امام یحییٰ بن صالحؒ اور امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ ان دونوں نے فرمایا:

فی نفسہ امام محمدؒ، امام مالکؒ سے بھی زیادہ مضبوط فقیہ ہیں۔ (ایضاً: ۱۷۶/۲، شذرات الذهب: ۳۲۳/۱) 51

50 اس کی تحقیق گزر چکی، دیکھئے ص: ۹۰۔

51 امام یحییٰ بن صالح الوحاطیؒ (م ۲۲۲ھ) کا قول تاریخ بغداد: ج ۲: ص ۱۷۳، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت، اور تاریخ بغداد تحقیق شیخ بشار العواد معروف: ج ۲: ص ۵۶۵ پر موجود ہے، اس کی سند یوں ہے، حافظ المشرق امام خطیب بغدادیؒ (م ۶۳۳ھ) کہتے ہیں کہ:

کتب إلی أبو محمد عبد الرحمن بن عثمان الدمشقي يذكر: أن خيثمة بن سليمان القرشي أخبرهم، قال: أخبرنا سليمان بن عبد الحميد البهراني، قال: سمعت يحيى بن صالح، يقول: قال لي ابن أكرم: قدر أيت مالكا وسمعت منه ورافقت محمد بن الحسن فأيهما كان أفقه؟ فقلت: محمد بن الحسن فيما يأخذه لنفسه أفقه من مالك۔

سند کی تحقیق:

- (۱) حافظ المشرق امام خطیب بغدادیؒ (م ۶۳۳ھ) کی توثیق گزر چکی۔
- (۲) ابو محمد عبد الرحمن بن عثمان الدمشقیؒ (م ۲۲۰ھ) ثقہ، امام ہیں۔ (الدلیل المغنی: ص ۲۲۳)
- (۳) خيثمة بن سليمان القرشيؒ (م ۳۴۳ھ) مشہور ثقہ راوی ہے۔ (تاریخ الاسلام: ج ۷: ص ۷۷۸)
- (۴) سليمان بن عبد الحميد البهرانيؒ (م ۲۷۴ھ) سنن ابوداؤد کے راوی اور صدوق ہیں۔ (تقریب: رقم ۲۵۸۴)
- (۵) امام یحییٰ بن صالح الوحاطیؒ (م ۲۲۲ھ)، ثقہ، کبار ائمہ فقہاء اور محدثین میں سے ہے۔ امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ)، امام مسلمؒ (م ۲۶۱ھ) کے استاذ ہیں، حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۸ھ) ان کو امام، حافظ، فقیہ، عالم، حمص کے محدث اور فقیہ، ثقہ اور حجت قرار دیا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج ۱: ص ۲۹۹، الرواة الثقات للذہبی: ص ۱۹۴، العبر: ج ۱: ص ۳۰۳، المغنی: ج ۲: ص ۷۷، سیر: ج ۱۰: ص ۵۳) نیز حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۸ھ) نے ان ائمہ جرح و تعدیل میں شمار کیا ہے۔ (ذکر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل: ص ۱۸۳)

حافظ ابن عبد الہادی حنبلیؒ (م ۴۴۲ھ)، حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۵ھ) اور حافظ ابن ناصر الدینؒ (م ۸۴۰ھ) آپ کو ”فقیہ العراق“ قرار دیتے ہیں۔ (مناقب الائمة الاربعة: ص ۶۰، سیر اعلام النبلاء: ۱۳۴/۹، اتحاف السالك: ص ۱۸۰)

نیز حافظ ذہبیؒ آپ کو ”فقیہ العصر“ اور ”رأس فی الفقه“ (فقہ میں سردار) بھی کہتے ہیں۔ (العبر: ۲۲۴/۱، تذکرۃ الحفاظ: ۱۵۷/۳)

اور آپ کے بارے میں حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۵ھ) لکھتے ہیں:

”وكان من بحور العلم والفقه“

امام محمدؒ علم اور فقہ کے سمندر تھے۔ (لسان المیزان: ۱۲۷/۵)

اسی طرح حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۵ھ) اور حافظ ابن ناصر الدینؒ (م ۸۴۲ھ) نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ:

”انتهى الى محمد بن الحسن الرئاسة في الفقه بالعراق بعد موت ابي يوسف“

عراق میں امام ابو یوسفؒ کی وفات کے بعد فقہ کی سربراہی امام محمد بن حسنؒ پر ختم تھی۔

(مناقب ابی حنیفہ وصاحبہ: ص ۵۰، اتحاف السالك: ص ۱۷۷)

نیز ذہبیؒ نے آپ کو مجتہد قرار دیا ہے۔ (تاریخ الاسلام: ۹۵۵/۴)

امام صلاح الدین صفدیؒ (م ۶۴۲ھ) اور ابن تغری بردیؒ (م ۸۷۷ھ) بھی کھلے لفظوں میں آپ کے

مجتہد ہونے کی تصریح کرتے ہیں۔ (الوافی بالوفیات: ۲۴۷/۲، النجوم الزهرة: ۱۶۴/۲)

لہذا یہ سند حسن ہے۔ واللہ اعلم

نوٹ: امام شافعیؒ کے اس قول کی سند نہیں ملی۔

حافظ ذہبیؒ (م ۳۸۰ھ) نے امام حماد بن ابی سلیمانؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ:

”فافقه اهل الكوفة على عليؑ، وابن مسعودؓ، وافقه اصحابهما علقمة، وافقه اصحابه ابراهيم النخعي، وافقه اصحاب ابراهيم حماد، وافقه اصحاب حماد ابو حنيفة، وافقه اصحابه ابو يوسف، وانتشر اصحاب ابى يوسف فى الآفاق، وافقههم محمد بن الحسن“

اہل کوفہ کے سب سے بڑے فقیہ حضرت علیؑ، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں، ان دونوں کے تلامذہ میں سب سے بڑے فقیہ حضرت علقمہؒ ہیں، اور ان کے تلامذہ میں سب سے بڑے فقیہ حضرت ابراہیم نخعیؒ ہیں، حضرت ابراہیم نخعیؒ کے تلامذہ میں سب سے بڑے فقیہ امام حمادؒ ہیں، امام حمادؒ کے تلامذہ میں سب سے بڑے فقیہ امام ابو حنیفہؒ ہیں، اور ان کے تلامذہ میں سب سے بڑے فقیہ امام ابو یوسفؒ ہیں، اور امام ابو یوسفؒ کے تلامذہ پوری دنیا میں پھیلے ہیں لیکن ان میں سب سے بڑے فقیہ امام محمد بن حسن شیبانیؒ ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۵/۲۳۶)

امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کی فقہ کو دنیا میں پھیلانے کا سہرا امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کے سر ہے:

واضح رہے کہ امام موصوف نے اگرچہ تمام مشہور فقہاء سے علمی فیض حاصل کیا، اور تقریباً سب مشہور بلاد اسلامیہ کے فقہاء سے براہ راست ان کی فقہ حاصل کی، مثلاً اہل عراق کی فقہ کو امام ابو حنیفہؒ، اور امام ابو یوسفؒ وغیرہ سے، اہل مدینہ کی فقہ کو امام مالکؒ وغیرہ سے، اہل مکہ کی فقہ کو امام ابن جریجؒ وغیرہ سے، اور اہل شام کی فقہ کو امام اوزاعیؒ وغیرہ سے اخذ کر کے ان پر مکمل عبور حاصل کیا تھا، لیکن آپ کی وابستگی جس فقہ سے رہی، اور آپ نے اپنی پوری زندگی جس فقہ کی نشر و اشاعت میں صرف کی وہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کی فقہ ہے۔

چنانچہ اسی وجہ سے آپ ”صاحب ابی حنیفہ“ اور ”تلو ابی حنیفہ“ (امام ابو حنیفہؒ کے پیرو جانشین) کہلائے، جیسا کہ حافظ سمعانیؒ کے حوالے سے گزر چکا ہے۔

علامہ ابن خلکانؒ (م ۱۸۱ھ) اور حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۵۷ھ) آپ کے بارے میں ارقام فرماتے

ہیں:

”نشر علم ابی حنیفہ“

امام محمدؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے علم کو (دنیا میں) پھیلایا ہے۔ (وفیات الاعیان: ۳۲۱/۲، الجواہر

المضیة: ۴۲/۲)

علامہ یحییٰ بن ابراہیم سلماسیؒ (م ۵۵۰ھ) رقم طراز ہیں:

”و محمد بن الحسن هذا هو الذي ظهر على يديه مذهب ابی حنیفہ بما صنف والف في ذلك“۔

امام محمد بن حسنؒ وہ شخص ہیں کہ جن کے ہاتھوں سے امام ابو حنیفہؒ کا مذہب (دنیا میں) پھیلا ہے، کیونکہ انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے مذہب میں کتب تصنیف کی ہیں۔ (منازل الائمہ الاربعہ: ص ۷۹)

علامہ عبدالحی لکھنویؒ (م ۱۳۰۴ھ) رقم طراز ہیں:

”وهو الذي نشر علم ابی حنیفہ، وانما ظهر علم ابی حنیفہ بتصانيفه“

امام محمدؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے علم کو پھیلا دیا ہے، اور امام ابو حنیفہؒ کا علم امام محمدؒ کی کتابوں کے ذریعہ

سے ظاہر ہوا ہے۔ (الفوائد البہیة: ص ۱۶۳)

آپ کا محدثانہ مقام:

آپ کی زیادہ شہرت اگرچہ فقیہ اور مجتہد کی حیثیت سے ہوئی، لیکن اس میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں کہ آپ فقہ کی طرح حدیث میں بھی بلند مرتبت تھے، اور آپ نے دیگر علوم کی طرح علم حدیث حاصل کرنے میں بھی خاص توجہ دی تھی اور اس میں مکمل عبور حاصل کیا تھا، چنانچہ ماقبل میں آپ کا اپنا یہ بیان گزر چکا ہے کہ:

میرے والد نے ترکہ میں میرے لئے جو تیس ہزار درہم چھوڑے تھے ان میں سے میں نے پندرہ ہزار درہم فقہ اور حدیث کی تحصیل میں صرف کئے، اور باقی پندرہ ہزار درہم نحو اور شعر و شاعری سیکھنے میں لگا دیئے۔

امام محمد بن سعدؒ (م ۲۴۰ھ) اور محدث ابن الفراتؒ (م ۳۰۷ھ) نے آپ کے بارے میں تصریح کی ہے کہ

”وطلب الحديث وسمع سماعاً كثيراً“

امام محمدؒ نے حدیث حاصل کی، اور کثرت سے احادیث کا سماع کیا۔

(الطبقات الکبریٰ: ۴/۲۴۸، شذرات الذهب: ۱/۳۲۲)

حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) ارقام فرماتے ہیں:

”کتب عن مالک کثیراً من حدیثہ وعن الثوری وغیرہما“

امام محمدؒ نے امام مالکؒ، امام سفیان ثوریؒ اور دیگر محدثین سے بکثرت احادیث لکھی تھیں۔

(الانقضاء: ص ۱۷۴)

آپ کے ”عہد طلب علمی“ کے تذکرے میں علامہ ابن خلکانؒ (م ۷۸۱ھ) اور علامہ صلاح الدین صفدیؒ (م ۷۴۳ھ) کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ آپ نے باقاعدہ علم حدیث حاصل کیا تھا، اور طلب حدیث میں کئی ائمہ اعلام سے ملاقاتیں کی تھیں۔⁵²

آپ کے محدث ہونے کی اس سے بڑھ کر اور دلیل کیا ہوگی کہ مؤرخ اسلام، اور محدث ناقد حافظ شمس الدین ذہبیؒ نے آپ کو محدثین کے طبقے میں شمار کیا ہے۔ (المعین فی طبقات المحدثین: ص ۶۱)

اور آپ کے بارے میں یہ تصریح بھی کی ہے کہ:

”وسمع کثیراً“

کہ آپ کثیر السماع محدث تھے۔ (مناقب ابی حنیفہ وصاحبہ: ص ۵۰)

امام ابن تغری بردیؒ (م ۷۷۴ھ) بھی آپ کے محدث ہونے کی تصریح کرتے ہیں۔ (النجوم

الزاهرة: ۱۶۴/۲)

اور پھر آپ نے جیسے خود اپنے مشائخ حدیث سے بکثرت احادیث کا سماع کیا تھا، اسی طرح آپ نے اپنے تلامذہ کو بھی بہت زیادہ احادیث کا سماع کرایا، اور آپ کے تلامذہ نے آپ سے بڑی کثرت سے احادیث سنی ہیں۔ مثلاً آپ کے ایک شاگرد اسمعیل بن توبہ ثقفیؒ (م ۷۷۴ھ) جو امام ابو حاتم رازیؒ وغیرہ نامور حفاظ حدیث کے استاذ ہیں ان کے بارے میں امام ابویعلیٰ خلیلیؒ (م ۷۷۶ھ) نے تصریح کی ہے کہ:

”وسمع الکثیر من محمد بن الحسن الشیبانی صاحب ابی حنیفہ“

انہوں نے امام محمد بن حسن صاحب ابی حنیفہؒ سے بکثرت احادیث کا سماع کیا تھا۔ (الارشاد فی

معرفة علماء الحديث: ص ۲۹۵)

⁵² دیکھئے ص: ۴۵۔

امام دارِ قطنیؒ (م ۸۵ھ) اور امام ابن عبد البرؒ (م ۶۳۱ھ) جیسے نامور محدثین آپ کو حافظ الحدیث قرار دیتے ہیں، اور امام عبدالکریم شہرستانیؒ (م ۴۸۸ھ) آپ کو ائمہ حدیث میں شمار کرتے ہیں، ان تینوں حضرات کے حوالے ان شاء اللہ تعالیٰ آگے کتاب میں آرہے ہیں۔⁵³

مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ غیر مقلد (م ۱۳۸۷ھ) آپ کو امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ کے ساتھ ذکر کر کے ان سب کے بارے میں تصریح کرتے ہیں:

یہ ائمہ بھی اہل حدیث تھے، ان کے علوم سے اہل حدیث کو فائدہ پہنچا۔ (تحریک آزادی فکر: ص ۳۳۴)

نیز مولانا سلفیؒ آپ کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ وغیرہ جیسے کبار محدثین کے زمرہ میں شمار کرتے ہوئے آپ کے ائمہ حدیث میں سے ہونے کی صاف تصریح کرتے ہیں۔ (ایضاً: ص ۴۹۰)

اسی طرح مولانا عبدالسلام مبارکپوریؒ غیر مقلد (م ۱۳۴۳ھ) نے بھی آپ کو، اور امام اعظم ابوحنیفہؒ، و امام ابو یوسفؒ کو فقہائے حدیث میں شمار کیا ہے، اور ان لوگوں کی تردید کی ہے، جو ان تینوں حضرات کو فقہائے اہل رائے میں ذکر کرتے ہیں۔ (سیرۃ البخاری: ص ۳۴۲)

احناف کے خلاف تعصب و عناد میں سر تا پا غرق غیر مقلد حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس سب تعصب و عناد کے باوجود امام محمدؒ کا محدثین اور ائمہ حدیث میں سے ہونا تسلیم کیا ہے۔ (نور العینین: ص ۶۳، تعداد رکعات قیام رمضان: ص ۱۳، وغیرہ)

والفضل ماشہدت بہ الاعداء

⁵³ دیکھئے ص: ۱۶-۱۷۔

دیگر علوم و فنون میں آپ کا مقام:

فقہ و حدیث کے علاوہ دیگر علوم و فنون مثلاً لغت عربیہ، نحو، حساب، اور شعر و شاعری وغیرہ میں بھی آپ کو مکمل دسترس حاصل تھی۔

علامہ سبط ابن الجوزیؒ (م ۵۴۱ھ) نے اپنی تاریخ ”مرآة الزمان“ میں لکھا ہے کہ:

”قال علماء السير: كان محمد بن الحسن اماماً، حجة في جميع العلوم“۔

علمائے سیر (مؤرخین) فرماتے ہیں کہ امام محمد بن حسنؒ تمام علوم میں امام اور حجت کا درجہ رکھتے تھے۔ (بلوغ الامانی: ۵۹)

حافظ عبد القادر قرشیؒ (م ۷۵۷ھ) آپ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

”وكان ايضا مقدما في علم العربية، والنحو، والحساب والفتنة“

امام محمدؒ (حدیث و فقہ کی طرح) علوم عربیہ، نحو، حساب اور فطانت میں بھی فوقیت رکھتے تھے۔ (الجواهر المضية: ۲/۴۴)

حافظ ابوسعید سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) نے امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

”ومحمد ابصر الناس بالعربية“

امام محمدؒ لغت عربیہ میں سب لوگوں سے زیادہ بصیرت رکھتے تھے۔ (کتاب الانساب: ۱۶۷/۳)

نیز امام سمعانیؒ نے آپ کے شاگرد امام ہشام بن عبد اللہ رازیؒ کے ترجمہ میں آپ کو ”صاحب فقہ و ادب“ سے ملقب کیا ہے۔ (ایضاً: ۷۰/۳)

حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) ارقام فرماتے ہیں:

”و محمد اعلمهم بالعربية والحساب“

امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ میں امام محمدؒ لغت عربیہ اور فن حساب کے سب سے بڑے عالم تھے۔ (مجموع الفتاویٰ: ۱۴۹/۲۰)

علامہ ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) آپ کے ترجمہ میں تصریح کرتے ہیں کہ:

”وله في مصنفاته المسائل المشكلة خصوصاً المتعلقة بالعربية“

امام محمدؒ کی کتابوں میں مشکل مسائل ہیں، خصوصاً جو مسائل عربی زبان کے متعلق ہیں۔ (وفیات الاعیان: ۳۲۱/۲)

امام ابو بکر الجصاص رازیؒ (م ۷۰۰ھ) ”الجامع الكبير“ کی شرح میں ارقام فرماتے ہیں:

”كنت اقرأ بعض مسائل من الجامع الكبير على بعض المبرزين في النحو (يعني ابا علي الفارسي) فكان يتعجب من تغلغل واضع هذا الكتب في النحو“

میں ”الجامع الكبير“ (تصنيف امام محمد بن حسنؒ) کے بعض مسائل کو علم نحو کے ایک بہت بڑے ماہر یعنی ابو علی الفارسی (جو مشہور امام النخوع گزرے ہیں، ناقل) کے پاس پڑھ رہا تھا تو وہ بھی اس کتاب کے مصنف (امام محمدؒ) کی علم نحو میں مہارت پر حیران ہو گئے۔ (بلوغ الامانی: ص ۶۳)

اسی طرح امام اخفش نحویؒ (م ۲۱۵ھ) فرمایا کرتے تھے:

”وما وضع شئ لشي قط يوافق ذلك الا كتاب محمد بن الحسن في الايمان فانه وافق كلام الناس“

کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو کسی دوسری چیز کے لئے وضع کی گئی ہو، اور وہ اس کے موافق بھی ہو،
سوائے امام محمد بن حسنؒ کی تصنیف ”کتاب الایمان“ کے کہ وہ لوگوں کی کلام کے موافق ہے۔ (مناقب ابی
حنیفہ وصاحبہ للذہبیؒ: ص ۵۱)⁵⁴

شیخ عبدالرحمن المعلمیؒ غیر مقلد (م ۳۸۶ھ) نے بھی امام محمدؒ کو فن حساب اور دقیق مسائل بیان
کرنے میں ماہر تسلیم کیا ہے۔ (التکیل: ۱/۱۶۶)
اور آپ کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

⁵⁴ حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۸ھ) نے یہ روایت امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) کی کتاب سے بالسندیوں نقل کی ہے کہ:

الطحاوي، نامحمد بن شاذان، سمعت الأخصش النحوي، يقول: «ما وضع شيء لشيء قط يوافق ذلك، إلا كتاب
محمد بن الحسن في الإيمان، فإنه وافق كلام الناس». (مناقب الامام ابو حنيفة للذهبي: ص ۸۲، ۱۹، ۳۷)

کیونکہ طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) نے امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کے مناقب پر کتاب لکھی ہے۔ (الجواہر والدرر للسخاوی، عقد الجمان:
ص ۶۹)

سند کی تحقیق:

- (۱) امام طحاویؒ مشہور ثقہ، حافظ الحدیث اور ثبت محدث ہیں۔ (تاریخ الاسلام)
 - (۲) محمد بن شاذان الجوهريؒ (م ۲۸۶ھ) بھی ثقہ ہیں۔ (تقریب: رقم ۵۹۵۰)
 - (۳) سعید بن مسعود، ابو الحسن بصری، الأخصش الأوسطؒ (م ۲۱۵ھ) مشہور امام النحو والعربیۃ اور صدوق ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۱۰:
ص ۲۰۶، دیوان الاسلام: ج ۱: ص ۴۸، شذرات الذہب: ج ۳: ص ۷۳)
- لہذا یہ سند حسن ہے۔

نیز ثقہ، ثبت، امام ابو القاسم ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) نے اپنے شیخ، امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) سے یہی روایت نقل کی ہے۔

(فضائل ابی حنیفہ وأخباره ومناقبه: ص ۳۵۱)

”المسائل الحسابية الدقيقة التي ضخم بها محمد كتبه“

امام محمدؒ نے اپنی کتابوں کو حساب کے دقیق مسائل سے بھر دیا ہے۔ (ایضاً: ۱/۱۶۷)

علاوہ ازیں آپ قرآن کریم کے بھی بہت بڑے عالم تھے، چنانچہ امام ابو عبیدہؒ (م ۲۲۴ھ) جو ایک جلیل القدر امام ہیں، فرماتے تھے:

”ما رأيت أعلم بكتاب الله من محمد بن الحسن“

میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو امام محمد بن حسنؒ سے بڑھ کر کتاب اللہ (قرآن کریم) کا عالم ہو۔ (تاریخ بغداد: ۲/۱۷۲) ۵۵

۵۵ یہ روایت تاریخ بغداد: ج ۲: ص ۱۷۲، طبع دار الكتب العلمية، بیروت، اور تاریخ بغداد بتحقیق شیخ بشار العواد معروف: ج ۲: ص ۵۶۵ پر موجود ہے۔ اس کی سند یوں ہے، حافظ المشرق امام خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) کہتے ہیں کہ:

أخبرنا علي بن أبي علي قال أنبأنا طلحة بن محمد: قال حدثني مكرم بن أحمد قال نا أحمد بن عطية قال سمعت أبا عبيد يقول: ما رأيت أعلم بكتاب الله من محمد بن الحسن۔

اس کی سند میں موجود احمد بن محمد بن المغلسؒ (م ۳۰۸ھ) پر ائمہ نے جرح کیا ہے۔ (تاریخ الاسلام: ج ۷: ص ۱۲۹)

مگر متناہیہ روایت درست معلوم ہوتی ہے، کیونکہ امام، حافظ ابو عبیدہ قاسم بن سلامؒ (م ۲۲۴ھ) نے کئی مقامات پر کتاب و سنت کی تشریح امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) سے پوچھی ہے۔ دیکھئے غریب الحديث لابی عبیدہ: محمد عبد المعید خان: ج ۱: ص ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) فرمایا کرتے تھے:

”ما رأیت أعلم بكتاب الله من محمد كأنه عليه نزل“

میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو امام محمدؒ سے زیادہ کتاب اللہ کا علم رکھتا ہو، (امام محمدؒ قرآن کا علم اتنا زیادہ رکھتے تھے کہ) گویا قرآن اترا ہی آپ پر ہے۔ (مناقب ابی حنیفہ وصاحبہ للذہبی: ص ۵۱) ⁵⁶

بھی ہے۔ لہذا اس خارجی قرینہ کی وجہ سے یہ روایت متناذرست ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ حافظ ذہبیؒ نے یہ روایت کو حسن کہا ہے۔ (تاریخ الاسلام: ج ۴: ص ۹۵۴) واللہ اعلم

⁵⁶ یہ روایت مکمل سند کے ساتھ فضائل ابی حنیفہ اخبارہ و مناقبہ لابن ابی العوام: ص ۳۵۰ پر موجود ہے۔ چنانچہ امام، حافظ، قاضی ابو القاسم ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) کہتے ہیں کہ:

سمعت أحمد بن محمد بن سلامة يقول: سمعت أبي يقول: سمعت إدريس بن يوسف القراطيسي يقول: سمعت الشافعي محمد بن إدريس يقول: ما رأيت أعلم بكتاب الله عز وجل من محمد بن الحسن، كأنه عليه نزل۔

اس سند میں امام احمد بن محمد بن سلامہ المعروف ابو جعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) کے والد اور ادريس بن يوسف القراطيسيؒ کا ترجمہ اگرچہ نہیں ملا، لیکن حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۸ھ) نے اپنی کتاب مناقب میں موجود امام محمدؒ کے ترجمہ کو حسن، یعنی ان میں موجود روایات کو حسن کہا ہے۔ (تاریخ الاسلام: ج ۴: ص ۹۵۴) لہذا ابو جعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) کے والد اور ادريس بن يوسف القراطيسيؒ دونوں بھی حافظ ذہبیؒ کے نزدیک صدوق ہیں۔

اور یہ روایت حسن ہے۔ واللہ اعلم نیز دیکھئے (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ: ص ۱۲۸)

اور اس روایت کے کئی متابعات وشواہد موجود ہیں۔

متابع نمبر ۱:

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کہتے ہیں کہ:

وهل رأيت فقيها قط؟ اللهم إلا أن تكون رأيت محمد بن الحسن فإنه كان يملأ العين والقلب، وما رأيت مبدنا قط أذكى من محمد بن الحسن

کیا تو نے کبھی کسی فقیہ کو دیکھا بھی ہے؟ ہاں! اگر تو نے محمد بن حسنؒ کو دیکھا ہو، اس لئے کہ وہ (اپنے فقہی رعب سے) آنکھوں اور دل کو بھر دیتے تھے۔

اگے کہتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی فریبہ جسم آدمی کو محمد بن الحسنؒ سے زیادہ ذہین نہیں دیکھا۔ (تاریخ بغداد: ج ۲: ص ۱۷۳، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت، اور تاریخ بغداد بتحقیق شیخ بشار العواد معروف: ج ۲: ص ۵۶۶)

متابع نمبر ۲:

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) فرمایا کرتے تھے:

میں نے کوئی شخص عقلمندی، پرہیزگاری، فقاہت، تقویٰ اور اچھی گفتگو کرنے میں امام محمد بن حسنؒ سے بڑھ نہیں دیکھا۔ (مناقب ابی حنیفہ و صاحبہ ص: ۵۵)

ظاہر ہے جب کوئی بے مثال ہوگا، تو اس کو دیکھ کر اور اس کا کلام سن کر آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو خوشی ہوگی۔

متابع نمبر ۳:

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد بن الحسنؒ جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔ (مناقب الشافعی للآبری: ج ۱: ص ۷۸)

متابع نمبر ۴:

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) نے فرمایا: میری آنکھوں نے محمد بن الحسنؒ جیسا نہیں دیکھا، اور عورتوں نے ان جیسا ان کے زمانے میں پیدا نہیں کیا۔ (مناقب الشافعی للبیہقی: ج ۱: ص ۱۶۱)،

متابع نمبر ۵:

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن الحسنؒ کے علاوہ کوئی ایسا فقیہ نہیں دیکھا کہ جس سے کوئی قابل غور (یا) مشکل مسئلہ پوچھا گیا اور اس کا چہرہ متغیر نہ ہوا ہو۔ (مناقب الشافعی للآبری: ص ۷۸)

متابع نمبر ۶:

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کہتے ہیں کہ کھدو امام محمد بن حسنؒ سے، جن کو دیکھنے والوں کی آنکھ نے ان جیسا نہیں دیکھا۔ (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ: ص ۱۲۷)

یہ تمام سندیں حسن ہیں۔ دیکھئے ص: ۹۱

متابع نمبر ۷:

امام ابو الحسن الآبریؒ (م ۳۶۳ھ) نے کہا:

أخبرني محمد بن يحيى المصري خادماً المزنّي، أن الربيع بن سليمان أخبرهم، قال: سمعت الشافعي يقول: حملت عن محمد بن الحسن [حمل] بختي ليس عليه إسماعلي.

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد بن الحسنؒ سے ایک بختی اوٹ کے بقدر علم حاصل کیا، جس کو میں نے خود ان سے سنا تھا۔ (مناقب الشافعی للآبری: ص ۷۸)

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابو الحسن محمد بن الحسن الآبریؒ (م ۳۶۳ھ) کی توثیق گزر چکی۔

(۲) ابو بکر محمد بن یحییٰ بن آدم المصری بھی صدوق یا ثقہ ہیں۔ دیکھئے (مناقب الشافعی للآبری: ص ۶۷، اکاٹل لابن عدی: ج ۱: ص ۷۹، ۱۰۰)

(۳) الربیع بن سلیمان، ابو محمد المصریؒ (م ۲۷۷ھ) کی توثیق بھی گزر چکی۔

لہذا یہ سند بھی حسن ہے۔

نوٹ:

یہ روایت صحیح سند کے ساتھ امام ابن ابی حاتمؒ (م ۲۲۹ھ) کی کتاب ”آداب الشافعی ومناقبہ“ میں موجود ہے۔ (دیکھئے ص: ۲۶) نیز یہ اور اگلی روایت صاف دلالت کرتی ہے کہ امام شافعیؒ نے امام محمد بن الحسنؒ سے روایت لی ہے۔

متابع نمبر ۸:

امام ابو عبد اللہ الصمیریؒ (م ۳۶۶ھ) نے کہا:

أخبرنا عمر بن إبراهيم المقرئ قال ثنا مكرم قال أنبا الطحاوي قال ثنا أحمد ابن داود بن موسى قال سمعت حرملة قال سمعت الشافعي يقول ما رأيت أحدا قط إذا تكلم رأيت القرآن نزل بلغته إلا محمد بن الحسن فإنه كان إذا تكلم رأيت القرآن نزل بلغته ولقد كتبت عنه حمل بعير ذكّر وإنما قلت ذكر لأنه بلغني أنه يحمل أكثر مما تحمل الأنبي

میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا کہ جب وہ بات کرے تو مجھے ایسا لگے کہ قرآن اس کی زبان میں نازل ہوا ہے، سوائے محمد بن الحسن کے، اس لئے کہ جب وہ بات کرتے تھے تو مجھے ایسا لگتا کہ قرآن ان کی زبان میں نازل ہوا ہے، میں نے ان سے ایک نزائٹ کے وزن اٹھانے کے بقدر علم لکھا ہے، اور میں نے نزائٹ اس لئے کہا کیوں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ وہ مادہ (اونٹنی) سے زیادہ بوجھ اٹھاتا ہے۔ (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ: ص ۱۲۸، نیز دیکھئے مناقب الشافعی للآبری: ص ۷۸، تاریخ بغداد: ج ۲: ص ۱۷۲، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت، اور تاریخ بغداد بتحقیق شیخ بشار العواد معروف: ج ۲: ص ۵۶۵)

سند کی تحقیق:

- (۱) امام ابو عبد اللہ الصمیری (م ۳۶۱ھ)
 - (۲) امام عمر بن ابراہیم، ابو حفص الکتانی (م ۹۰ھ)
 - (۳) مکرم القاضی (م ۴۰۰ھ) اور
 - (۴) امام طحاوی (م ۲۱۱ھ) کی توثیق گزر چکی۔
 - (۵) احمد بن داود بن موسیٰ المکی (م ۲۸۲ھ) بھی ثقہ ہیں۔ (کتاب الثقات للقاسم: ج ۱: ص ۳۳۳)
 - (۶) حرمہ بن یحییٰ المصری (م ۲۴۴ھ) صحیح مسلم کے راوی اور صدوق ہیں۔ (تقریب: رقم ۱۱۷۵)
- لہذا یہ سند بھی حسن ہے۔

نوٹ:

اس روایت سے فضائل ابی حنیفہ اخبارہ و مناقبہ لابن ابی العوام والی روایت ”ما رأیت أعلم بکتاب اللہ عز وجل من محمد بن الحسن، کأنه علیه نزل“ کی واضح تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

متابع نمبر ۹:

امام ابو الحسن الآبریؒ (م ۳۶۳ھ) نے کہا:

وقری علی مکحول بساحل الشام بمدينة بیروت وأنا أسمع، أنه سمع إبراهيم بن خرزاذخا عثمان بن خرزاذخا أن قال: سمعت حرمله يقول: سمعت الشافعي يقول: ((کتبت عن محمد بن الحسن وقر حمل))

امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد بن الحسن سے ایک اوٹ پر لادے جانے کے بقدر (روایات اور علم کی کتابیں) لکھی ہے۔

(مناقب الشافعی للآبری: ص ۷۶)

سند کی تحقیق:

- (۱) امام ابو الحسن محمد بن الحسن الآبریؒ (م ۳۶۳ھ) کی توثیق گزر چکی۔
 - (۲) مکحول سے مراد ابو عبد الرحمن محمد بن عبد اللہ بن عبد السلام مکحول البیروٹیؒ (م ۳۲۱ھ) ہیں۔ (مناقب الشافعی للآبری: ص ۱۰۰) اور وہ مشہور ثقہ اور مضبوط راوی ہیں۔ (ارشاد القاصی والدانی: ص ۵۸۱)
 - (۳) ابراہیم بن خرزاذخا کی روایت کو امام ابو عوانہؒ (م ۳۱۶ھ) نے صحیح ابی عوانہ میں نقل کیا ہے۔ (صحیح ابی عوانہ: ج ۱۰: ص ۳۳۱، ج ۱۳: ص ۳۲۸، ج ۱۸: ص ۴۵۷، ۴۳۷، ۳۲۰، وغیرہ)
 - لہذا وہ بھی امام ابو عوانہؒ (م ۳۱۶ھ) کے نزدیک کم از کم صدوق ہیں۔
 - (۴) حرملہ بن یحییٰ المصریؒ (م ۲۴۴ھ) کی توثیق گزر چکی۔
- لہذا یہ سند حسن ہے۔

متابع نمبر ۱۰:

امام ابن ابی حاتمؒ (م ۲۲۹ھ) نے کہا:

قال: حدثني أبو بشر بن أحمد بن حماد الدولابي نزيل مصر، ثنا أبو بكر بن إدريس يعني كاتب الحميدي، قال: سمعت عبد الله بن الزبير بن عيسى القرشي الحميدي، قال: قال الشافعي: --- وكان محمد بن الحسن، جيد المنزلة، فاختلفت إليه، وقلت: هذا أشبه لي من طريق العلم، فلزمته، وكتبت كتبه، وعرفت قولهم، وكان إذا قام ناظرت أصحابه۔

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) نے کہا: کہ امام محمد بن الحسنؒ (م ۱۸۹ھ) کا علمی مقام بہت خوب تھا، لہذا میں آپ کے پاس جاتا رہا، میں نے کہا: حصول علم کیلئے یہ میرے لئے زیادہ مناسب ہے، پس میں نے آپ کو لازم پکڑا، آپ کی کتابیں لکھ لیں، اور ان کا قول سمجھ لیا، اور جب آپ (مجلس سے) اٹھتے تو آپ کے شاگردوں سے میں مناظرہ کرتا۔ (آداب الشافعی و مناقبہ لابن ابی حاتم: ۲۶)

سند کی تحقیق:

- (۱) امام ابو عبد الرحمن ابن ابی حاتمؒ (م ۲۴۹ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث اور ائمہ جرح و تعدیل میں سے ہے۔
 - (۲) امام، حافظ ابو بشر الدولابیؒ (م ۱۰۸ھ) کی توثیق گزر چکی، دیکھئے (دو ماہی مجلہ الاجماع: ش ۴: ص ۲)
 - (۳) ابو بکر، محمد بن ادريس بن عمر المکی، وراق الحمیدیؒ بھی صدوق ہیں۔ (کتاب الثقات للقاسم: ج ۸: ص ۱۶۷)
 - (۴) امام عبد اللہ بن زبیر الحمیدیؒ (م ۲۱۹ھ) مشہور ثقہ، امام اور حافظ الحدیث ہیں۔ (تقریب: رقم ۳۳۲۰)
- لہذا یہ سند بھی حسن ہے۔

وضاحت:

اس روایت میں امام شافعیؒ نے دین میں امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کے بلند مقام اور حیثیت کی شہادت دی ہے، جس سے ان کے نزدیک امام محمدؒ کا معتبر ہونا صاف ظاہر ہے۔

متابع نمبر ۱۱:

حافظ المشرق، امام خطیب بغدادیؒ (م ۶۳۳ھ) نے کہا:

أخبرنا رضوان بن محمد الدينوري قال سمعت الحسين بن جعفر العنزي بالري يقول سمعت أبا بكر بن المنذر يقول سمعت المزي يقول سمعت الشافعي يقول: ما رأيت سمينا أخف روحا من محمد بن الحسن، وما رأيت أفصح منه، كنت إذا رأيت يقرأ أكان القرآن نزل بلغته

میں نے کسی فریبہ بدن کو محمد بن الحسن سے زیادہ نرم دل نہیں دیکھا، اور نہ آپ سے زیادہ کسی کو فصیح دیکھا، جب میں آپ کو پڑھتے ہوئے دیکھتا تو (یوں محسوس کرتا) گویا قرآن آپ کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ (تاریخ بغداد: ج ۲: ص ۱۷۲، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت، اور تاریخ بغداد بتحقیق شیخ بشار العواد معروف: ج ۲: ص ۵۶۵)

سند کی تحقیق:

- (۱) حافظ المشرق، امام خطیب بغدادیؒ (م ۲۶۳ھ) کی توثیق گزر چکی۔
- (۲) رضوان بن محمد الدینوریؒ (م ۲۶۶ھ) صدوق ہیں۔ (تاریخ بغداد: ج ۹: ص ۴۳۱، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت)
- (۳) الحسین بن جعفر العززیؒ (م ۳۹۸ھ) ثقہ، امام اور فقیہ ہیں۔ (الروض الباسم: ج ۱: ص ۴۴۲)
- (۴) ابو بکر ابن المنذرؒ (م ۳۱۹ھ) مشہور ثقہ، مجتہد اور حافظ الحدیث ہیں۔ (لسان المیزان: ج ۶: ص ۴۸۲)
- (۵) الربیع بن سلیمان، ابو محمد المصریؒ (م ۴۷۴ھ) کی توثیق بھی گزر چکی۔

لہذا یہ سند حسن ہے۔

متابع نمبر ۱۲:

حافظ المشرق، امام خطیب بغدادیؒ (م ۲۶۳ھ) نے کہا:

حدثني الحسن بن محمد بن الحسن الخلال قال أنبأنا علي بن عمرو الحريري أن أبا القاسم علي بن محمد بن كاس النخعي حدثهم قال أنبأنا أحمد بن حماد بن سفيان قال سمعت الربيع بن سليمان قال سمعت الشافعي يقول: ما رأيت أعدل من محمد بن الحسن.

امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ میں امام محمدؒ سے زیادہ عقلمند کسی کو نہیں دیکھا۔ (تاریخ بغداد: ج ۲: ص ۱۷۲، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت، اور تاریخ بغداد بتحقیق شیخ بشار العواد معروف: ج ۲: ص ۵۶۵)

اس روایت کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔ جس کی تفصیل کتب اسماء الرجال میں موجود ہے۔

اسی سند کے ساتھ، حافظ المشرق، امام خطیب بغدادیؒ (م ۲۶۳ھ) نے امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) ایک اور قول ذکر کیا ہے کہ ”أمن الناس علي في الفقه محمد بن الحسن“ (سکھانے) میں سب سے زیادہ مجھ پر احسان امام محمد بن حسنؒ کا ہے۔ (تاریخ بغداد: ج ۲: ص ۱۷۳، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت، اور تاریخ بغداد بتحقیق شیخ بشار العواد معروف: ج ۲: ص ۵۶۷)

اسی طرح ایک اور روایت میں امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کہتے ہیں کہ ”لم يزل محمد بن الحسن عندي عظيما جليلا“ امام محمد بن الحسنؒ میرے نزدیک برابر ایک عظیم اور جلیل القدر انسان تھے۔ (مناقب الشافعی للبيهقي: ج ۱: ص ۱۱۷، نیز دیکھئے متابع نمبر ۱۰)

ایک اور جگہ امام محمد بن ادریسؒ (م ۲۰۴ھ) کہتے ہیں کہ ”كنت لا أذري أحداً أنس به إلا محمد بن الحسن، وكنت أميل إليه؛ للفقہ“ میں کسی کو نہیں جانتا تھا جن سے مجھے انس ہو سوائے امام محمد بن الحسنؒ کے اور میں فقہ کی وجہ سے آپ کی طرف مائل تھا۔ (مناقب الشافعی للبيهقي ج: ۱ ص: ۱۱۳، نیز دیکھئے ص: ۱۰۸)

ایک جگہ امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کا ارشاد ہے کہ ”ما رأيت رجلاً أعلم بالحرام والحلال والعلل والناسخ والمنسوخ من محمد بن الحسن“ کہ میں نے امام محمدؒ سے زیادہ حلال اور حرام، علل اور ناسخ اور منسوخ کو جاننے والا نہیں دیکھا۔ (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص: ۱۲۸، نیز دیکھئے ص: ۱۲۷)

اخیر کی ۳ روایات جو ہم نے اختصار کے ساتھ ذکر کی ہے کہ ان روایات کی سندوں میں ضعف ہے، لیکن متناوہ روایات صحیح معلوم ہوتی ہیں اس لئے کہ ان کے شواہد موجود ہیں، جن کی طرف اشارہ ہم نے ان روایات کے حوالوں کے ساتھ کر دیا ہے۔

لہذا ان روایات کو غیر ثابت قرار دینا بیکار ہے۔

خلاصہ یہ کہ امام شافعیؒ، امام محمدؒ کے اعلیٰ مقام اور عظمت کے قائل ہیں، اور ان سے روایات بھی لی ہیں، نیز امام محمدؒ ان کے نزدیک صدوق بھی ہیں، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ دیکھئے ص: ۱۲۴۔

ایک آخری وضاحت:

امام محمدؒ کی مدح میں وارد امام شافعیؒ کے بعض اقوال کو ائمہ شافعیہ نے اصحاب الرأی کے درمیان محمول کیا ہے، مثلاً امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) نے کہا: کہ ”ما كلمت أسود الرأس أعقل من محمد بن الحسن“ میں نے کالے سروالوں میں امام محمد بن الحسنؒ سے زیادہ عقلمند سے بات نہیں کی۔ (مناقب الشافعی للبيهقي ج: ۱ ص: ۱۵۸، واسنادہ صحیح) ائمہ شافعیہ کہتے ہیں کہ یہاں در صل امام شافعیؒ کی مراد یہ ہے کہ میں نے اصحاب الرأی میں امام محمد بن الحسنؒ سے زیادہ عقلمند سے بات نہیں کی۔

اسی طرح اور دوسرے بعض اقوال ”ما رأيت مثل محمد بن الحسن“ اور ”ما رأيت عينا ي مثل محمد بن الحسن، ولم تلد النساء في زمانه مثله“ میں بھی یہی تاویل کی گئی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام شافعیؒ نے یہ باتیں علی الاطلاق کہی ہیں، کیونکہ ایک روایت دوسری روایت کی وضاحت کرتی ہے۔ (دین الحق از ابو صہیب داود ارشد: ج: ۱ ص: ۶۶۹) اور ان کے دوسرے اقوال صریح طور پر اطلاق پر دلالت کرتے ہیں۔

”ما رأيت سميئاً أخف روحاً من محمد بن الحسن، وما رأيت أفصح منه، كنت إذا رأيت يقرأ كأن القرآن نزل بلغته“

الغرض: امام عالی شان تمام علوم میں ماہر اور باکمال تھے۔

امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کی ذہانت اور فصاحت و بلاغت:

”مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، جَيِّدُ الْمَنْزِلَةِ“

”مارأيت أحدا قط إذا تكلم رأيت القرآن نزل بلغته إلا محمد بن الحسن فإنه كان إذا تكلم رأيت القرآن نزل بلغته ولقد كتبت عنه حمل بعير ذلك وإنما قلت ذكر لأنه بلغني أنه يحمل أكثر مما تحمل الأنثى“

”و هل رأيت فقيها قط؟ اللهم إلا أن تكون رأيت محمد بن الحسن فإنه كان يملأ العين والقلب، ومارأيت مبدا قط أذكرى من محمد بن الحسن“

”مارأيت أعقل من محمد بن الحسن“

”مارأيت أعلم بكتاب الله عز وجل من محمد بن الحسن، كأنه عليه نزل“

”قال كتب الشافعي إلى محمد بن الحسن وقد طلب منه كتبه لينسخها فأخبرها عنه فكتب إليه قل لمن لم تر عين من رآه مثله“

”مارأيت أحدا يسأل مسألة فيها نظر إلا رأيت الكراهة في وجهه إلا محمد بن الحسن“

”مارأيت أعقل ولا ازهد ولا أفقه ولا أورع ولا أحسن نطقا وإيرادا من محمد بن الحسن“

”مارأيت رجلا أعلم بالحرام والحلال والعلل والناسخ والمنسوخ من محمد بن الحسن“

”امن الناس على في الفقه محمد بن الحسن“

لہذا صحیح اور رائج یہی ہے کہ امام شافعیؒ کے یہ اقوال علی الاطلاق ہیں اور ائمہ شافعیہ رحمہم اللہ علیہم کی تاویل بے دلیل ہے۔

واللہ اعلم

امام موصوف تمام علوم میں یکتائے روزگار تھے، اور اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے کم عمری میں ہی یہ تمام علمی کمالات حاصل کر لئے تھے، اس لئے آپ کا شمار ذہین ترین لوگوں میں ہوتا ہے، آپ کے شاگرد رشید امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے:

”وما رأیت مبدنا قط اذکی من محمد بن الحسن“

میں نے کوئی بھی جسم شخص امام محمد بن حسنؒ سے زیادہ ذہین نہیں دیکھا۔ (تاریخ بغداد: ۲/۱۷۳) ⁵⁷

حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۰ھ) اور حافظ ابن ناصر الدینؒ (م ۸۲۲ھ) دونوں اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ:

”وکان من اذکیاء العالم“

امام محمدؐ دنیا کے ذکی ترین لوگوں میں سے تھے۔ (مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ: ص ۵۰، اتحاد السالک

: ص ۱۷۸)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

”وکان من افراد الدهر فی الذکاء“

امام محمدؐ اپنے زمانے کے چند ذہین ترین لوگوں میں سے ایک تھے۔ (الایثار مع کتاب الآثار

: ص ۲۳۳)

علاوہ ازیں اللہ نے آپ کو علم اور ذہانت کے ساتھ ساتھ فصاحت و بلاغت سے بھی خوب نوازا تھا، اور آپ انتہائی فصیح و بلیغ شخص تھے۔

حضرت امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کا قول ہے کہ:

⁵⁷ یہ روایت حسن درجہ کی ہے، جس کی تفصیل گزر چکی۔ دیکھئے ص: ۹۰۔

”لو اشاء ان اقول ان القرآن نزل بلغة محمد بن الحسن لقلته لفصاحتہ“

اگر میں یہ کہنا چاہوں کہ قرآن امام محمد بن حسنؒ کی لغت (زبان) میں اُترا ہے تو آپ کی فصاحت کی وجہ سے میں یہ کہہ سکتا ہوں۔ (تاریخ بغداد: ۱۷۲/۲، ۱۷۳، نیز دیکھئے اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصمیریؒ: ص ۱۲۸، ۱۲۹)⁵⁸

نیز فرماتے ہیں:

⁵⁸ یہ روایت تاریخ بغداد: ج ۲: ص ۱۷۲، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت، اور تاریخ بغداد بتحقیق شیخ بشار العواد معروف: ج ۲: ص ۵۶۵ پر موجود ہے۔ اس کی سند یوں ہے، حافظ المشرق امام خطیب بغدادیؒ (م ۶۳۳ھ) کہتے ہیں کہ

حدثنا أبو طالب يحيى بن علي بن الطيب المعجلي بحلوان، قال: أخبرنا أبو بكر ابن المقرئ بأصبهان، قال: حدثنا أبو عمارة حمزة بن علي المصري، قال: سمعت الربيع بن سليمان، يقول: سمعت الشافعي، يقول: لو اشاء أن أقول إن القرآن نزل بلغة محمد بن الحسن، لقلته لفصاحتہ۔

لیکن حافظ ابو الحسن الآبریؒ (م ۶۳۳ھ) نے اس روایت کو اور بھی مختصر سند سے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ

اخبرني الزبير بن عبد الواحد ب حمص، قال: حدثني أبو عمارة بمصر، قال: سمعت الربيع بن سليمان يقول: سمعت الشافعي يقول: لو اشاء أن أقول: نزل القرآن بلغة محمد بن الحسن من فصاحتہ۔ (مناقب الشافعي للآبري: ص ۷۸)

اس سند کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں۔ حافظ ابو الحسن الآبریؒ (م ۶۳۳ھ) کی توثیق گزر چکی۔ زبیر بن عبد الواحد الاسد بادئیؒ (م ۶۳۳ھ) بھی ثقہ ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج ۷: ص ۸۵۰)، ابو عمارة علی بن حمزہ مصریؒ (م ۶۳۰ھ) کے حالات تاریخ مصر لابن یونس: ج ۱: ص ۱۳ پر موجود ہیں۔ اور ان کی روایت کو حافظ ذہبیؒ نے حسن کہا۔ (مناقب ابو حنیفہ: ص ۸۰) لہذا وہ بھی صدوق ہیں۔

خلاصہ یہ کہ حافظ الآبریؒ کی یہ روایت حسن ہے۔

اسی طرح یہ روایت اخبار ابی حنیفہ للصمیریؒ اور تاریخ بغداد للخطیب میں دیگر سندوں کے ساتھ موجود ہے، جس کی تفصیل ص

: ۱۱۰-۱۱۲ پر موجود ہے۔

”کان محمد بن الحسن الشیبانی اذا اخذ فی المسألة كأنه قرآن ينزل عليه لا يقدم حرفاً ولا يؤخر“

امام محمد بن حسن شیبانی جب کوئی مسئلہ بیان کرتے (تو اس کو اس خوبصورتی سے پیش کرتے کہ) گویا قرآن اُن پر اتر رہا ہے، آپ نہ کوئی حرف آگے کرتے اور نہ کسی حرف کو پیچھے کرتے۔ (ایضاً)

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) یہ بھی فرماتے تھے:

”ما رأيت سميّاً اخف روحاً من محمد بن الحسن، وما رأيت افصح منه، كنت اذا رأيت يقرأ كأن القرآن نزل بلغته“

میں نے کوئی جسیم شخص امام محمد بن حسنؒ سے زیادہ نرم مزاج نہیں دیکھا، اور نہ ہی آپ سے زیادہ فصیح کوئی شخص دیکھا ہے، میں جب آپ کو قرآن پڑھتے ہوئے دیکھتا تو مجھے یوں محسوس ہوتا کہ گویا قرآن آپ کی لغت میں اُترا ہے۔ (ایضاً)⁵⁹

⁵⁹ یہ روایت حسن ہے، دیکھئے ص: ۱۱۲۔

امام محمدؒ کی فصاحت پر علی زئی کے اعتراض کی حقیقت:

امام شافعیؒ سے امام محمدؒ کی فصاحت کے متعلق متعدد روایات منقول ہیں، صرف علامہ خطیب بغدادیؒ کی تاریخ میں تین مختلف اسناد کے ساتھ ان سے امام محمدؒ کا فصیح ہونا منقول ہے، ان تینوں اسناد کے متون ہم نے اوپر درج کر دیئے ہیں، اسی طرح علامہ خطیب بغدادیؒ کے استاذ امام صیمریؒ کی کتاب ”اخبار ابی حنیفہ واصحابہ“ میں بھی امام شافعیؒ سے دو مختلف اسناد کے ساتھ امام محمدؒ کی فصاحت کی تعریف مروی ہے، اسی طرح دیگر کتب میں بھی مختلف اسناد کے ساتھ امام شافعیؒ سے یہ روایت کیا گیا ہے، اور پھر دیگر اہل علم نے بھی امام محمدؒ کا فصیح ہونا تسلیم کیا ہے، لیکن اس سب کے باوجود زبیر علی زئی کا تجاہل عارفانہ ملاحظہ کریں کہ وہ دانستہ اس قول کی ان سب اسناد سے صرف نظر کرتے ہوئے ”تاریخ بغداد“ سے اس کی محض ایک سند کو لے کر اس قول کو مشکوک ثابت کرنے کی سعی نامراد کر رہے ہیں۔ (دیکھئے:

الحديث: ش: ۷، ص ۱۳، حاشیہ: ۳)

مؤرخ اسلام علامہ ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) اور نامور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان (م ۱۲۰۷ھ) آپ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

”وكان افصح الناس، وكان اذا تكلم خيل لسامعه ان القرآن نزل بلغته“

آپ لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح تھے، آپ جب بات کرتے تو سامع (سننے والے) کو یوں محسوس ہوتا تھا کہ قرآن کریم آپ کی لغت میں اُترا ہے۔ (وفیات الاعیان: ۳۲۱/۲، التاج المکمل: ص ۸۰)

علامہ ابن العماد حنبلیؒ (م ۸۰۹ھ) آپ کے متعلق ار قادم فرماتے ہیں:

”فكان فصيحاً بليغاً“

امام محمدؒ فصیح اور بلیغ شخص تھے۔ (شذرات الذهب: ۳۲۱/۱)

آپؐ کی عبادت اور کثرت تلاوت:

آدمی کے لئے علم اسی وقت نفع مند ہے، جب آدمی عملی کی زندگی اس کے علم کے مطابق ہو، امام محمد بن حسنؒ کا شمار بھی ان ہی اہل علم میں ہوتا ہے، جو اپنے علم پر پوری طرح عمل پیرا تھے، چنانچہ آپ اعلیٰ درجہ کے عبادت گزار تھے، اور آپ کی عبادت کا حسن ہر طرف مشہور تھا، اور پھر آپ کا یہ حسن

ایں چہ بوالعجبی است

اور پھر لکھتے ہیں کہ اگر یہ روایت صحیح بھی ثابت ہو جائے تو اس کا تعلق نہ جرح سے اور نہ تعدیل سے، فصاحت اور چیز ہے، اور عدالت وثقاہت اور چیز ہے۔ (ایضاً)، لیکن سوال یہ ہے کہ کس نے اس قول کو بطور توثیق پیش کیا ہے؟ کہ جناب کو اس صحیح السند قول کو مشکوک ثابت کرنے کی زحمت اٹھانا پڑی، اور اس کی وجہ سے آپ اس قدر آگ بگولہ ہو رہے ہیں؟ علی زئی صاحب جیسے لوگ (جو علم اور فصاحت دونوں سے عاری ہیں) ایسی باتوں کو کیا سمجھ سکتے ہیں کہ جب کسی شخص کو علم کے ساتھ فصاحت سے بھی نوازا جائے تو وہ اس کے لئے بہت بڑا اعزاز اور کمال ہوتا ہے؟

عبادت آپ کے تلامذہ میں بھی منتقل ہوا، مثلاً آپ کے تلامذہ امام محمد بن سماعہؒ (م ۲۳۳ھ) اور امام عیسیٰ بن ابانؒ (م ۳۲۱ھ) وغیرہ کی نماز کا حسن بہت مشہور ہے، انہوں نے اپنی نماز میں یہ حسن اپنے استاذ مکرم امام محمدؒ سے ہی اخذ کیا ہے۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ الصمیریؒ (م ۳۳۶ھ) نے بہ سند متصل امام بکر العمیؒ سے نقل کیا ہے کہ:

”انما اخذ محمد بن سماعہ وعیسیٰ بن ابان حسن الصلاة من محمد بن الحسن رضی اللہ عنہ“

امام محمد بن سماعہؒ اور امام عیسیٰ بن ابانؒ نے اپنی نماز کا حسن امام محمد بن حسنؒ سے سیکھا تھا۔ (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ: ص ۱۳۳)⁶⁰

⁶⁰ یہ روایت اخبار ابی حنیفہ واصحابہ: ص ۱۳۳ پر موجود ہے۔ چنانچہ امام ابو عبد اللہ الصمیریؒ (م ۳۳۶ھ) کہتے ہیں کہ

أخبرنا عبد الله بن محمد الحلواني قال ثنا مكرم قال ثنا محمد بن عبد السلام عن أبي خازم القاضي قال سمعت بكر العمي يقول إنما أخذ محمد بن سماعه وعيسى بن أبان حسن الصلاة من محمد بن الحسن رضي الله عنه

اس کی سند کے تمام روایات کی توثیق گزر چکی۔ دیکھئے (ص: ۴۳)، لیکن عبد اللہ بن محمد، ابو القاسم الشاہدؒ (م ۳۸۷ھ) پر کلام ہے، لیکن ان پر اس روایت میں کلام باطل و مردود ہے۔ کیونکہ ان سے پہلے ثقہ، ثبت، حافظ ابو القاسم ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) نے یہ روایت صحیح سند کے ساتھ بیان کر دی تھی، چنانچہ فضائل ابی حنیفہ میں ہے کہ

قال ابن ابی العوام قال أبو جعفر: وسمعت أبا خازم القاضي يقول: سمعت بكر العمي يقول: إنما أخذ ابن سماعه وعيسى بن أبان حسن الصلاة من محمد بن الحسن۔ (ص: ۳۷۰)

اس روایت میں امام ابو جعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) نے محمد بن عبد السلام الدمشقیؒ (م ۳۱۷ھ) کی متابعت کر دی ہے۔ روایات کی تفصیل کے لئے دیکھئے ص: ۳۹، لہذا یہ روایت صحیح ہے۔

نیز آپ اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود تلاوتِ قرآن کے ساتھ بھی انتہائی شغف رکھتے تھے، امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) نے آپ کے بعض تلامذہ سے روایت کیا ہے کہ:

”ان محمداکان حزبه فی کل یوم وليلة ثلث القرآن“

امام محمدؒ گادن رات میں ثلاث قرآن (دس پارے) پڑھنے کا معمول تھا۔ (مناقب ابی حنیفہ وصاحبہ: ص ۵۹)⁶¹

آپؐ کا حسن و جمال:

آپ جیسے باطنی خوبیوں اور کمالات (علم، ذہانت وغیرہ) میں یگانہ روزگار تھے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہری حسن و جمال سے بھی خوب نوازا تھا۔

علامہ ابن العمد حنبلیؒ (م ۸۹۰ھ) نے بحوالہ علامہ ابن الفراتؒ (م ۸۰۷ھ) لکھا ہے:

”وکان من اجمل الناس واحسنهم، قال ابو حنیفۃ لوالده حین حملہ احلق شعر ولدک والبسه الخلقان من الثیاب لا یفتنن به من راہ، قال محمد: فحلق والدی شعری،

⁶¹ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے یہ روایت امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) کی کتاب سے بالسندیوں نقل کی ہے کہ

قال الطحاوي: سمعت أحمد بن أبي عمران يحكي، عن بعض أصحاب محمد بن الحسن، أن محمداکان حزبه فی کل یوم وليلة ثلث القرآن۔ (مناقب الامام ابو حنیفہ للذهبی: ص ۹۴، ۹۵، ۹۶)

روایت کی تفصیل:

امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) کی توثیق گزر چکی۔ احمد بن ابی عمران الفقیہؒ (م ۲۸۸ھ) بھی ثقہ ہیں۔ (کتاب الثقات للقاسم: ج ۲: ص ۱۱۲)، امام ابن ابی عمران کے وہ شیوخ، جو امام محمدؒ کے تلامذہ ہیں، ان میں کوئی بھی راوی ضعیف نہیں ملا ہے۔ شاید اسی وجہ سے حافظ ذہبیؒ نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ (مناقب: ص ۹۴) واللہ اعلم

اس روایت کو امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) کی سند سے، حافظ ابو القاسم ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) نے بھی روایت کیا ہے۔ (فضائل ابی حنیفہ: ص ۳۶۸)

والبسني الخلقان فزدت عند الحلق جمالا، وقال الشافعي رحمہ اللہ: اول ما رأيت محمداً وقد اجتمع الناس عليه نظرت اليه فكان من احسن الناس وجهاً، ثم نظرت الى جبينه فكأنه عاج، ثم نظرت الى لباسه فكان من احسن الناس لباساً، ثم سألت عن مسئلة فيها خلاف فقوى مذهبه ومرفيه كالشهم“

امام محمدؒ لوگوں میں انتہائی جمیل او سب سے زیادہ خوبصورت تھے، آپ کے والد جب آپ کو پہلی دفعہ امام ابوحنیفہؒ کے پاس تحصیل علم کے لئے لے گئے تو امام صاحبؒ نے ان سے فرمایا کہ آپ اپنے بیٹے کے بال منڈوا دیں، اور اس کو دو پرانے کپڑے پہنا دیں تاکہ اس کو دیکھنے والا کہیں کسی فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے اس پر میرے بال منڈوا دیئے، اور مجھے دو پرانے کپڑے پہنا دیئے، لیکن سر منڈانے سے میرا حسن پہلے سے دو بالا ہو گیا، امام شافعیؒ کا قول ہے کہ امام محمدؒ سے جب میری پہلی دفعہ ملاقات ہوئی تو اس وقت لوگ آپ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے، میں نے جب آپ کی طرف دیکھا تو آپ کا چہرہ سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھا، پھر میں نے آپ کی پیشانی کی طرف دیکھا تو وہ انتہائی روشن اور چمک دار تھی، پھر میں نے آپ کے لباس کی طرف دیکھا تو آپ کا لباس سب لوگوں سے زیادہ اچھا تھا، اور پھر میں نے آپ سے ایک اختلافی مسئلہ پوچھا تو آپ نے (اس مسئلہ کے متعلق) اپنے مذہب کو (دلائل سے) مضبوط کیا، اور اس میں تیر کی طرح نکل گئے۔ (شذرات الذہب: ۳۲۲/۱)

محدثین سے امام محمدؒ (م۱۸۹ھ) کی توثیق:

ما قبل محدثین کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ فقہ حنفی جو شروع سے لے کر اب تک امت مسلمہ کی اکثریت کا دستور عمل (Personal Law) رہا ہے، اس کا مدار امام محمدؒ کی کتابوں پر ہے، اور آپ ہی نے امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کو قید تحریر میں لا کر اس کو پوری دنیا میں پھیلایا، اور پھر امت کی طرف سے اس کو تلقی بالقبول حاصل ہوا، جو کہ امت مسلمہ کا آپ کی نقل و روایت پر اعتماد کی بین دلیل ہے، لہذا جس شخص کی نقل اور روایت پر امت کا اس قدر اعتماد ہو اس کی ثقاہت و عدالت پر کسی کی گواہی نقل کرنے کی

ضرورت ہی نہیں ہے، لیکن افسوس ! اس کے باوجود بعض عاقبت نااندیش اُن اسلاف امت پر تنقید کر کے اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں، اس لئے ہم امام موصوف کے ناقدین کی تسلی کے لئے محدثین سے آپ کی توثیق پیش کرتے ہیں۔

آپ کی توثیق سے متعلق محدثین کے اقوال:

محدثین کی ایک بڑی تعداد نے آپ کی توثیق کی ہے، ہم یہاں بطور ”گلے از گلزارے“ ان میں سے بعض نامور محدثین کے آپ کی توثیق سے متعلق اقوال ہدیہ ناظرین کر رہے ہیں:

(۱) امام محمد بن ادریس الشافعیؒ (م ۲۰۴ھ):

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) جو بیک وقت محدثین اور فقہاء دونوں طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں، اور ان کو امام محمدؒ سے شرف تلمذ بھی حاصل ہے، جس کی وجہ سے ان کو امام موصوف کی شخصیت کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے، لہذا آپ کے بارے میں ان کی گواہی دیگر محدثین پر مقدم ہے۔

پہلے تفصیل سے گزر چکا ہے کہ امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) نے امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے، اور انہوں نے آپ سے تفقہ حاصل کرنے کے علاوہ آپ سے احادیث بھی روایت کی ہیں، اور ان میں سے آپ کی بعض احادیث امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کی ”مسند“ میں بھی موجود ہیں۔

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) نے نہ صرف یہ کہ آپ سے احادیث روایت کی ہیں، بلکہ آپ کی احادیث کو قابلِ حجت بھی سمجھا ہے، چنانچہ محدث ناقد حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۱۸۹ھ) نے تصریح کی ہے کہ:

”واما الشافعیؒ فاحتج بمحمد بن الحسن فی الحدیث“

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) نے حدیث میں امام محمد بن حسنؒ سے حجت پکڑی ہے۔ (مناقب ابی حنیفہ

وصاحبہ: ص ۵۵، تاریخ الاسلام: ۹۵۶/۴)

اسی طرح امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) نے صراحتاً بھی آپ کو روایت حدیث میں صدوق قرار دیا ہے، چنانچہ وہ ایک روایت سے استدلال کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

”اخبرنا محمد بن الحسن أو غيره من اهل الصدق في الحديث، أو هما...“

ہم سے حدیث میں صدوق محمد بن حسنؒ یا کسی اور صدوق شخص نے یا دونوں نے حدیث بیان کی ہے (کتاب الأم: ۳/۳۲۰، باب الخلاف في الحجر، مسند الامام الشافعي: ص ۳۸۲)

امام شافعیؒ نے آپ کی احادیث سے احتجاج کرنے، اور آپ کو ”صدوق في الحديث“ قرار دینے کے علاوہ آپ کی بڑی تعریف بھی کی ہے، اور ان سے آپ کی تعریف و توثیق میں اتنے زیادہ اقوال منقول ہیں کہ اہل علم نے ان کو متواتر (جو روایت کی سب سے اعلیٰ قسم ہے) کا درجہ دیا ہے۔

امام ابن الفراتؒ (م ۵۰۷ھ) اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

”وكان الشافعي رضي الله عنه يثنى على محمد بن الحسن، ويفضله، وقد تواتر عنه بالفاظ مختلفة“

امام شافعیؒ نے امام محمد بن حسنؒ کی تعریف کی ہے، اور آپ کی فضیلت کو تسلیم کیا ہے، امام شافعیؒ سے بالتواتر آپ کی تعریف اور فضیلت میں مختلف الفاظ منقول ہیں۔ (بحوالہ شذرات الذهب: ۱/۳۲۳)

حافظ الدنيا امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) آپ کے تذکرے میں ارقام فرماتے ہیں:

”وكان الشافعي يعظمه في العلم“

امام شافعیؒ نے علم (حدیث وغیرہ) میں امام محمدؒ کی عظمتِ شان کو تسلیم کیا ہے۔ (تعجيل المنفعة: ص ۴۰۹)

شیخ الاسلام، حافظ المغرب ابن عبد البر المالکیؒ (م ۶۶۳ھ) نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ:

”وكان الشافعي يثنى على محمد بن الحسن ويفضله، ويقول: ما رأيت قط سميना اعقل منه، قال وكان افصح الناس، كان اذا تكلم خيل الى سامعه ان القرآن نزل بلغته، وقال الشافعي: كتبت عن محمد بن الحسن وقرعير“

امام شافعیؒ نے امام محمد بن حسنؒ کی تعریف کی ہے، اور آپ کی فضیلت کو بیان کیا ہے، امام شافعیؒ فرماتے تھے میں نے کبھی بھی کوئی جسیم شخص امام محمدؒ سے زیادہ عقل مند نہیں دیکھا، اور فرمایا کہ امام محمدؒ لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح تھے، جب آپ بات کرتے تو سننے والے کو یوں محسوس ہوتا کہ قرآن آپ ہی کی زبان میں اتر رہا ہے، امام شافعیؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے امام محمد بن حسنؒ سے ایک بار شتر کے برابر علم لکھا تھا۔ (الانتقاء: ص: ۱۷۴، ۱۷۵)

نیز امام ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

”وللشافعي في اول قدمه قدمها عليه كتب بها اليه“

قل لمن لم تر عين من رآه مثله ★ ان لم يكن قد رآه قدر أرى من قبله

العلم يأبى اهله ان يمنعه أهله ★ لعله يبذله لأهله لعله

امام شافعیؒ کی جب پہلی دفعہ امام محمدؒ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے آپ کی طرف یہ اشعار لکھ کر بھیجے۔

(ترجمہ اشعار): اس شخص کو کہہ دو کہ جس کو دیکھنے والوں کی آنکھ نے اس کا مثل نہیں دیکھا، اور جس نے اس کو دیکھ لیا اس نے اس سے پہلے لوگوں کو بھی دیکھ لیا۔ (یعنی امام محمدؒ نقید المثال اور اپنے اکابر کے نمونہ ہیں) علم اہل علم کو اس سے روکتا ہے کہ وہ علم کو اس کے مستحقین تک پہنچنے سے روکے، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ مستحق علم بھی آگے دیگر مستحق علم تک اس علم کو پہنچا دے۔ (ایضاً: نیز دیکھئے اخبار ابی حنیفہ

واصحابه للامام الصمیری: ص ۱۲۷، ۱۲۸)

نیز حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ)، حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ)، حافظ ابن عبد الہادیؒ (م ۷۴۴ھ)، حافظ عبد القادر
القرشیؒ (م ۷۵۵ھ)، حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ)، حافظ ابن عبد البرؒ (م ۷۶۳ھ)، حافظ خطیب بغدادیؒ (م ۷۶۳ھ)، امام
ابوسعید سمعانیؒ (م ۷۶۲ھ)، حافظ ابن الجوزیؒ (م ۷۹۷ھ)، حافظ ابو القاسم عبد لکریم الرافعیؒ (م ۷۶۳ھ)، امام ابن خلکانؒ
(م ۷۸۱ھ)، حافظ ابن الاثیرؒ (م ۷۶۰ھ)، محدث ابن الفراتؒ (م ۸۰۷ھ) اور امام ابن العماد حنبلیؒ (م ۸۰۹ھ)
وغیرہ نے بھی تصریح کی ہے کہ امام شافعیؒ نے امام محمدؒ سے اخذ علم کیا تھا، اور انہوں نے آپ سے فقہ اور
حدیث کی روایت کی ہے اور امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کی بعض احادیث امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کی ”مسند“ میں بھی
موجود ہیں۔ (دیکھئے ص: ۶۳)

اور امام ابو عبد اللہ الشافعیؒ (م ۲۰۴ھ) صرف ثقہ سے ہی روایت کرتے ہیں، جیسا کہ غیر مقلدین کا مذہب ہے۔
(الاتحاف النبیل: ج ۲: ص ۱۱۱)

معلوم ہوا کہ امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کے نزدیک ثقہ ہیں۔

امام ابن عبد البرؒ نے امام شافعیؒ سے امام محمدؒ کی توصیف میں جو بعض اقوال نقل کئے ہیں ان کے
علاوہ بھی امام شافعیؒ سے بکثرت اقوال منقول ہیں۔

مثلاً علامہ خطیب بغدادیؒ نے بہ سند متصل امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

”امن الناس علي في الفقه محمد بن الحسن“

فقہ (سکھانے) میں سب سے زیادہ مجھ پر احسان امام محمد بن حسنؒ کا ہے۔ (تاریخ بغداد: ۱۷۳/۲)⁶²

امام ابو القاسم علی بن محمد بن کاس نخعیؒ (م ۲۴۴ھ) امام شافعیؒ سے ناقل ہیں کہ:

⁶² اس روایت کے تمام روایات ثقہ اور سند صحیح ہے۔ (دیکھئے ص: ۱۳۳)

”ما رأیت اعقل ولا ازہد ولا أفقہ ولا اورع ولا احسن نطقا وایراداً من محمد بن الحسن“

میں نے کوئی شخص عقل مندی، پرہیزگاری، فقاہت، تقویٰ اور اچھی گفتگو کرنے میں امام محمد بن حسنؒ سے بڑھ نہیں دیکھا۔ (مناقب ابی حنیفہ وصاحبہ للذہبیؒ ص ۵۵) ⁶³

⁶³ حافظ ذہبیؒ اس قول کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: یہ قول منکر (انوکھا) ہے۔ علامہ زاہد الکوثریؒ اس پر نقد کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

”لا وجه لقول الذہبی هذا، لأن ابن کاس ثقة، وحمد بن حماد بن سفیان وثقة الخطیب۔ (۱۲۴/۴) علی تعنته، وقال الدارقطنی: لا بأس به، ولم يقل فيه جرح وللخبر شواهد عديدة فلا يكون كلام الذہبی متمشياً مع قواعد النقد“

حافظ ذہبیؒ کے اس قول کی کوئی وجہ نہیں بنتی، کیونکہ امام ابن کاس (جو اس قول کے ناقل ہیں) ثقہ ہیں، (اسی طرح ان کے استاذ) احمد بن حماد بن سفیان کو علامہ خطیب بغدادیؒ نے باوجود اپنے تعنت (مخالفین کے بارے میں تشدد) کے ان کو ثقہ قرار دیا ہے، اور امام دارقطنیؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان میں کوئی خرابی نہیں ہے، نیز ان کے متعلق کوئی جرح منقول نہیں ہے، اور اس خبر کے متعدد شواہد بھی ہیں، لہذا حافظ ذہبیؒ کا یہ کلام جرح کے قواعد کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں رکھتا۔ (حاشیہ مناقب ابی حنیفہ وصاحبہ: ص ۵۵)

تنبیہ:

زبیر علی زئیؒ نے علامہ کوثریؒ کے اس مذکورہ جواب کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے:

یہ روایت دو وجہ سے مردود ہے:

(۱) ابن کاس النخعی تک سند نامعلوم ہے۔

(۲) حافظ ذہبیؒ نے اس قول کو منکر قرار دیا ہے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ راوی اپنی روایت کو دوسروں کے بہ نسبت زیادہ جانتا ہے، لہذا کوثری کا ذہبیؒ پر ردّ مردود ہے۔ (الحديث: ۵۵: ص ۳۲)

جواب:

علامہ خطیب بغدادیؒ وغیرہ محدثین نے ان سے امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے تلامذہ کے فضائل سے متعلق متعدد اقوال بہ سند متصل نقل کئے ہیں، مثلاً امام شافعیؒ کے مذکورہ قول کے شروع کے الفاظ ”ما رأیت اعقل من محمد بن الحسن“ کو علامہ خطیبؒ نے امام ابن کاسؒ سے بہ متصل نقل کیا ہے، (تاریخ بغداد: ۱۷۲/۲)، ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری نے تاریخ بغداد میں خطیب بغدادیؒ نے جن جن کتب سے اقوال نقل کیا ہے۔ ان سب کو اپنی کتاب ”موارد الخطیب فی تاریخ بغداد“ میں جمع کیا ہے۔

موصوف اسی کتاب کے ص ۱۸۳ پر لکھتے ہیں (جس کا خلاصہ یہ ہے) کہ خطیبؒ نے ۶۰ مقامات پر ابن کاسؒ النخعیؒ سے روایات نقل کی ہیں جو کہ (عامۃً) امام ابو حنیفہؒ کے مناقب کے تعلق سے ہیں اور اخیر میں کہتے ہیں کہ شاید ابن کاسؒ النخعیؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے مناقب پر کتاب لکھی ہے، جہاں سے خطیبؒ نے ان روایات کو نقل کیا ہے۔

لیکن حافظ محمد بن یوسف الصالحیؒ (م ۹۳۲ھ) نے واضح کیا کہ امام ابن کاسؒ (م ۳۲۴ھ) نے امام ابو حنیفہؒ کے مناقب میں ”تحفة السلطان فی مناقب النعمان“ کے نام سے بہترین کتاب لکھی ہے۔ (الجواهر الدرر للسخاوی: ج ۳: ص ۱۲۵۵، عقود الجمان، ص ۴۹، کشف الظنون: ج ۲: ص ۱۸۳۸ وغیرہ) لہذا حافظ ذہبیؒ نے امام شافعیؒ کا مذکورہ قول امام ابن کاسؒ کی کتاب سے نقل ہے۔

اس پر مزید دلائل یہ ہیں کہ امام ذہبیؒ نے ثقہ، امام، قاضی ابو بکر ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) کی حوالے سے روایت ذکر کی ہے۔ تو صراحت فرمائی کہ یہ روایت ان کی کتاب میں موجود ہے۔ (مناقب: ص ۱۶)، اسی طرح محمد بن حماد بن المبارک المصیعیؒ مولیٰ بنی ہاشم سے روایات ذکر کی، تو صراحت فرمائی کہ یہ روایات ان کی کتاب سیرۃ ابی حنیفہؒ سے ذکر کی گئی ہے۔ (مناقب: ص ۲۳) اور حافظ ذہبیؒ نے امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) کی کتاب سے بھی امام صاحبؒ اور صاحبین کے مناقب ذکر کئے ہیں، چنانچہ ایک مقام پر امام طحاویؒ کی کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، حافظ ذہبیؒ کہتے ہیں کہ ”روی نحوھا الطحاوی یاسناد آخر الی اللیث“۔ (مناقب: ص ۳۷، نیز دیکھئے ص: ۱۹) پس اسی منہج سے واضح ہوتا ہے کہ ابن کاسؒ سے روایات ذہبیؒ نے ان کی کتاب لی ہے۔ واللہ اعلم،

خود زبیر علی زئی نے بھی علامہ عبدالحق اشبیلیؒ کے امام ابن مغیثؒ سے نقل کردہ قول کے بارے میں لکھا ہے کہ:

ظن غالب یہی ہے کہ یہ قول ان (ابن مغیث) کی کتاب ”المجتہدین“ میں مذکور ہوگا۔ (امین اکاڑی کا تعاقب: ص ۳۴)

کاش یہاں ابن کاس کی روایت میں بھی زبیر علی زئی صاحب ایسے ہی فیصلے کر دیتے، تو مسلک پرستی کا عدم ثبوت مل جاتا، ویسے زبیر علی زئی کی تسلی کیلئے یہ بھی عرض ہے کہ حافظ ذہبیؒ کی امام ابن کاسؒ تک سند متصل ہے، اور انہوں نے کئی جگہوں پر امام ابن کاسؒ کے اقوال کو اپنی سند سے نقل کیا ہے، مثلاً امام اعظم ابو حنیفہؒ کے ترجمہ میں وہ امام ابن کاسؒ سے ایک قول کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اخبرنا ابن علان کتابہ، ابنا الکندی، ابنا الفراز، ابنا الخطیب، ابنا الخلال، ابنا علی بن عمرو الحریری، حدثنا علی بن محمد بن کاس النخعی...“ (سیر اعلام النبلاء: ۶/۳۹۱، ۳۹۲)

اس سند میں مذکور یہ سب مشہور راوی ہیں۔ (دیکھئے بالترتیب: معجم شیوخ الذہبی: ص ۶۱۷، سیر اعلام النبلاء: ۲۲/۳۴، کتاب الانساب: ۴/۴۹، سیر اعلام النبلاء: ۱۸/۲۷۰، تاریخ بغداد: ۷/۴۳۷، ایضاً، ۱۲/۲۸)

لہذا علی زئی کا اس قول کی سند پر اعتراض فضول ہے۔

رہا حافظ ذہبیؒ کا اس قول کو منکر کہنا، تو ان کی پوری عبارت اس طرح ہے:

قلت: لم یروہذا عن الربیع، إلا أحمد بن حماد، وهو قول منکر

میں کہتا ہوں کہ اس قول کو ربیعؒ سے احمد بن حماد بن سفیان نے ہی نقل کیا ہے اور یہ قول منکر ہے۔ (مناقب: ص ۸۷) اس سے معلوم ہوا کہ چونکہ اس قول کو ربیعؒ سے روایت کرنے والے صرف احمد بن حماد بن سفیان ہی ہیں۔ اس لئے حافظ ذہبیؒ نے اس قول کو منکر قرار دیا ہے۔ یعنی یہاں پر منکر بمعنی تفرد ہے۔ اور امام ابن کاسؒ الخفیؒ (م ۲۳۴ھ) ثقہ، فقیہ اور امام ہیں۔ (ارشاد القاصی والدانی: ص ۴۳۹)، احمد بن محمد بن سفیان الکوفیؒ (م ۲۹۷ھ) بھی ثقہ راوی ہیں۔ (کتاب الثقات للقاسم: ج ۱: ص ۳۲۶)، اور الربیع بن سلیمان، ابو محمد المصریؒ (م ۲۴۴ھ) سنن ابوداؤد اور سنن نسائی کے راوی اور ثقہ، فقیہ اور حافظ ہیں۔ (تقریب: رقم ۱۸۹۴)، کیا ثقہ کا تفرد بھی اہل حدیث حضرات کے نزدیک ضعیف و مردود ہے؟؟

امام ابو عبد اللہ الصمیریؒ (م ۳۶۶ھ) امام شافعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ:

”ما رأیت رجلاً علماً بالحلال والحرام والناسخ والمنسوخ من محمد بن الحسن“

میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو حلال و حرام اور (احادیث میں) ناسخ و منسوخ کو امام محمد بن حسنؒ سے زیادہ جانتا تھا۔ (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ: ص ۱۲۸)

محدث ابن الفراتؒ (م ۸۰۷ھ) نے امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ:

”ولولاہ ما انفتق لی من العلم ما انفتق“

اگر امام محمدؒ نہ ہوتے تو علم میں میری اتنی رسائی نہ ہوتی جتنی (آپ کی وجہ سے) ہوئی ہے۔ (شذرات الذہب: ۳۲۳/۱)

جبکہ خود اہل حدیث کے نزدیک ثقہ کا تفرّد روایت کے صحت کے منافی نہیں ہے۔ (مسنون رکعات ترواح از کفایت اللہ سنابلی: ص ۲۱-۲۳، توضیح الکلام: ص ۴۵۴، ۱۷۱، ۱۷۰)

اور زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ اگر زیادت بیان کرنے والا ثقہ ہو تو قول رائج میں یہ زیادت مقبول ہوتی ہے۔ بشرطیکہ اس میں ثقہ راویوں یا اوثق کی ایسی مخالفت نہ ہو جس میں تطبیق نہ ہو۔ آگے موصوف کہتے ہیں کہ یہ بات ہمارے علم میں ہے کہ بعض محدثین کرام اور اکابر علماء ثقہ راوی کی زیادت کو مخالفت قرار دیتے تھے، مگر رائج یہی ہے کہ اسے مخالفت قرار دینا مرجوح ہے اور ثقہ راوی کی زیادت اگر ثقافت و اوثق کے مخالف و منافی نہ ہو تو مطلقاً مقبول ہے، چاہے سند میں ہو یا متن میں۔ (الاعتصام: ش ۳۶: ص ۲۱، ۲۳ تا ۲۷ نمبر ۲۰۰۸) نیز ایک اور مقام پر مسند احمد میں موجود اپنی سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت کے بارے میں زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ اس روایت میں علی صدرہ کا اضافہ صرف مسند احمد میں ہے اور دوسری کتابوں مثلاً سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن دارقطنی وغیرہ میں یہ اضافہ نہیں ہے تو کیا اس زیادت کو رد کر دیا جائے گا؟؟ (الاعتصام: ش ۴۷: ص ۲۸، ۱۲، ۱۱ تا ۱۴ دسمبر ۲۰۰۸)

خلاصہ یہ اعتراض باطل و مردود ہے۔

(۲) امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ):

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کے بعد جس شخص کا علمی مقام ہے وہ امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) ہیں، اور علم حدیث میں ان کا جو پایہ ہے وہ تو کسی تعارف کا محتاج ہی نہیں، بلکہ بعض اہل علم نے تو علم حدیث میں ان کو امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) پر بھی فوقیت دی ہے۔ واللہ اعلم۔

امام موصوف کے مختصر ترجمہ میں گزر چکا ہے کہ یہ بھی ان لوگوں میں سے ہیں، جو امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کے علمی خوشہ چین ہیں، اور وہاں یہ بھی گزرا ہے کہ انہوں نے دقیق مسائل امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کی کتابوں سے لئے تھے، نیز انہوں نے آپؐ سے اور امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۳ھ) سے تین صندوق علم کے بھی لکھے تھے، اور اس قول کے ذیل میں ہم شیخ عبدالرحمن المعلمیؒ غیر مقلد کا حوالہ نقل کر چکے ہیں کہ اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام احمدؒ نے ان دونوں سے ان کی احادیث لکھی تھیں۔ (دیکھئے ص: ۷۰)

اس لحاظ سے امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) بھی امام احمدؒ کے فقہ اور حدیث میں استاذ بنتے ہیں، اور حافظ زبیر علی زئیؒ غیر مقلد نے بحوالہ امام بیہقیؒ اور امام ابو العربؒ لکھا ہے کہ:

امام احمدؒ کے تمام اساتذہ ثقہ ہیں، اور وہ صرف ثقہ سے ہی روایت کرتے ہیں۔ (الحدیث: ش ۲۱:

ص ۲۲، بحوالہ مجمع الزوائد: ۸۰/۱، تہذیب التہذیب: ۱۱۴/۹)

معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ)، امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) ثقہ ہیں۔

حافظ الحدیث، امام قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۷۱۰ھ) نے کہا:

”وروی أحمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ عن محمد بن الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ کتبہ المشہورۃ وشارکہ فی سماعہا أبو سلیمان الجوزجانی رحمہ اللہ تعالیٰ، والمعلی بن منصور رحمہ اللہ تعالیٰ مع جماعة من العلماء الأعیان ما لا یحصىون عدداً“

امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ)، امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) سے ان کی مشہور کتابیں لکھی، اور امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) سے سماع کرنے میں امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کے ساتھ ابو سلیمان الجوزجانیؒ، معلى بن منصورؒ (م ۲۱۱ھ) اور کبار علماء کی لاتعداد جماعت شریک تھی۔ (کتاب مناقب الامام اعظم واصحابہ للقاسم، مخطوطہ (ترکی): ص ۵۲)

بنا بریں امام احمدؒ نے آپ کی بڑی تعریف کی ہے، اور آپ کی علمی عظمتِ شان کو خوب سراہا ہے، چنانچہ امام ابو سعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) نے ان سے نقل کیا ہے کہ:

”اذا كان في المسئلة قول ثلاثة لم تسع مخالفتهم فقلت من هم؟ قال ابو حنيفة و ابو يوسف و محمد بن الحسن“

جب کسی مسئلہ میں تین حضرات کا قول مل جائے تو پھر ان کی مخالفت جائز نہیں ہے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا وہ تین حضرات کون ہیں؟ فرمایا: امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، اور امام محمد بن حسنؒ۔ (کتاب الانساب: ۱۶۷/۳)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) امام محمدؒ کے تذکرے میں رقم طراز ہیں:

”وعظمه احمد والشافعي“

امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) اور امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) آپ کی تعظیم کرتے تھے۔ (الایثار مع کتاب الاستیصار: ص ۲۳۳)

نیز ایک اور کتاب میں حافظؒ لکھتے ہیں:

”وكان الشافعي يعظمه في العلم وكذلك احمد“

امام شافعیؒ اور اسی طرح امام احمدؒ بھی امام محمدؒ کا علم (حدیث وغیرہ) میں عظیم الشان ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ (تجیل المنفعة: ص ۴۰۹)

(۳) امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۴۰ھ):

امام الجرح والتعديل اور علم حدیث کے مایہ ناز سپوت امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۴۰ھ) نے بھی امام محمدؒ کی توثیق کی ہے، چنانچہ امام محمدؒ کے تلامذہ کے تعارف میں امام ابن معینؒ کا اپنا بیان گزرا ہے کہ میں نے خود امام محمدؒ سے آپ کی تصنیف ”الجامع الصغیر“ لکھی تھی۔⁶⁴

اسی طرح محدثین میں سے حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۰ھ) اور حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۷۷۹ھ) کے حوالے سے یہ بھی گذر چکا ہے کہ امام ابن معینؒ نے امام محمدؒ سے روایت حدیث بھی کی ہے۔ (دیکھئے ص: ۸۰)

لہذا امام ابن معینؒ کا آپ سے ”الجامع الصغیر“ لکھنا اور آپ سے حدیث کی روایت کرنا ہی سب سے بڑی دلیل ہے کہ آپ ان کے نزدیک ثقہ ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) ”سعدان بن سعد اللیثی“ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

”روی عنہ یحییٰ بن معین، قلت: ویکیفیہ روایۃ ابن معین عنہ“

امام یحییٰ بن معینؒ نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے، میں (حافظ ابن حجرؒ) کہتا ہوں کہ ان کے (ثقہ ہونے) کے لئے امام ابن معینؒ کا ان سے روایت کرنا ہی کافی ہے۔ (لسان المیزان: ۱۹/۳)

بنابریں امام محمدؒ کے ثقہ ہونے کے لئے بھی اتنا کافی ہے کہ امام ابن معینؒ نے ان سے روایت کی

ہے۔

⁶⁴ اس قول پر زبیر علی زئی کے اعتراض کی حقیقت کے لئے دیکھئے ص: ۷۸۔

(۴) امام علی بن المدینیؒ (م ۲۳۴ھ):

امام موصوف بھی امام ابن معینؒ کی طرح حدیث اور فن جرح و تعدیل کے ارکان میں شمار ہوتے ہیں، نیز وہ امام بخاریؒ کے کبار اساتذہ میں سے ہیں۔

امام بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سوائے امام ابن المدینیؒ کے اپنے آپ کو کسی کے سامنے کمتر نہیں سمجھا۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۱۴/۲)

یہ عظیم المرتبت امام بھی امام محمدؒ کی توثیق کرنے والوں میں شامل ہیں، چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ وغیرہ محدثین نے بہ سند اُن کے صاحبزادے عبداللہ بن علی بن المدینیؒ سے نقل کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے امام محمدؒ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

”محمد بن الحسن صدوق“

امام محمد بن حسنؒ صدوق ہیں۔ (تاریخ بغداد: ۱۷۸/۲)⁶⁵

⁶⁵ امام علی بن مدینیؒ کی توثیق پر علی زئی کے اعتراض کی حقیقت:

زبیر علی زئی غیر مقلد نے امام علی بن مدینی کے اس قول کی سند پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کے راوی عبداللہ بن علی بن المدینیؒ کی توثیق نامعلوم ہے۔ (الحديث: ش: ۷، ص: ۱۶، حاشیہ: ۷) جس کا جواب مجلہ الاجماع: ش: ۶، ص: ۶۱ میں دیا جا چکا ہے۔

لہذا اس شکل میں عبداللہ بن علی بن المدینیؒ مقبول ہے اور زبیر علی زئی صاحب کا اعتراض مردود ہے۔

کس کا یقین کیجئے کس کا یقین نہ کیجئے

لائے ہیں لوگ بزم یار سے خبر الگ الگ

(۵) امام احمد بن کامل القاضی (م ۵۰۳ھ):

یہ امام محمد بن جریر طبری کے اصحاب میں سے ہیں، جبکہ ان کے تلامذہ میں امام دارقطنی، اور امام حاکم وغیرہ جیسے نامور محدثین بھی ہیں، علامہ خطیب بغدادی نے ان کو احکام شرعیہ، علوم قرآن، نحو، شعر، تاریخ، اور تاریخ محدثین کے علماء میں سے قرار دیا ہے، اور ان کے بارے میں اپنے استاذ علامہ ابو الحسن بن زرقویہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

”لم تری عینای مثله“

میری آنکھوں نے ان جیسا شخص نہیں دیکھا۔ (تاریخ بغداد: ۵/۱۲۰)

حافظ ذہبی ان کو ”من بحور العلم“ (علم کے سمندر) کہتے ہیں، اور ان کے ترجمے کا آغاز: الشيخ، الامام، العلامة اور الحافظ جیسے القاب سے کرتے ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۵/۵۳۴)

امام موصوف نے امام محمد کی شخصیت اور آپ کے فضل و کمال کی بڑی تعریف کی ہے، چنانچہ امام ابو عبد اللہ الصمیری (م ۳۶۶ھ) نے اپنے استاذ امام محمد بن عمران المرزبانی سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے امام احمد بن کامل القاضی بیان کیا کہ:

امام ابو عبد اللہ محمد بن حسن صاحب ابی حنیفہ (م ۱۸۹ھ) بنو شیبان قبیلہ کے مولیٰ تھے، آپ فضل و کمال کے ساتھ موصوف تھے، اور آپ حدیث اور فقہ کو کثرت سے روایت کرنے، اور حلال و حرام کے علوم میں مختلف کتابیں تصنیف کرنے میں بہت بڑا مقام رکھتے تھے، اور آپ کے تلامذہ (امام شافعی، امام احمد بن حنبل وغیرہ) آپ کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ: ص ۱۲۵)

اس بیان میں امام احمد بن کاملؒ (م ۵۰۳ھ) نے امام محمدؒ کی بڑی تعریف کی ہے، اور اس میں انہوں نے آپ کی شخصیت، آپ کے محدثانہ و فقہی مقام، اور آپ کی تصانیف کی اس اعلیٰ پیرائے میں تعریف کی ہے کہ اتنے مختصر الفاظ میں اس سے بہتر اور جامع تعریف تقریباً محال ہے۔⁶⁶

⁶⁶ احمد بن کاملؒ (م ۵۰۳ھ) کی توثیق پر علی زئی کے اعتراض کی حقیقت:

علی زئی نے اس قول کی سند پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: اس کا راوی ابو عبید اللہ محمد بن عمران المرزبانی ہے، جس کے بارے میں عتیقہؒ نے کہا: وہ ثقہ تھا، ازہری نے کہا: وہ ثقہ نہیں تھا، اور کہا: ہمارے نزدیک کذب بیانی نہیں کرتا تھا، ابو عبید اللہ بن الکاتب نے کہا: میں نے اس کا ایک معاملہ دیکھا ہے جس سے مجھے معلوم ہوا کہ وہ کذاب تھا، محمد بن ابی الفوارس نے کہا: اس میں اعتزال اور تشیع تھا۔ (دیکھئے: تاریخ بغداد: ۱۳۵/۳) جمہور کی جرح سے معلوم ہوا کہ مرزبانی مذکور ضعیف راوی ہے۔ (الحديث: ش: ۵۵: ص ۳۳)

جواب:

علی زئی کا یہ دعویٰ کہ مرزبانیؒ پر جمہور نے جرح کی ہے، یہ سفید جھوٹ ہے، اس لئے کہ علی زئی نے اس کے خلاف جن تین حضرات سے جرح نقل کی ہے، ان میں سے محمد بن ابی الفوارس کی جرح مرزبانی کے عقیدہ سے متعلق ہے، اور خود علی زئی نے تسلیم کیا کہ ایسی جرح راوی کی صحتِ روایت کے خلاف نہیں ہے۔ (نور العینین: ص ۶۳) جبکہ ان کے بالمقابل کئی محدثین نے مرزبانی کی توثیق کی ہے۔

(۱) امام ابو الحسن العتیقیؒ (م ۴۲۱ھ) نے مرزبانی کو ثقہ قرار دیا ہے جیسا کہ خود علی زئی نے بحوالہ تاریخ بغداد نقل کیا ہے۔

(۲) علامہ خطیبؒ (م ۶۳۳ھ) نے ابو عبید اللہ بن الکاتب سے منسوب جرح کے رد میں لکھا ہے

”قلت ليس حال ابی عبید اللہ عندنا الکذب“

میں (علامہ خطیبؒ) کہتا ہوں ابو عبید اللہ (محمد بن عمران مرزبانی) ہمارے نزدیک جھوٹے نہیں ہیں۔ (تاریخ

بغداد: ۳۵۳/۳)

- (۳) امام ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) نے مرزبانؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ ”وكان ثقة في الحديث“ کہ مرزبانؒ حدیث میں ثقہ تھے۔ (وفیات الاعیان: ۳۹۷/۲)
- (۴) امام ذہبیؒ (م ۴۸۸ھ) نے مرزبانؒ کو ”صدوق“ قرار دیا ہے۔ (المغنی فی الضعفاء: ۳۵۶/۲)
- (۵) امام ابن الاصلؒ (م ۳۵۵ھ) بھی اپنی ”تاریخ“ میں مرزبانؒ کو ”ثقة في الرواية“ قرار دیتے ہیں۔ (شذرات الذهب: ج ۴: ص ۴۴۵، ج ۲: ص ۱۱۳)
- (۶) امام ابن الجوزیؒ مرزبانؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ”لم يكن من الكذابين“ یہ جھوٹے لوگوں میں سے نہیں ہے۔ (البدایہ والنہایہ: ۷/۱۸)
- (۷) امام صلاح الدین الصفدیؒ (م ۶۸۴ھ) بھی مرزبانؒ کو ثقہ قرار دیتے ہیں۔ (الوفا بالوفیات: ج ۴: ص ۱۶۶)
- (۸) حافظ سبط ابن الجوزیؒ (م ۶۵۴ھ) کہتے ہیں کہ ”اتفقوا على أنه لم يكن كذاباً“ محدثین اس پر متفق ہے کہ وہ کذاب نہیں ہیں۔ (مرآة الزمان: ج ۱۸: ص ۷۹)
- (۹) امام ابو محمد الیافعیؒ (م ۶۸۸ھ) نے بھی ثقہ کہا ہے۔ (مرآة الجنان: ج ۲: ص ۳۱۴)
- (۱۰) امام ابو عبد اللہ، یاقوت الحمویؒ (م ۶۲۶ھ) نے بھی ان کو ثقہ کہا ہے۔ (معجم الادباء: ج ۶: ص ۲۵۸۲)
- (۱۱) امام معجیر الدین العلیمیؒ (م ۹۲۸ھ) نے ثقہ کہا۔ (التاریخ المعبر: ج ۳: ص ۱۷۷)
- (۱۲) نواب صدیق حسن خانؒ (م ۱۳۰۷ھ) غیر مقلد نے بھی ان کو ثقہ کہا۔ (التاج المکمل: ص ۱۱۳)
- (۱۳) امام ابو محمد الصحرانیؒ (م ۹۴۷ھ) نے ثقہ کہا۔ (فلاذة النحر: ج ۳: ص ۲۵۵)
- اسی طرح امام ابو علی الفارسیؒ (م ۵۷۷ھ)، حافظ ابن الاثیرؒ (م ۶۳۰ھ)، حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۸ھ)، امام ابو الحسن القفطیؒ (م ۶۶۱ھ)، ابو المعالی ابن الغزویؒ (م ۵۰۵ھ) وغیرہ نے بھی آپؒ کی ثناء و تعریف فرمائی ہے۔ (اکامل فی التاریخ: ج ۷: ص ۴۶۶، سیر: ج ۱۶: ص ۴۴۷، انباء الرواة: ج ۳: ص ۱۸۰، دیوان الاسلام: ج ۴: ص ۲۲۱)

(۶) امام ابوالحسن الدار قطنیؒ (م۳۸۵ھ):

امام دار قطنیؒ (م۳۸۵ھ) جو بقول حافظ ذہبیؒ: الامام، شیخ الاسلام، حافظ الزمان، اور الحافظ الشہیر تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۱۳۲/۳)

امام موصوف باوجود علم حدیث میں بلند پایہ مقام رکھنے کے امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کے بارے میں متعنت ہیں، لیکن اس سب کے باوجود انہوں نے امام محمدؒ کی بڑی توثیق و تعریف کی ہے، چنانچہ ان کے شاگرد امام ابو بکر برقانیؒ (م۲۵۵ھ) نے ان سے نقل کی ہے کہ انہوں نے امام محمدؒ کے بارے میں فرمایا:

”وعندی لا یتحق التبرک“

امام محمدؒ میرے نزدیک (روایت حدیث میں) ترک کر دینے کے مستحق نہیں ہیں، یعنی آپ مقبول الروایت ہیں۔ (سوالات البرقانی للدار قطنیؒ: ص ۱۳۱، تاریخ بغداد: ۱۷۷/۲) ⁶⁷

لہذا زبیر علی زئی کا یہ دعویٰ کرنا کہ مرزبانی پر جمہور نے جرح کی ہے۔ یہ ان کے دیگر اکاذیب کی طرح ایک صریح کذب ہے۔

⁶⁷ امام دار قطنیؒ کی توثیق پر علی زئی کے اعتراض کی حقیقت:

علی زئی جیسے متعصب غیر مقلدین یہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتے کہ کوئی محدث ائمہ احناف میں سے کسی امام کی توثیق کرے، اور اگر کسی محدث سے کسی حنفی امام کی توثیق ثابت ہو جائے تو پھر یہ لوگ اس توثیق کو ریک تادیلوں سے ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں، چنانچہ علی زئی نے امام دار قطنیؒ سے مذکورہ توثیقی قول کی سند کو صحیح تسلیم کر لینے کے باوجود اس کو یہ کہہ کر ٹالنے کی کوشش کی ہے کہ:

امام دار قطنیؒ کے نزدیک کسی شخص کا متروک نہ ہونا اس کی دلیل نہیں ہے کہ وہ دوسرے محدثین کے نزدیک بھی متروک نہیں ہے۔ (المحدث: ش ۷، ص ۱۶، حاشیہ: ۶) یہ ہے علی زئی کا انصاف! کہ اگر امام دار قطنیؒ کا کوئی حوالہ احناف

نیز امام دار قطنیؒ (م ۸۵ھ) نے اپنی کتاب ”غرائب حدیث مالک“ میں آپ کو ثقہ حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے، چنانچہ محدث جلیل امام زیلعیؒ (م ۶۲ھ) نے امام موصوف کی مذکورہ کتاب سے ایک حدیث کے متعلق ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

”حدیث بہ عشرون نفراً من الثقات الحفاظ منهم محمد بن الحسن الشیبانی،
ویحیی بن سعید القطان، وعبد اللہ بن المبارک، وعبدالرحمن بن مہدی وابن وہب
وغیرہم“

کے خلاف آئے تو پھر وہ جلیل القدر معتدل امام ہیں، اور اگر ان کا کوئی حوالہ احناف کے حق میں ہو تو پھر وہ محدثین کی صف سے ہی خارج ہو جاتے ہیں، اور ان کی توثیق کی کوئی وقعت نہیں رہتی۔ انا للہ

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اور پھر امام دار قطنیؒ اپنی اس توثیق میں منفرد نہیں ہیں، بلکہ کئی محدثین نے بھی امام محمدؒ کی توثیق کی ہے، ان میں سے بعض کے توثیقی اقوال گزر چکے ہیں، اور بعض کے آگے آرہے ہیں، لہذا علی زئی کی مذکورہ تاویل باطل ہے۔

اور بالفرض اگر امام دار قطنیؒ امام محمدؒ کی توثیق کرنے میں منفرد بھی ہوں تو کم از کم علی زئی کو یہ تو کھلے دل سے تسلیم کر لینا چاہیے کہ امام محمدؒ امام دار قطنیؒ کے نزدیک ثقہ اور مقبول روایت ہیں، لیکن علی زئی اس بات کو بھی تسلیم کر لینے کے لئے تیار نہیں ہیں، چنانچہ ایک دوسری جگہ ہے امام محمدؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

اس کی توثیق کسی معتبر محدث سے ثابت نہیں ہے۔ (حاشیہ: جزء رفع الیدین: ص ۲۴) گویا علی زئی کی نظر میں امام دار قطنیؒ معتبر محدث نہیں ہیں۔

بریں عقل و دانش باید گریست

اس حدیث کو (امام مالک سے) بیس عدد ثقہ حفاظ حدیث نے بیان کیا ہے جن میں سے امام محمد بن حسن شیبانیؒ، امام یحییٰ بن سعید القطانؒ، امام عبد اللہ بن مبارکؒ، امام عبد الرحمن بن مہدیؒ، اور امام ابن وہبؒ وغیرہ شامل ہیں۔ (نصب الراية: ص ۴۰۸، ۴۰۹) ⁶⁸

⁶⁸ امام زیلعیؒ کے امام دار قطنیؒ سے نقل کردہ قول پر علی زئی کی بے چینی:

زیر علی زئی نے یہاں بھی اپنی عادت کے موافق امام دار قطنیؒ کے اس ایک مستند اور مضبوط حوالے کو قبول کرنے کے بجائے، الٹا امام زیلعیؒ جیسے محدث جلیل پر یہ بے بنیاد الزام لگادیا کہ انہوں نے امام دار قطنیؒ کے اس قول کو اپنی کتاب ”نصب الراية“ میں کانٹ چھانٹ کر کے نقل کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

”نصب الراية للزیلعی“ میں امام دار قطنیؒ کی کتاب ”غرائب مالک“ سے ایک قول کانٹ چھانٹ کر کے نقل کیا گیا ہے، جب تک اصل کتاب ”غرائب مالک“ یا اس سے منقول پوری عبارت نہ دیکھی جائے، اس متبور (ادھ کٹے) قول سے استدلال صحیح نہیں ہے، زاہد الکوثری صاحب وغیرہ، اس متبور و مقطوع قول پر بغلیں بجا بجا کر خوشی کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ (المحدث: ش: ۷: ص ۱۹)

نیز ایک جگہ کہتے ہیں: اصل کتاب غرائب مالک موجود نہیں ہے، تاکہ زیلعی کے دعویٰ کی تصدیق کی جاسکے۔ (مقالات: ج ۲: ص ۳۵۵)

جواب:

اولاً حافظ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف الزیلعیؒ (م ۶۲۰ھ) کی مختصر توثیق و ثناء درج ذیل ہیں:

(۱) امام جمال الدین، یوسف بن تغریؒ (م ۷۴۰ھ) نے کہا:

”الشیخ الإمام البارع المحدث العلامة-----وكان-رحمه الله-فاضلاً بارعاً في الفقه والأصول والحديث والنحو والعربية وغير ذلك“۔ (النجوم الزاهرة: ج ۱۱: ص ۱۰)

(۲) امام زین الدین الملطیؒ (م ۹۲۰ھ) نے کہا:

”وكان عالماً محدثاً فاضلاً“۔ (نیل الاصل: ج ۱: ص ۳۲۴)

(۳) حافظ ابن فہد المکیؒ (م ۸۷۱ھ) نے کہا:

”الفقیہ الإمام الحافظ۔۔۔۔۔ تفقہ وبرع وأدام النظر والاشتغال وطلب الحديث واعتنى به فانفقى وخرج وألف وجمع“۔ (لحظ الالحاظ: ص ۸۸)

(۴) حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے کہا:

”الإمام الفاضل المحدث المفيد“۔ (ذیل طبقات الحفاظ للسیوطی: ص ۵۳۵)

(۵) ابو المعالی ابن الغزئیؒ (م ۱۱۶۷ھ) نے کہا:

”الإمام الحبر الفقيه“۔ (دیوان الاسلام: ج ۲: ص ۳۸۷)

خلاصہ یہ کہ حافظ زیلعیؒ (م ۶۲۲ھ) مشہور حافظ الحدیث اور صدوق محدث ہیں۔ (اضواء المصابیح: ۲۵۱)، لہذا ان کی نقل، صحیحین کے روایت کی طرح صحیح و قابل اعتماد ہیں اور علی زئیؒ کا اعتراض کہ ”اصل کتاب غرائب مالک موجود نہیں ہے تاکہ زیلعی کے دعویٰ کی تصدیق کی جاسکے“ باطل و مردود ہے۔

اور تمام متاخرین محدثین (حافظ ابن حجرؒ وغیرہ) کی تحقیقات کا یہ ایک بڑا ماخذ ہے، اسی طرح غیر مقلدین کی شروحات حدیث بھی اس کتاب کے مستدلات سے بھری ہوئی ہیں، مثلاً مشہور غیر مقلد عالم مولانا شمس الحق ڈیانویؒ کی ”التعلیق المغنی علی متن الدارقطنی“ زیادہ تر اسی ”نصب الراية“ سے ماخوذ ہے، جس کا اقرار مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے بھی کیا ہے، چنانچہ موصوف لکھتے ہیں: اہل علم جانتے ہیں کہ محدث ڈیانویؒ ”التعلیق المغنی“ میں اکثر و بیشتر ”نصب الراية“ سے نقل کرتے ہیں۔ (تنقیح الکلام: ص ۲۳۷) خود علی زئیؒ نے امام زیلعیؒ کے علمی مقام اور ان کی اس کتاب کی شہرت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ابو محمد عبد اللہ بن یوسف الحنفی الزیلعیؒ مشہور حنفی عالم ہیں، ان کی کتاب ”نصب الراية“ لاحادیث الہدایہ کا نام زبان زد عام ہے۔ (نور العینین: ص ۵۱)

دوم امام زلیعیؒ نے امام دار قطنیؒ کی ”غرائب مالک“ سے ان کا مذکورہ قول نقل کیا جو کہ بالکل صاف ہے، اور اس میں ادنیٰ سا بھی کوئی اشارہ نہیں ملتا کہ اس میں کوئی قطع و برید ہوئی ہے، لیکن علی زئی کی ہٹ دھرمی ملاحظہ کریں کہ انہوں نے امام دار قطنیؒ کی ”غرائب مالک“ دیکھی تک نہیں ہے، لیکن پھر بھی امام زلیعیؒ پر بلا ثبوت یہ تہمت لگا رہے ہیں کہ انہوں اس قول میں کانٹ چھانٹ کی ہے۔ فیاللعجب

یہ اندازِ جنوں اچھا نکالا

لیا پہچان گو دیکھا نہ بھالا

سوم پھر علی زئی کے دوغلا پن کی حد ہے کہ یہاں امام زلیعیؒ نے امام دار قطنیؒ کی ”غرائب مالک“ سے جو حوالہ نقل کیا ہے، وہ تو علی زئی کی نظر میں غیر معتبر ہے، کیونکہ وہ ان کے موقف کے خلاف ہے، لیکن جب امام زلیعیؒ کا اسی ”غرائب مالک“ سے نقل کردہ حوالہ علی زئی کے حق میں ہو تو پھر وہ آنکھیں بند کر کے اس کو قبول کر لیتے ہیں۔

چنانچہ ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: شیخ الاسلام امام دار قطنیؒ نے ایک کتاب ”غرائب مالک“ لکھی ہے، اس کتاب میں انہوں نے ہر قسم کی (موضوع و باطل وغیرہ بھی) روایات اکٹھی کی ہیں، مگر وہ (یعنی خلافیات للیہقی کی ترک رفع کی ابن عمر کی مرفوع روایت) اس کتاب میں مغلطائی کجی کی روایات نہیں لائے، ملاحظہ ہو ”نصب الراية للزليعي: ج ۱، ص ۴۰۴“۔ (نور العینین: ص ۵۱)

اسی طرح کی دوغلی پالیسی کی حرکت موصوف علی زئی نے ایک اور جگہ بھی کی ہے۔ (مجلہ الاجماع: ش ۳: ص ۱۳۳)

قارئین: آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ علی زئی صاحب کیسی دوغلی پالیسی پر گامزن ہیں کہ امام زلیعیؒ کی نقل میں جب اپنا کوئی فائدہ نظر آئے تو فوراً اس کو قبول کر لیتے ہیں، اور جب ان کی نقل سے ان کے موقف پر زد پڑتی ہو تو پھر لچر قسم کے بہانوں سے اس کو رد کر دیتے ہیں، اور نام ہے اہل حدیث۔

پھر یہ لوگ اپنے گریبانوں میں جھانکنے کی بجائے علامہ زاہد الکوثریؒ وغیرہ جیسے اہل علم پر طنز کرتے ہیں کہ ”وہ اس منبور قول پر بغلیں بجا بجا کو خوشی کا اظہار کرتے رہے ہیں“ لیکن ان کو یہ سمجھنے کی توفیق نہیں ملتی کہ علامہ زاہد

اندازہ کریں کہ امام دار قطنیؒ (م ۸۵ھ) جیسے محدث امام محمدؒ کو کس پایہ کے ثقہ حفاظ حدیث (امام عبداللہ بن مبارکؒ، امام یحییٰ قطانؒ، اور امام ابن مہدیؒ وغیرہ) کے زمرے میں شمار کر رہے ہیں اور پھر ان میں سے بھی آپ کو انہوں نے سر فہرست ذکر کر کے گویا یوں کہہ دیا ہے:

میری انتہائی نگارش یہی ہے

تیرے نام سے ابتدا کر رہا ہوں

(۷) امام ابو عبداللہ الحاکم نیشاپوریؒ (م ۵۰۵ھ):

امام حاکمؒ جو بقول حافظ ذہبیؒ: الحافظ الکبیر، اور امام المحدثین تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۱۶۲/۳)، انہوں نے اپنی مشہور تصنیف حدیث ”المستدرک“ میں امام محمدؒ کی احادیث کی تخریج کی ہے، اور آپ سے حجت پکڑی ہے۔

نیز امام موصوف نے آپ کی سند حدیث کو ”صحیح الاسناد“ سے تعبیر کیا ہے، چنانچہ وہ ایک حدیث جس کو انہوں امام ربیع سے، انہوں نے امام شافعیؒ سے، انہوں نے امام محمدؒ سے، انہوں نے امام ابویوسفؒ، انہوں نے عبداللہ بن دینارؒ سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے، کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”هذا حديث صحيح الاسناد“۔ (المستدرک علی الصحیحین: ۳۷۹/۴، ج ۷۹۹۰)

الکوثریؒ وغیرہ تو ایک حقیقت کا اظہار کر کے خوش ہو رہے ہیں جو کہ بجا ہے، لیکن آپ لوگ تو اس حقیقت سے انکار کر کے اپنی جہالت اور ہٹ دھرمی کا ماتم کر رہے ہیں۔

معلوم ہوا کہ امام محمدؒ سمیت اس روایت کے سارے راوی امام حاکمؒ کے نزدیک ”صحیح الاسناد“ اور

ثقفہ ہیں۔⁶⁹

⁶⁹ اور امام حاکمؒ (م ۴۰۵ھ) مقدمہ المستدرک علی الصحیحین میں کہتے ہیں کہ:

أنا أستعين الله على إخراج أحاديث رواها ثقات.

میں اللہ سے مدد چاہتا ہوں، ثقفہ روایت کی احادیث کے اخراج کے سلسلے میں۔ (المستدرک: ج ۱: ص ۴۲)،

معلوم ہوا کہ امام حاکمؒ (م ۴۰۵ھ) نے ثقات کی روایت اپنی کتاب میں نقل کی ہے۔ لہذا امام محمدؒ (م ۲۵۶ھ) بھی امام حاکمؒ (م ۴۰۵ھ) کے نزدیک ثقفہ ہیں۔

نیز امام حاکمؒ نے امام محمدؒ (م ۲۵۶ھ) کو ”فہذہ صفۃ اتباع التابعین إذ جعلہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر الناس بعد الصحابة والتابعین المنتخبین، وہم الطبقة الثالثة بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وفیہم جماعة من أئمة المسلمین، وفقہاء الأئصار“ میں شمار کیا ہے۔ (معرفة علوم الحديث للحاکم: ص ۴۶)

لہذا امام محمدؒ (م ۲۵۶ھ) امام حاکمؒ کے نزدیک ثقفہ، فقیہ، اور ائمہ المسلمین ہیں۔

امام حاکمؒ کی توثیق پر علی زئی کے اعتراض کی حقیقت:

زبیر علی زئی نے اپنی عادت سے مجبور ہو کر امام حاکمؒ کی توثیق پر اعتراض کر دیا کہ حافظ ذہبیؒ نے ”تلخیص المستدرک“ میں امام حاکمؒ کا (امام محمدؒ کی روایت کی سند کو صحیح الاسناد کہنے پر) رد کرتے ہوئے کہا: قلت بالدبوس، میں نے کہا: ڈنڈے کے زد پر۔ معلوم ہوا کہ یہ تصحیح ذہبیؒ کے نزدیک مردود ہے۔ (الحديث: ۵۴/۱۲، ۵۵/۳۴)

جواب:

علی زئی کا یہ اعتراض کئی وجوہ سے باطل ہے:

(۱) حافظ ذہبیؒ کا امام حاکمؒ کی تصحیح کو رد کرنا امام حاکمؒ کی تصحیح پر نظر انداز نہیں ہوتا، اس لئے کہ امام حاکمؒ، حافظ ذہبیؒ سے مقدم بھی ہیں، اور خود زبیر علی زئی نے دار قطنیؒ اور خطیب بغدادیؒ کے اقوال میں موازنہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

ان دونوں (خطیب، دارقطنی) کے اقوال میں متقدم واثق ہونے کی وجہ سے دارقطنی کے قول کو ہی ترجیح حاصل ہے۔

(الحديث: ۱۹/۱۷)

نیز علی زئی نے لکھا ہے: متأخرین کا متقدمین کے مقابلے میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (القول المتین: ص ۲۳) ان تصریحات کے باوجود علی زئی کا امام حاکم کی تصحیح کو حافظ ذہبی کے قول کی وجہ سے رد کر دینا انصاف و دیانت کا خون کرنے کے مترادف ہے۔

(۲) حافظ ذہبی نے اپنی کتاب ”تلخیص المستدرک“ میں مذکورہ حدیث کے تمام راویوں کی دیگر احادیث کو صحیح قرار دیا ہے، مثلاً ”الربیع عن الشافعی“ کی سند سے مروی کم از کم دو احادیث کو انہوں نے صحیح کہا ہے۔ (دیکھئے رقم الحديث: ۲۸۱۴، ۳۲۵۴) امام محمد بن حسن کی ایک روایت پر بھی انہوں نے تلخیص میں سکوت کیا ہے۔ (رقم الحديث: ۵۹۷۸) جو کہ باقرار غیر مقلدین حافظ ذہبی کے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث: ۶۳۵/۱) امام ابویوسف کی کم از کم چار روایات کو انہوں نے صحیح کہا۔ (رقم الحديث: ۲۱۸۴، ۳۶۸۹، ۳۹۱۸، ۷۷۸۳) اسی طرح عبداللہ بن دینار کی کم از کم ایک حدیث کی انہوں نے تصحیح کی۔ (رقم الحديث: ۱۷۹۳)

نیز حافظ ذہبی نے اپنی کتب (سیر اعلام النبلاء وغیرہ) میں ان سب حضرات کی توثیق و توصیف کی ہے، اور خود معترض زبیر علی زئی ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ امام بخاری، امام ابو حاتم اور امام ذہبی نے اس روایت کو غیر محفوظ وغیرہ قرار دیا ہے، تو عرض ہے کہ یہ جرح غیر مفسر ہے، جبکہ اس حدیث کے تمام راوی امام بخاری، امام ابو حاتم، اور امام بیہقی کے نزدیک ثقہ ہیں، تو اسے کس دلیل کی بنیاد پر غیر محفوظ قرار دیا جاسکتا ہے۔ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام: ۲۲)

بنا بریں جب مذکورہ حدیث جس کی تصحیح کو امام ذہبی نے رد کیا ہے، کے تمام راوی امام ذہبی کے نزدیک صحیح الحدیث اور ثقہ ہیں، تو پھر کس دلیل کی بنیاد پر اس حدیث کی تصحیح کو رد کیا جاسکتا ہے؟

واضح رہے کہ اس حدیث کی سند پر جو اعتراض کیا گیا ہے، اس کی وجہ اس سند کے راویوں کا ضعیف ہونا نہیں ہے، بلکہ اعتراض کی وجہ یہ ہے کہ اس کی سند میں امام ابویوسف اور عبداللہ بن دینار کے درمیان عبید اللہ بن عمر کا واسطہ گر گیا ہے، امام بیہقی جو ایک کٹر اور متعصب شافعی محدث ہیں، انہوں نے بھی یہ اقرار کیا ہے کہ یہ واسطہ امام شافعی سے

(۸) امام ابو بکر احمد بن الحسین البیہقیؒ (م ۵۸۴ھ):

امام بیہقیؒ (م ۵۸۴ھ) جو کہ مشہور صاحب التصانیف محدث ہیں، حافظ ذہبیؒ ان کے ترجمے کا آغاز: الامام، الحافظ، العلامة، شیخ اور صاحب التصانیف کے القاب سے کرتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۲۱۹/۴)

امام موصوف نے اپنی کتب حدیث میں امام محمدؒ سے کئی احادیث روایت کی ہیں، چنانچہ آپ کی ایک حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”وانما یصح عن الشعبي والرواية فيه عن ابن عباس على ما حكى محمد بن الحسن“

اس مسئلہ میں امام شعبیؒ، اور حضرت عبداللہ بن عباسؒ سے روایت صحیح ہے، جیسا کہ امام محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ہے۔ (السنن الکبریٰ: ۱۰۴/۸)

گرا ہے، کیونکہ انہوں نے جب اس حدیث کو زبانی بیان کیا تو وہ سند میں عبید اللہ بن عمر کا نام لینا بھول گئے، اور اس کی حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے دلیل یہ بیان کی ہے کہ امام ابن حبانؒ نے اپنی ”صحیح“ میں امام بشر بن ولیدؒ کے واسطے سے امام ابو یوسفؒ سے یہ حدیث نقل کی ہے، اور اس میں یہ واسطہ موجود ہے، اسی طرح محمد بن حسنؒ نے بھی اپنی کتاب ”مکتب الولاء“ میں اس حدیث کی سند میں امام ابو یوسفؒ اور عبداللہ بن دینارؒ کے درمیان عبید اللہ بن عمرؒ کا نام لیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ سے یہ واسطہ ذکر کرتے ہوئے چوک ہوئی ہے۔ (دیکھئے: تلخیص الحبر للحافظ ابن حجرؒ: ۲۱۴/۴)

لہذا اگر اس سند میں غلطی ہے تو اس کے ذمہ دار امام شافعیؒ ہیں نہ کہ امام محمدؒ و امام ابو یوسفؒ لہذا علی زئی کا امام محمدؒ پر اعتراض فضول ہے۔

(۳) امام حاکم کی تصحیح، ذہبیؒ کے موقف کے خلاف ہو یا جمہور کے جیسا کہ علی زئی کا دعویٰ ہے، لیکن یہ بات تو حتمی ہے کہ کم از کم امام حاکمؒ کے نزدیک امام محمدؒ ثقہ ہیں، لہذا اس سے علی زئی کا یہ دعویٰ تو باطل ہو جاتا ہے کہ امام محمدؒ کی توثیق کسی محدث سے ثابت نہیں ہے۔

اس بیان میں امام بیہقیؒ نے امام محمدؒ کی روایت کو صراحتاً صحیح کہا ہے۔

اور حافظ زبیر علی زئیؒ غیر مقلد نے لکھا ہے کہ:

کسی سند کو صحیح کہنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس سند کا ہر راوی صحیح کہنے والے کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے۔ (القول المتین: ص ۲۱)

نیز انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

محدثین کا حدیث کو حسن یا صحیح قرار دینا، ان کی طرف سے اس حدیث کے ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔ (نصر الباری: ص ۱۸)

لہذا امام بیہقیؒ جیسے محدث کا امام محمد بن حسن الشیبانیؒ کی روایت کو صحیح کہنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپؒ ان کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہیں۔⁷⁰

(۹) امام یوسف بن عبد اللہ المعروف بہ ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ):

امام ابن عبد البرؒ کی علمی شخصیت سے کون شخص ناواقف ہوگا؟ حافظ ذہبیؒ جیسے محدث ناقد ان کو شیخ الاسلام اور حافظ المغرب کے القاب سے یاد کرتے ہیں، اور ان کے بارے میں تصریح کرتے ہیں کہ:

یہ حدیث کے حفظ اور اس کی پختگی میں اپنے تمام اہل زمانہ کے سردار تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ

: ۲۱۷/۳)

⁷⁰ نیز امام بیہقیؒ (م ۵۸۴ھ) نے ان کو ”أئمة المسلمین“ اور ”من اکابر فقہاء الأمصار“ میں شمار کیا ہے۔ (کتاب الاسماء والصفات: ص ۶۱۰، ۵۸۵، المدخل للبیہقی: ج ۲: ص ۵۸۹، ت عوامہ)

لہذا امام ابو بکر البیہقیؒ (م ۵۸۴ھ) کے نزدیک بھی امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) صدوق، فقیہ ہیں۔

موصوف نے اپنی مایہ ناز تصنیف ”الانتقاء فی فضائل الثلاثہ الائمۃ الفقہاء“ جس میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور ان تینوں ائمہ کے مشہور تلامذہ کے فضائل و مناقب لکھے ہیں، اس میں انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے تلامذہ کے تعارف میں امام محمدؒ کا بھی بڑا شاندار ترجمہ لکھا ہے، اور اس ترجمہ میں انہوں نے امام شافعیؒ وغیرہ سے آپ کی توثیق نقل کرنے کے علاوہ خود بھی آپ کی ان الفاظ میں توثیق کی ہے:

”کان فقیہا عالما کتب عن مالک کثیرا من حدیثہ وعن الثوری وغیرہما“

امام محمدؒ فقیہ، اور (حدیث وغیرہ) کے عالم تھے، اور آپ نے امام مالکؒ اور امام سفیان ثوریؒ اور دیگر محدثین سے بکثرت احادیث لکھی تھیں۔ (الانتقاء: ص ۱۷۴)

اسی طرح موصوف نے امام شافعیؒ کے ترجمے میں آپ کو ان کے مشائخ میں شمار کرتے ہوئے بڑے عمدہ الفاظ میں آپ کا تعارف کرایا ہے۔ (ایضاً: ص ۶۹)

نیز امام موصوف نے امام محمدؒ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے، چنانچہ انہوں نے رفع یدین سے متعلق امام مالکؒ کی ایک حدیث کی بابت ان کے تلامذہ میں پائے جانے والے اختلاف کو ذکر کیا، اور ان دونوں قسم کے تلامذہ کے ناموں کو بھی گنایا، جن میں انہوں نے امام محمدؒ کے نام کو بھی ذکر کیا، اور آخر میں ان سب کے متعلق تصریح کی ہے کہ:

”لان جماعۃ حفاظا، رووا عنہ الو جہین جمیعاً“

کہ (امام محمدؒ سمیت) حفاظ کی جماعت نے امام مالکؒ سے دونوں طرح سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ (التمہید: ۴/۱۳۰، ۱۳۱)

(۱۰) امام یحییٰ بن ابراہیم السمسائی (م ۵۰ھ):

امام سمسائی جو ایک جلیل القدر محدث اور امام ابن عساکرؒ اور امام ابن الجوزیؒ وغیرہ جیسے مشہور محدثین کے استاذ ہیں، انہوں نے ائمہ اربعہ کے مناقب میں ایک کتاب ”منازل الائمۃ الاربعۃ“ کے نام سے لکھی ہے، اس میں وہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے تذکرہ میں امام محمدؒ کو آپ کے تلامذہ میں شمار کرنے کے بعد ان کے تعارف میں لکھتے ہیں:

”وکتب الحدیث، وکان فقیہا عالما شہما نبیلا“

امام محمدؒ نے حدیث لکھی، اور آپ فقیہ، عالم سمجھدار، اور معزز شخص تھے۔ (منازل الائمۃ الاربعۃ: ص

۸۸) ⁷¹

(۱۱) امام عبدالکریم شہرستانی (م ۵۳۸ھ):

یہ علم کلام کے مشہور و معروف امام ہیں، علامہ ابن خلکانؒ (م ۶۸۱)، ان کو: امام، مبرز، فقیہ، متکلم اور واعظ کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ (شذرات الذهب: ۱۴۹/۴)

⁷¹ امام یحییٰ بن ابراہیم السمسائی (م ۵۰ھ) کی کتاب کے بارے میں حافظ ابن عساکرؒ (م ۵۱ھ) کہتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (تاریخ ابن عساکر: ج ۶ ص ۴۵)، یعنی اس کتاب میں امام یحییٰ بن ابراہیم السمسائی (م ۵۰ھ) نے جو کچھ باتیں اور روایت لکھی ہے، اس میں اور اس کے روات میں، حافظ ابن عساکرؒ (م ۵۱ھ) کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن عساکرؒ (م ۵۱ھ) کے نزدیک اس کتاب کے ارشادات، روایات اور ائمہ ثلاثہ کے ساتھ ساتھ، امام ابوحنیفہؒ، امام یوسف اور امام محمدؒ میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اس کتاب میں امام ابوحنیفہؒ، امام یوسف اور امام محمدؒ وغیرہ سے روایات موجود ہیں۔ (منازل: ص ۱۷۹، ۱۶۵، ۱۷۰)

نیز ابن عساکرؒ نے امام محمدؒ کو (ضابطون) ضبط کرنے والوں میں بھی شمار کیا ہے۔ (بحوالہ اتحاد السالک لابن ناصر الدین: ص ۶۴، ت نشات بن کمال المصری)

مولانا ابراہیم سیالکوٹیؒ، اور مولانا اسماعیل سلفیؒ وغیرہ غیر مقلدین نے بھی ان کی بڑی تعریف کی ہے۔ (تاریخ اہل حدیث: ص ۸۷، تحریک آزادی فکر: ص ۱۴۱)

امام موصوف نے امام محمدؒ اور آپ کے اساتذہ امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ وغیرہ کو ان ائمہ اہل سنت میں شمار کیا ہے کہ جن پر لوگوں نے عقیدہ ارجاء کا بے بنیاد الزام لگایا ہے، اور پھر انہوں نے اس الزام کی حقیقت کو اچھی طرح سے طشت ازبام کیا ہے، اور ان کے بارے میں یہ بھی تصریح کی ہے کہ:

”وهؤلاء كلهم ائمة الحديث“۔

یہ سب کے سب حدیث کے امام ہیں۔ (الملل والنحل: ۱۱۶/۱)

(۱۲) امام ابوسعید عبدالکریم السمعانیؒ (م ۵۶۲ھ):

امام سمعانیؒ حدیث، تاریخ، اور انساب وغیرہ علوم کے اجلہ ائمہ میں سے ہیں، حافظ ذہبیؒ نے ان کو: الحافظ، البارع، العلامة، تاج الاسلام، اور صاحب التصانیف قرار دیا ہے۔ (تذکرۃ: ۱۷۸۵/۳)

موصوف نے اپنی مشہور کتاب ”کتاب الانساب“ میں مادہ ”الشیبانی“ کے ذیل میں امام محمدؒ کا شاندار اور مبسوط ترجمہ لکھا ہے، اس ترجمہ میں انہوں نے خود بھی آپ کی تعریف کی ہے، اور دیگر متعدد ائمہ سے بھی آپ کے بارے میں توثیقی و توصیفی اقوال نقل کئے ہیں۔

اسی طرح انہوں نے مادہ ”الشہید“ کے ذیل میں امام ابوالفضل الحاکم الحنفیؒ کے ترجمہ میں آپ کو ”الامام الربانی“ قرار دیا ہے، چنانچہ امام حاکمؒ کی کتاب ”مختصر الکافی“ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

اختصر کتاب ”الکافی“ الذی صنفه الامام الربانی محمد بن الحسن الشیبانی۔

انہوں نے ”کتاب الکافی“ کا اختصار کیا، جس کو امام ربانی محمد بن حسن الشیبانیؒ نے تصنیف کیا تھا۔
(کتاب الانساب: ۱۶۶/۳، ۱۶۷)

”ربانی“ محدثین کے ہاں اُس شخص کو کہا جاتا ہے، جو وسیع العلم، اور دیانت دار ہو، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) ”الربانی“ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

”وينسب هذه النسبة من يوصف بسعة العلم والديانة“

اس نسبت کے ساتھ وہ آدمی منسوب ہوتا ہے جو وسعت علم اور دیانت داری کے ساتھ موصوف ہو۔ (تبصیر المنتبه: ۶۲۲/۲)

اس سے واضح ہو گیا کہ امام سمعانیؒ کے نزدیک امام محمدؒ وسعت علم اور دیانت داری کے امام ہیں، اور یہ اعلیٰ درجہ کی توثیق ہے۔

(۱۳) امام علی بن انجب المعروف بہ ”ابن الساعی“ (م ۶۷۴ھ) :

امام ابن الساعیؒ جو کہ بقول حافظ ذہبیؒ: الشيخ، الامام، العلامة، الاخباری اور مؤرخ الزمان تھے، (سیر اعلام النبلاء: ۲۹۳/۲۴) نے بھی امام محمدؒ کی توثیق کی ہے، چنانچہ وہ آپ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: امام عالم، کبیر القدر، شائع الذکر۔ (الدرا الثمین فی اسماء المصنفین: ص ۱۵۹)

(۱۴) امام محمد بن احمد بن عبد البہادی المقدسیؒ (م ۴۴۴ھ) :

یہ امام ابن عبد البہادی سے مشہور ہیں، اور ان کا شمار حدیث اور فن جرح و تعدیل کے جلیل القدر ائمہ میں ہوتا ہے، حافظ ابن کثیرؒ نے ان کا تعارف: ”الشیخ، الامام، العالم، العلامة، الناقد، اور البارع“ جیسے عظیم القاب سے کرایا ہے۔ (البدایہ والنہایہ: ۴۶۵/۹)

انہوں نے ائمہ اربعہ (امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، اور امام احمدؒ) کے مناقب میں ایک شاندار کتاب ”مناقب الائمة الاربعة“ کے نام سے لکھی ہے، اس کتاب میں انہوں نے امام اعظمؒ کے تلامذہ کے بیان میں امام محمدؒ کا تعارف کرتے ہوئے لکھا ہے:

”والقاضی الامام العلامة فقیہ العراق ابو عبد اللہ محمد بن الحسن الشیبانی احد شیوخ الامام الشافعی“۔ (مناقب الائمة الاربعة: ص ۶۰)

زبیر علی زئی غیر مقلد ایک راوی کے متعلق حافظ ذہبیؒ سے ”الامام الفقیہ“ کے الفاظ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس کا مقام صدوق کا مقام ہے۔ (الحديث: ش ۷، ص ۱۳)

اب جس راوی کے متعلق صرف ”الامام“ اور ”الفقیہ“ کہا جائے، اس کا مقام بقول علی زئی صدوق ہے، تو پھر امام محمدؒ کا مقام صدوق سے بھی بڑھ کر (یعنی آپ کو ثقہ) ہونا چاہئے، کیونکہ آپ کو امام ابن عبد الہادیؒ (م ۲۴۴ھ) نے ”الامام“ اور ”فقیہ العراق“ کہنے کے ساتھ ساتھ ”العلامة“ بھی کہا ہے۔

(۱۵) امام جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زلیعیؒ (م ۶۱۲ھ):

امام زلیعیؒ ایک تبخر اور بالاتفاق ثقہ محدث ہیں، انہوں نے کتاب الآثار بروایت امام محمد بن حسنؒ کے ایک اثر کے بارے میں لکھا ہے:

”اثر جید“

کہ اس اثر کی سند جید ہے۔ (نصب الراية: ۲۴۰/۳)

جب کہ خود علی زئی کے نزدیک جس راوی کی سند کو جید کہا جائے وہ اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔ (الحديث: ۱۹/۴۷)

(۱۶) امام ابن حزم ظاہریؒ (م ۵۶۰ھ):

امام ابن حزمؒ فقہ ظاہری کے امام اور مشہور عالم ہیں، غیر مقلدین کے ہاں یہ بڑے مستند سمجھے جاتے ہیں، اور وہ امام محمدؒ کی روایت پر اعتماد کرتے ہیں، چنانچہ ایک مسئلہ کی تحقیق میں انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

”والمحفوظ عن ابی حنیفۃ هو ما ذکرہ محمد بن الحسن فی الجامع الصغیر“

امام ابو حنیفہؒ سے محفوظ روایت وہ ہے جو امام محمدؒ نے ”الجامع الصغیر“ میں آپ سے نقل کی ہے۔
(المحلی: ص ۸/۱۲۴)

اور خود زبیر علی زئی نے تصریح کی ہے کہ محدثین کا کسی راوی کی روایت کو محفوظ قرار دینا ان کی طرف سے اس راوی کی توثیق کی دلیل ہے۔ (القول المتین: ص ۲۶)

(۱۷) امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبیؒ (م ۷۴۸ھ):

امام ذہبیؒ تمام علوم حدیث خصوصاً فن جرح و تعدیل کے بلند مرتبت سپوت ہیں، مولانا عبدالرحمن مبارکپوریؒ (م ۱۳۵۲ھ) غیر مقلد نے امام موصوف کا تعارف کراتے ہوئے کہا ہے کہ:

”هو من استقراء التام فی نقد الرجال“

یعنی حافظ ذہبیؒ ان لوگوں میں سے ہیں جو رجال (راویان حدیث) کے پرکھنے میں کامل استقراء والے ہیں۔ (تحقیق الکلام: ۲/۱۴۳)

امام موصوف نے اپنی کتب رجال میں مختلف الفاظ میں امام محمدؒ کے فقہی اور محدثانہ مقام کی زبردست تعریف کی ہے، چنانچہ ماقبل گزر چکا ہے کہ امام ذہبیؒ نے آپ کو فقیہ العصر، فقیہ العراق، رأس فی

الفقہ، (فقہ میں سردار) اور امام ابو یوسفؒ کے بعد عراق کے سب سے بڑے فقیہ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے ص: ۴۹، ۹۷)

نیز یہ بھی گذرا کہ انہوں نے آپ کو دنیا کے ذہین ترین لوگوں میں شمار کیا ہے، اور آپ کا محدث ہونا تسلیم کرتے ہوئے آپ کو محدثین کے طبقات پر مشتمل اپنی کتاب ”المعین فی طبقات المحدثین“ میں ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے ص: ۱۰۱)

اور دوسری جگہ آپ کے بارے میں یہ تصریح کہ ہے کہ آپ نے بکثرت احادیث سن رکھی تھی۔ (دیکھئے ص: ۱۰۱)

اسی طرح امام ذہبیؒ نے امام ابو یوسفؒ کے مناقب میں جہاں ان کے تلامذہ میں امام یحییٰ بن معینؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام علی بن الجعدؒ وغیرہ جیسے یگانہ روزگار محدثین کو شمار کیا ہے، وہاں آپ کو بھی ان کے تلامذہ میں شمار کرتے ہوئے آپ کے متعلق یہ الفاظ لکھے ہیں کہ:

”واجل اصحابہ محمد بن الحسن“

امام ابو یوسفؒ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ جلیل القدر امام محمد بن حسنؒ ہیں۔ (دیکھئے ص: ۴۹)

یہ سب امام ذہبیؒ کی وہ تصریحات ہیں، جن کو ہم مختلف عنوانات کے ذیل میں ذکر کر آئے ہیں، ان تصریحات کے علاوہ بھی امام ذہبیؒ نے اپنے متعدد الفاظ میں امام محمدؒ کی توثیق و توصیف کی ہے۔ مثلاً لکھتے ہیں:

محمد بن الحسن بن فرقد، العلامة، فقیہ العراق۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۳۴/۹)

اسی طرح انہوں نے آپ کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

”وكان مع تبحره في الفقه يضرب بكائه المثل“

آپ فقہ میں تبحر رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنی ذکاوت (ذہانت) میں بھی ضرب المثل تھے۔ (ایضاً)
نیز ذہبیؒ ارقام فرماتے ہیں:

”ونال من الجاه والحشمة مالا يزيد عليه“

امام محمدؒ نے وہ عزت اور شان و شوکت پائی ہے کہ اس سے زیادہ ناممکن ہے۔ (مناقب: ص ۸۰)
ذہبیؒ نے آپ کے بارے میں یہ تصریح بھی کی ہے کہ آپ: الفقیہ، العلامة، مفتی العرقيين، اور
احد الاعلام تھے۔ (تاریخ الاسلام: ۹۵۴/۴، ۹۵۵)

اسی طرح انہوں نے آپ کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ: امام اور مجتہد تھے، اور آپ کا
شمار انتہائی ذہین اور فصیح لوگوں میں ہوتا ہے۔ (ایضاً)، اور وہ آپ کے متعلق یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

”وكان رحمه الله آية في الذكاء، ذا عقل تام، وسودد، وكثرة تلاوة القرآن“

امام محمدؒ، دانائی میں ایک نشانی تھے، اور آپ انتہائی عقل مند، سردار، قرآن مجید کی تلاوت کثرت
سے کرنے والے تھے۔ (ایضاً)

امام موصوف نے آپ کے بارے میں یہ بھی تصریح کی ہے کہ:

”يروي عن مالك بن انس وغيره، وكان من بحور العلم والفقه قويا في مالک“

امام محمدؒ نے امام مالک بن انسؒ اور دیگر محدثین سے روایت حدیث کی ہے، اور آپ علم (حدیث
وغیرہ) اور فقہ کے سمندر تھے، اور امام مالکؒ سے روایت کرنے میں قوی (مضبوط) تھے۔ (لسان
المیزان: ۱۲۷/۵، ۱۲۸)

امام ذہبیؒ نے اپنے اس بیان میں امام محمدؒ کو علم (جس میں علم حدیث بھی شامل ہے) اور فقہ (یعنی فقہت حدیث) کے سمندر قرار دے رہے ہیں، جو کہ آپ کی ایک بہت بڑی توثیق ہے، اس کے ساتھ امام موصوف نے یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ آپ نے امام مالکؒ سے جو احادیث روایت کی ہیں اس میں آپ قوی ہیں، اب جب کہ امام محمدؒ، امام مالکؒ سے روایت کرنے میں قوی ہیں کہ جن کے ساتھ آپ کا تعلق صرف تلمذ کا ہی رہا ہے، تو اس سے آپ کا امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے روایت کرنے میں قوی ہونا بطریق اولیٰ ثابت ہو گیا، کیونکہ ان دونوں سے آپ کا تعلق تلمذ ہی کا نہیں تھا، بلکہ آپ نے ان دونوں کے علوم کی نشر و اشاعت میں اپنی پوری زندگی صرف کی ہے۔⁷²

⁷² حافظ ذہبیؒ کی توثیق پر زبیر علی زئی کے اعتراض کی حقیقت :

زبیر علی زئی امام ذہبیؒ کے مذکورہ بالا بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

حافظ ذہبیؒ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ (امام محمد بن حسنؒ) شیبانی مذکور اگر امام مالکؒ کے علاوہ دوسرے لوگوں (مثلاً: امام ابو حنیفہؒ) سے روایت کرے تو وہ (ذہبی کے نزدیک بھی) غیر قوی یعنی ضعیف ہے۔ (المحدث: ش ۱۷، ص ۱۱)

الجواب:

زبیر علی زئی صاحب کا یہ تبصرہ باطل و مردود ہے۔ کیونکہ حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۸ھ) نے محمد بن الحسن کی غیر مالک والی روایت کو حسن کہا ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۸ھ) کہتے ہیں کہ:

أخبرنا علي بن أحمد الحافظ وغيره، قالوا: أنا الحسين بن أبي بكر الحنيلي ح وأنا أحمد بن عبد المنعم القزويني، أنا محمد بن سعيد الصوفي، أنا طاهر بن محمد المقدسي، أنا مكي بن منصور، أنا أحمد بن الحسن القاضي، أنا محمد بن يعقوب، أنا الربيع بن سليمان، أنا محمد بن إدريس الشافعي، أنا محمد بن الحسن، أنا قيس بن الربيع، عن أبان بن تغلب، عن الحسن بن ميمون، عن عبد الله بن عبد الله مولى بني هاشم، عن أبي الجنوب الأسدي، قال: قال علي رضي الله عنه: «من كان له ذمتنا فدمه كدمنا، ودينه كديننا»

ويحكي عن محمد بن الحسن ذكاء مفرط، وعقل تام، وسودد، وكثرة تلاوة. (مناقب للذہبی ص: ۹۳-۹۴)

اس روایت میں محمد بن الحسن الشیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) نے قیس بن الربیعؒ (م ۱۶۱ھ) سے روایت کیا ہے، اور خود حافظ ذہبیؒ نے اپنے اس ترجمہ کے بارے میں کہا کہ ”وقد أفردت له ترجمة حسنة في جزء“۔ (تاریخ الاسلام: ج ۴: ص ۹۵۵) یعنی اس ترجمہ کی تمام روایات اور ارشادات حافظؒ کے نزدیک حسن ہیں۔

لہذا یہ روایت کو بھی حافظ ذہبیؒ نے حسن کہا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک محمد بن الحسن کی غیر مالک والی روایت میں قوی اور صدوق ہیں۔ واللہ اعلم

نیز اس روایت میں امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کہتے ہیں کہ ”محمد بن الحسن ذكاء مفرط، وعقل تام، وسودد، وكثرة تلاوة“ امام محمدؒ کے بارے میں انتہائی ذکاوت، اعلیٰ درجہ کی عقلمندی، (علمی) سیادت، اور کثرت تلاوت بیان کرتے۔

مزید حافظ ذہبیؒ نے ”تلخیص المستدرک“ میں امام محمدؒ کی ایک روایت جو امام مالکؒ کے بجائے ابو محنف سے ہے، پر سکوت کیا ہے، جو کہ باقرار غیر مقلدین اس بات کی دلیل ہے کہ یہ روایت امام ذہبیؒ کے نزدیک صحیح ہے۔ (دیکھئے ص:) یہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ حافظ ذہبیؒ کے ہاں امام محمدؒ غیر مالک میں بھی ثقہ ہیں۔

نیز حافظ ذہبیؒ نے امام صاحبؒ کو ”الأئمة المہدیین“ میں بھی شمار کیا ہے۔ (العرش للذہبی: ج ۲: ص ۲۴۹)

اور پھر علی زئی کا دہرا معیار ملاحظہ کریں کہ وہ یہاں تو امام محمدؒ کے خلاف اس کلام کا یہ مطلب بیان کر رہے ہیں، لیکن دوسری جگہ اپنے ایک پسندیدہ راوی کے بارے میں انہوں نے اس طرح کے کلام کا مطلب اس کے برعکس بیان کیا ہے،

چنانچہ ایک راوی یحییٰ بن سلیم کے بارے میں امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ”ما حدث الحمیدی عن یحییٰ بن سلیم فہو صحیح“ اس کلام کا مطلب علی زئی کے اصول (جو کہ انہوں نے امام محمدؒ کے خلاف اختراع کیا ہے) یہی بتا ہے کہ اگر یحییٰ بن سلیم سے امام حمیدیؒ کے علاوہ کوئی اور شخص روایت کرے تو پھر اس کی حدیث ضعیف ہے، شیخ البانی غیر مقلد نے اس کا یہی مطلب بیان کیا ہے،

علاوہ ازیں حافظ ذہبیؒ نے آپ کے مناقب و فضائل میں مستقل ایک جزء لکھا ہے، اس میں انہوں نے بسط کے ساتھ آپ کے فضائل و مناقب بیان کئے ہیں، اسی طرح امام ذہبیؒ نے امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے مناقب میں بھی علیحدہ علیحدہ جزء لکھے ہیں، اور یہ تینوں اجزاء ”مناقب ابی حنیفہ و صاحبہ ابی یوسف و محمد بن الحسن“ کے نام سے مستقل ایک رسالہ کی صورت میں یکجا ہیں، یہ رسالہ حضرت مولانا ابوالوفاء افغانیؒ کے زیر اہتمام اور محقق العصر امام محمد زاہد الکوثریؒ کے تحقیقی حاشیے کے ساتھ مطبوعہ ہے، اور قابل دید ہے۔⁷³

لیکن علی زئیؒ اس پر ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اور اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب وہ استنباط ہے، جو شیخ البانیؒ نے امام بخاریؒ کے قول: ”ما حدیث الحمیدی عن یحییٰ بن سلیم فهو صحیح“ سے نکالا ہے کہ اگر غیر حمیدی اس (یحییٰ بن سلیم) سے روایت کرے تو وہ (امام بخاری کے نزدیک) ضعیف ہے، اسے مفہوم مخالف کہتے ہیں، دلیل صریح کے مقابلے میں مفہوم مخالف و مبہم وغیر واضح دلائل سب مردود ہوتے ہیں۔ (المحدث: ش ۱۶، ص ۲۳)

اب امام ذہبیؒ کا امام محمدؒ کے بارے میں کلام اور امام بخاریؒ کا یحییٰ بن سلیم کے بارے میں کلام کے الفاظ اور ان دونوں کے مفہوم تقریباً ایک جیسے ہیں، لیکن علی زئیؒ کے دو غلطیوں کی انتہاء ہے کہ یحییٰ بن سلیم کے حق میں جس اصول کو وہ مفہوم مخالف اور مبہم کہہ کر رد کر رہے ہیں، اسی اصول کے بل بوتے وہ امام محمدؒ کو (غیر مالک میں) ضعیف ثابت کر رہے ہیں۔

تیری زلف میں ٹھہری تو حسن کہلائی

وہ تیرگی جو میرے نامہ سیاہ میں تھی

⁷³ امام ذہبیؒ کی تصنیف مناقب ابی حنیفہ و صاحبہ پر علی زئیؒ کی بے چینی:

(۱۸) امام جمال الدین ابن تغری بردی (م ۷۷۱ھ):

حافظ ذہبیؒ نے امام محمدؒ کے مناقب میں جو مستقل ایک جزء لکھا ہے، اس سے چونکہ آپ کی بڑی فضیلت اور منقبت ظاہر ہو رہی ہے، جو کہ حافظ زبیر علی زئی جیسے متعصب غیر مقلد کے لئے انتہائی تکلیف کا باعث ہے، اس لئے انہوں نے اس جزء پر طعنہ زنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حافظ ذہبیؒ نے (محمد بن حسنؒ) الشیبانی پر ایک جزء لکھا ہے مگر، ”تذکرۃ الحفاظ“ میں اس (محمد بن حسنؒ) کا بطور ترجمہ ذکر نہیں کیا، جبکہ ”دیوان الضعفاء (۳۶۵۶)“ اور ”المغنی فی الضعفاء (۵۴۰۶)“ میں اس کا ذکر ضرور کیا ہے۔
(الحمدیث: ش ۷ ص ۱۶، حاشیہ: ۱)

علی زئی کے طنز کا جواب یہ ہے کہ صرف راوی پر کلام یا ائمہ کا راوی کو ضعفاء میں شمار کرنے کی وجہ سے بھی، ذہبیؒ المغنی فی الضعفاء میں راوی کا ذکر کرتے ہیں۔ جیسا کہ ان کی عبارت سے واضح ہے۔

چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ”وَقَدْ جَمَعْتُ فِي كِتَابِي هَذَا أَمَّا لَا يَحْصُونَ فَهُوَ مَغْنٌ عَنْ مِطَالَعَةِ كُتُبٍ كَثِيرَةٍ فِي الضَّعْفَاءِ فَإِنِّي أَدْخَلْتُ فِيهِ إِلَّا مَنْ ذَهَلَتْ عَنْهُ الضُّعْفَاءُ لِأَبْنِ مَعِينٍ وَلِلْبَخَارِيِّ وَأَبِي زُرْعَةَ وَأَبِي حَاتِمٍ وَالتَّسَائِيَّ وَأَبْنِ خُزَيْمَةَ وَالْعَقِيلِيَّ وَأَبْنِ عَدِيٍّ وَأَبْنِ حَبَانَ وَالْأَذَارِقُطَنِيَّ وَالْأَذَارِقُطَنِيَّ وَالْحَاكِمِينَ وَالْخَطِيبَ وَأَبْنِ الْجَوْزِيِّ وَزِدْتُ عَلَى هَؤُلَاءِ مِلْثَقَاتٍ مِنْ أَمَاكِنِ مُتَفَرِّقَاتٍ“۔ (المغنی: ص ۴-۵)

یہی وجہ ہے کہ حافظ ذہبیؒ نے اس کتاب میں کئی ثقہ روایات مثلاً کحولؒ، فلیح بن سلیمانؒ وغیرہ کو بھی ذکر کیا ہے۔

اور دیوان الضعفاء دراصل ابن جوزیؒ کی کتاب کا اختصار ہے جس کی وجہ سے اس میں امام محمدؒ کا نام آیا ہے۔ (مجلہ الاجماع: ش ۲:

ص ۸۷)

لہذا ان وجوہات کی وجہ سے ان کتابوں میں امام محمدؒ کا ذکر آنے سے، ان کا حافظ ذہبیؒ کے نزدیک ضعیف ہونا لازم نہیں ہوتا، بلکہ وہ حافظ ذہبیؒ کے نزدیک صدوق، امام، فقیہ ہیں، جیسا کہ ان کی توثیق و ثناء سے ظاہر ہے۔ واللہ اعلم

امام موصوف ایک جلیل المرتبت مؤرخ اور ”النجوم الزاهرة“ وغیرہ بلند پایہ کتب کے مصنف ہیں۔
(ان کے حالات کیلئے دیکھئے: شذرات الذهب: ۳۱۷/۷) انہوں نے بھی امام محمدؒ کی بڑے عمدہ الفاظ میں
توثیق کی ہے، چنانچہ موصوف نے آپ کے بارے میں: الفقیہ، العلامہ، شیخ الاسلام، احد العلماء الاعلام،
اور مفتی العراقین، کہہ کر آپ کے ترجمہ کا آغاز کیا ہے، نیز انہوں نے آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ:
”وكان اماما فقيها محدثا مجتهدا ذكيا، انتهت اليه رياسة العلم في زمانه بعد موت
ابي يوسف“

امام محمدؒ، امام، فقیہ، محدث، مجتہد اور ذکی تھے، امام ابو یوسفؒ کی وفات کے بعد اس زمانے میں علم
کی ریاست امام محمدؒ پر ختم تھی۔ (النجوم الزاهرة: ۱۶۳/۲)

(۱۹) امام نور الدین ہیثمیؒ (م ۷۰۷ھ):

امام ہیثمیؒ (م ۷۰۷ھ) ایک بلند پایہ محدث اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ وغیرہ جیسے نامور حفاظ حدیث
کے استاذ ہیں۔

حافظ ہیثمیؒ (م ۷۰۷ھ) امام محمدؒ کی روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”رواه الطبرانی فی الاوسط والكبير، واسناد الكبير حسن“

اس حدیث کو طبرانی نے ”المعجم الاوسط“ اور ”المعجم الكبير“ میں روایت کیا ہے، اور المعجم الكبير کی سند
حسن ہے۔ (مجمع الزوائد: ۱۴۲/۶)

امام ہیثمیؒ ”المعجم الكبير“ کی جس حدیث کی سند کو حسن قرار دے رہے ہیں، اس سند کے ایک
راوی امام محمد بن حسنؒ بھی ہیں۔ (المعجم الكبير: ۱۰۱/۷)

معلوم ہوا کہ امام بیہقیؒ کے نزدیک امام محمدؒ حسن الحدیث اور صدوق ہیں۔⁷⁴

⁷⁴ امام بیہقیؒ کی توثیق پر علی زئی کے اعتراض کی حقیقت:

زیر علی زئی سے جب امام بیہقیؒ کا امام محمدؒ کی توثیق کرنا برداشت نہ ہو سکا تو انہوں نے امام موصوف کی توثیق کے خلاف یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ عرض ہے کہ اسی صفحے پر بیہقیؒ نے محمد بن اسحاق کی روایت بیان کر کے ”ورجالہ ثقات“ کہہ کر انہیں ثقہ قرار دیا ہے، آپ لوگوں کو اس سے کیوں چڑ ہے؟

دوم یہ کہ حافظ بیہقیؒ متاخرین میں سے ہیں، اور ان کی یہ تحسین جمہور محدثین اور اکابر علماء کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ (الحدیث: ۲۶/۵۵)

جواب: علی زئی کے اس اعتراض کی دونوں شقیں باطل اور ان کی جہالت اور عصبیت پر دال ہیں۔

(۱) حافظ بیہقیؒ نے مجمع الزوائد (۱۴۲/۶) میں محمد بن اسحاق کی جس روایت کے راویوں کو ثقہ کہا ہے، وہ تاریخ اور مغازی سے متعلق ہے، اور تاریخ اور مغازی میں تو محمد بن اسحاق ثقہ اور حجت بلکہ امام ہیں، لیکن احکام اور حلال و حرام کی احادیث میں وہ ضعیف ہے، چنانچہ خود علی زئی نے امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کیا ہے کہ محمد بن اسحاق کی مغازی وغیرہ سے متعلق احادیث لکھنی چاہیے، لیکن حلال و حرام کا مسئلہ ہو تو پھر نہیں۔ (دیکھئے: الحدیث: ۵/۴، حاشیہ)

لہذا علی زئی کا یہاں امام محمدؒ کی توثیق کے ساتھ محمد بن اسحاق کی توثیق کا موازنہ کرنا خود ان کے اپنے طے شدہ اصول کی روشنی میں بھی باطل ہے۔

نیز خود علی زئی کے ایک ممدوح شیخ عمرو بن عبدالمسنعم نے محمد بن اسحاق کی ایک روایت کو اس کے تفرد کی وجہ سے منکر کہا ہے، علی زئی نے شیخ موصوف سے اس پر کوئی اختلاف نہیں کیا، بلکہ شیخ کی اس عبارت پر حاشیہ میں ان کے موقف کی تائید کی ہے۔ (حاشیہ عبادات میں بدعات: ص ۱۳۶)

اب علی زئی کو کیا چڑ ہے کہ وہ محمد بن اسحاق کی حدیث کو منکر قرار دے رہے ہیں؟

(۲۰) امام صلاح الدین صفدیؒ (م ۶۳۲ھ):

امام صفدیؒ ایک نامور محدث ہیں، حافظ ذہبیؒ جو ان کے استاذ ہیں، وہ بھی ان کے محدثانہ مقام کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔ (دیکھئے: معجم محدثی الذہبی: ص ۶۷)

امام موصوف نے اپنی تاریخ میں امام محمدؒ کا بڑا شاندار ترجمہ لکھا ہے، جس میں انہوں نے آپ کے علمی مقام اور آپ کی کتب کی بڑی تعریف کی ہے، مثلاً وہ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”وكان امام مجتهدا من الاذكياء الفصحاء“

اور پھر علی زئیؒ کا احناف پر یہ طنز کرنا بھی غلط ہے کہ وہ امام بیہقیؒ کی امام محمدؒ کے حق میں تو تسلیم کرتے ہیں، اور ابن اسحق کے حق میں نہیں، اس لئے کہ خود علی زئیؒ نے اپنے اسی مضمون میں یہ لکھا ہے کہ یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں کہ ہر محدث کی ہر بات ضرور بالضرور واجب القبول ہوتی ہے۔ (المحدث: ۲۵/۵۵)

دروغ گو را حافظ نباشد

(۲) علی زئیؒ کا امام بیہقیؒ کو متاخرین میں سے قرار دے کر ان کی توثیق کو رد کرنا بھی خود ان کی اپنی تصریح سے متضاد ہے، چنانچہ انہوں نے اپنے اسی مضمون میں یہ تصریح کی ہے کہ: جرح (جرح کرنے والے) یا معدل (تعدیل کرنے والے) اور مجروح یا موثق کے درمیان اتحادِ زمانہ یا معاصرت نہیں بلکہ کوئی بھی ثقہ و عارف الاسباب امام جرح و تعدیل کر سکتا ہے، اگرچہ وہ مجروح و موثق کی وفات سے بہت بعد میں پیدا ہوا ہو، اس جرح و تعدیل کی بنیاد راوی کی روایات اور محدثین کرام کی گواہیاں ہیں، نہ کہ اس سے ملاقات ضروری ہے۔ (المحدث: ۲۷/۵۵)

دروغ گو را حافظ نباشد

اور پھر علی زئیؒ کا امام بیہقیؒ کی توثیق کو جمہور محدثین کے بالمقابل قرار دینا بھی غلط ہے، اس لئے کہ انہوں نے امام محمدؒ کے خلاف دس علماء سے جرح (جس کی حقیقت ہم آگے واضح کر رہے ہیں) نقل کی ہے، جب کہ ہم نے الحمد للہ امام محمدؒ کے حق میں ۲۰ سے زائد محدثین سے توثیق نقل کی ہے۔

امام محمدؒ، امام اور مجتہد تھے، اور آپ کا شمار ذہین اور فصیح لوگوں میں ہوتا ہے۔ (الوانی بالوفیات :

(۲۴۷/۲)

(۲۱) امام محی الدین عبدالقادر قرشیؒ (م ۵۷۶ھ):

امام قرشیؒ ایک پختہ کار حافظ الحدیث اور نامور حنفی فقیہ ہیں، ان کے علمی فخر کے لئے یہی کافی ہے کہ حافظ زین الدین عراقیؒ (استاذ کبیر، حافظ ابن حجرؒ) وغیرہ جیسے کبار حافظ حدیث ان کے تلامذہ حدیث میں سے ہیں۔

حافظ ابو الفضل ابن فہد کئی ان کو حافظ حدیث میں شمار کرتے ہوئے ان کا تعارف: الامام، العلامة، اور الحافظ کے القاب سے شروع کرتے ہیں، اور ان کے بارے میں تصریح کرتے ہیں:

”وسمع منه الحفاظ والفضلاء“۔

امام قرشیؒ سے حفاظ حدیث اور فضلاء محدثین نے سماع حدیث کیا ہے۔ (ذیول تذکرۃ الحفاظ:

(۱۰۵/۵)

امام موصوف نے ”طبقات حنیفہ“ میں امام محمدؒ کا مبسوط و شاندار ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز ان لفظوں میں ہے: الامام صاحب الامام.....۔

پھر اس کے ذیل میں متعدد ائمہ اجلہ سے آپ کی توثیق و توصیف نقل کی ہے، اور خود بھی آپ کے علم کی بڑی تعریف کی ہے۔ (دیکھئے: الجواہر المضية: ۲/۲۲، ۲۴)

(۲۲) امام شمس الدین محمد بن عبدالرحیم مصری المعروف بہ ”ابن الفرات“ (م ۸۰۷ھ):

امام ابن الفرات ایک بلند پایہ محدث اور جلیل القدر مؤرخ ہیں، علامہ ابن العماد حنبلی (م ۸۹۱ھ) نے ان کی بڑی تعریف کی ہے، اور ان کی تصنیف کردہ تاریخ کو کثیر الفائدہ قرار دیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی تاریخ ”انباء العمر“ میں زیادہ تر مواد امام ابن الفرات کی تاریخ سے ہی لیا ہے، اور حافظ موصوف نے تصریح کی ہے کہ یہ ایک بہت بڑی تاریخ ہے۔ (کشف الظنون: ۲۷۹/۱)

یہ عظیم الصفات بزرگ بھی امام محمد بن حسن کی زبردست توثیق کرتے ہیں، چنانچہ انہوں نے اپنی تاریخ میں امام عالی شان کا مبسوط اور شاندار ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز ان الفاظ سے کیا ہے:

”محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی الامام الربانی صاحب ابی حنیفہ...“

اور آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

”وطلب الحديث وسمع سماعا كثيرا وجالس ابا حنیفہ وسمع منه و نظر فی الرأی و غلب علیہ و عرف بہ...“

آپ نے حدیث حاصل کی، اور کثرت سے اس کا سماع کیا، نیز آپ ابو حنیفہ کی مجلس علمی میں بیٹھے اور ان سے حدیث کی سماعت کی اور رائے (فقہ) میں مہارت حاصل کی، اور یہ فقہات آپ پر غالب آئی، اور آپ اسی کے ساتھ مشہور ہوئے۔

پھر انہوں نے تفصیل کے ساتھ امام شافعی اور امام ابو عبیدہ وغیرہ ائمہ سے آپ کی توثیق و توصیف نقل کی ہے، جس کا خلاصہ علامہ ابن العماد نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ (شذرات الذهب:

۳۲۲/۱-۳۲۳)

(۲۳) امام محمد بن ابوبکر المعروف بابن ناصر الدین (م ۴۰۰ھ):

امام ابن ناصر الدین دمشقی کے ایک جلیل القدر محدث، اور بلند مرتبت حافظ الحدیث ہیں، علامہ ابن العمد حنبلی (م ۸۹۰ھ) نے ان کو ”حافظ الشام بلا منازع“ قرار دیا ہے۔ (شذرات الذهب: ۷/۲۴۴)

موصوف کثیر التصانیف ہیں، اور ان کی ایک مشہور کتاب ”تحاف السالک برواۃ المؤطاعن الامام مالک“ ہے، جس میں انہوں نے مؤطا کے مشہور راویوں کے حالات لکھے ہیں۔

اس کتاب میں انہوں نے امام محمد بن حسن (جو کہ مؤطا کے ایک راوی ہیں) کا بھی ترجمہ لکھا ہے، جس میں انہوں نے آپ کے علم، آپ کی فقاہت اور ذکاوت، اور آپ کی تصانیف کی بڑی تعریف کی ہے، اور آپ کی تعریف میں دیگر اہل علم کے اقوال بھی نقل کئے ہیں۔ (تحاف السالک: ص ۱۷۶ تا ۱۸۰)

(۲۴) امام ابن حجر العسقلانی (م ۵۵۲ھ):

امام ابن حجر جو علم حدیث اور فن اسماء الرجال کی انتہائی مشہور شخصیت ہیں، حافظ سیوطی نے ان کا تذکرہ: شیخ الاسلام، امام الحفاظ فی زمانہ، حافظ الدیار المصریہ، اور حافظ الدنیا کے القاب سے شروع کیا ہے۔ (طبقات الحفاظ: ص ۵۵۲)

امام موصوف کے ہاں امام محمدؐ کے محدثانہ مقام کی عظمت اور رفعت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ انہوں نے امام محمدؐ کے روایت کردہ نسخہ ”کتاب الآثار“ (تصنیف امام اعظم ابو حنیفہؒ) کے روات پر مستقل ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام ”الایثار بمعرفۃ رِوَاۃ الآثار“ ہے، یہ کتاب علیحدہ بھی دستیاب ہے، اور کتاب الآثار کے ساتھ بھی چھپ چکی ہے۔

امام موصوف نے اپنی اس کتاب کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فان بعض الاخوان التمس منى الكلام على رواية "كتاب الآثار" للامام ابى عبد الله محمد بن الحسن الشيباني التى رواها عن الامام ابى حنيفة.....

بعض بھائیوں نے مجھ سے التماس کیا کہ میں "کتاب الآثار" جس کو امام ابو عبد اللہ محمد بن حسنؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کیا ہے، کے روایات پر کلام کروں... (الاشیاء بمعرفۃ الآثار: ص ۲۱۷)

اسی طرح انہوں نے اپنی دوسری کتاب "تعجيل المنفعة بزوائد رجال ائمة الاربعة" میں بھی اس نسخہ کے روایات پر بحث کی ہے جیسا کہ خود انہوں نے اس کی تصریح کی ہے۔ (تعجيل المنفعة: ص ۲۰)

نیز امام موصوف نے "الایثار" میں امام محمدؒ کا شاندار ترجمہ لکھا ہے جس میں وہ آپ کے ذاتی اور طلب علمی کے حالات بیان کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:

"وقال ابن المنذر: سمعت المزنی يقول: سمعت الشافعی يقول: ما رأيت سمينا اخفروا من محمد بن الحسن، وما رأيت افصح منه، وقال وغيره عن الشافعی عليه السلام: حملت عن محمد بن الحسن حمل حمل العلم، قال عبد الله بن علي بن المديني عن ابيه صدوق، وقال الدارقطني: لا يترك، وتكلم فيه يحيى بن معين، فيما حكاه معاوية بن صالح، وعظمه احمد والشافعی قبله، وكان من افراد الدهر فى الذكاء، وعظمت منزلته عند الرشيد، ولمامات وهو معه وكذلك الكسائي بالرى، قال: دفنت الفقه والعريبة بالرى"

امام ابن المنذرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مزنؒ سے سنا ہے کہ میں نے امام شافعیؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے کوئی جسیم شخص امام محمد بن حسنؒ سے زیادہ نرم مزاج نہیں دیکھا، اور نہ میں نے آپ سے زیادہ کوئی فصیح شخص دیکھا ہے، امام مزنؒ کے علاوہ امام شافعیؒ کے دیگر تلامذہ نے ان سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام محمدؒ سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر علم حاصل کیا ہے، عبد اللہ بن علی بن مدینیؒ اپنے والد (امام علی بن مدینیؒ) سے نقل کرتے ہیں کہ امام محمدؒ (روایت حدیث میں) صدوق (نہایت راست باز)

ہیں، امام دارقطنیؒ نے فرمایا کہ: آپ متروک نہیں ہیں، امام یحییٰ بن معینؒ نے اگرچہ آپ میں کلام کیا ہے، جیسا کہ معاویہ بن صالح نے ان سے روایت کیا ہے، لیکن امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ، امام ابن معینؒ سے پہلے امام محمدؒ کی عظمت کو تسلیم کر چکے ہیں، (لہذا ابن معینؒ کی جرح مردود ہے)۔ اور آپ ذکاوت میں زمانے کے چند گئے چنے افراد میں سے تھے، اور (خلیفہ) ہارون الرشید کے ہاں آپ کی بہت زیادہ قدرو منزلت تھی، جب آپ کی وفات ہوئی اس وقت خلیفہ آپ کے ساتھ تھے، اسی طرح کسائیؒ نحوی بھی آپ کے ساتھ تھے، (اور انہوں نے بھی اسی دن انتقال فرمایا) تو خلیفہ نے کہا: میں نے فقہ اور لغت عربیہ کو ”رے“ میں دفن کر دیا ہے۔ (الایثار مع کتاب الآثار: ص ۲۳۳، ۲۳۴)

علاوہ ازیں امام ابن حجرؒ نے آپ کی نقل پر اعتماد کرتے ہوئے ”کتاب الآثار“ (جس کو امام اعظم ابوحنیفہؒ سے روایت کرنے والوں میں سے آپ بھی ہیں) کو بالجزم امام ابوحنیفہؒ کی تصنیف قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام موصوف لکھتے ہیں:

”والموجود من حدیث ابی حنیفۃ مفردا، انما هو کتاب الآثار التی رواہا محمد بن الحسن عنہ“

امام ابوحنیفہؒ کی حدیث میں مستقل تصنیف ”کتاب الآثار“ ہے، جس کو امام محمد بن حسنؒ نے ان سے روایت کیا ہے۔ (تجیل المنفعہ: ص ۱۹)

اور حافظ زبیر علی زئیؒ غیر مقلد نے یہ اصول بیان کیا ہے کہ محدثین کا کسی کتاب کو بالجزم اس کے مصنف کی تصنیف قرار دینا اس کتاب کے ہر راوی کی توثیق کو مستلزم ہے، چنانچہ علی زئیؒ محمود بن اسحق الخزازؒ (جس نے امام بخاریؒ سے ”جزء رفع الیدین“ اور ”جزء قراءة خلف الامام“ روایت کرنے کا دعویٰ کیا ہے، اور خود اس کی توثیق کسی محدث سے صراحتاً ثابت نہیں ہے) کے بارے میں لکھتے ہیں:

ائمہ کا جزء رفع الیدین کو بطور جزم بخاری کی تصنیف قرار دینا اس کی توثیق ہے۔

(نورالعینین: ص ۵۳، حاشیہ)

علی زئی کے اس اصول کے پیش نظر بھی امام محمدؒ کا امام ابن حجرؒ کے نزدیک ثقہ ہونا ثابت ہو رہا ہے، کیونکہ آپ کے روایت کردہ نسخہ ”کتاب الآثار“ کو امام ابن حجرؒ نے بالجزم امام ابو حنیفہؒ کی تصنیف قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

علاوہ ازیں صاحب ہدایہ امام، فقیہ ابوالحسن مرغینانیؒ (م ۹۳۵ھ) کے قول ”وقد صح ان النبی ﷺ عاد یہودیاً بجوارہ“ کہ یہ حدیث صحیح ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے ایک پڑوسی یہودی کی عیادت فرمائی تھی کے ذیل میں حافظ ابن حجرؒ نے بطور دلیل امام محمدؒ کی کتاب الآثار سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ (الدراہ: ۲/۲۳۸)

اس سے معلوم ہوا کہ حافظ موصوف کے نزدیک امام محمدؒ کی روایت صحیح ہے، اسی طرح حافظ موصوف نے آپ کی ایک روایت کو ”محفوظ“ اور ایک روایت کو صواب (درست) قرار دیا ہے۔ (ایضاً: ۲/۲۳۶، ۲۰۰/۲)

نیز حافظ ابن حجرؒ نے اپنی شرح بخاری ”فتح الباری“ میں امام محمدؒ کی کتب (کتاب الآثار اور مؤطا وغیرہ) سے متعدد احادیث نقل کی ہیں، اور ان کی کوئی جرح نہیں کی، جیسا کہ امام محمدؒ کی تصانیف کے تعارف میں آرہا ہے، اور خود زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجرؒ ”فتح الباری“ میں جس حدیث کو نقل کر کے اس پر سکوت کریں اور جرح نہ کریں وہ ان کے نزدیک کم از کم حسن ضرور ہوتی ہے۔ (نورالعینین: ص ۱۷۱)

لہذا حافظ ابن حجرؒ کا ”فتح الباری“ میں امام محمدؒ کی احادیث پر سکوت کرنا بھی ایک دلیل ہے کہ آپ ان کے نزدیک ثقہ اور حسن الحدیث ہیں۔

(۲۵) امام محمد بن یوسف صالحی دمشقی (م ۹۲۳ھ):

امام صالحیؒ جو کہ امام سیوطیؒ کے مایہ ناز شاگرد، جلیل القدر محدث، بلند پایہ مؤرخ اور ”سیرت الشامیہ“ وغیرہ کتب نافعہ کے مصنف ہیں، قطب ربانی امام شعرانیؒ (م ۳۷۹ھ) ان کا تعارف درج ذیل القاب سے کراتے ہیں:

”الاخ الصالح العالم الزاهد، الشيخ، المتمسک بالسنة المحمدية، مفننا في العلوم“۔ (شذرات الذهب: ۲۵۰/۸)

انہوں نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مناقب میں ایک بڑی محققانہ کتاب بنام ”عقود الجمان فی سیرۃ الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان“ لکھی ہے، اس کتاب میں وہ ایک مسئلہ کی تحقیق میں ارقام فرماتے ہیں:

”ان الثقة الائمة من اصحاب الامام ابی حنیفۃ لم ينقلوا عنه شيئا من ذلك كالا امام ابی يوسف، والامام محمد بن الحسن، فيما جمعا من حديثه“

بے شک امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ میں سے ثقہ ائمہ، جیسا کہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بن حسنؒ ہیں، انہوں نے آپ کی احادیث کے جو مجموعے تیار کئے ہیں، ان میں انہوں نے آپ سے ایسی کوئی بات نقل نہیں کی۔ (عقود الجمان: ص ۶۲)

اس بیان میں خاتمۃ الحفاظ امام صالحیؒ نے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کو صراحتاً ائمہ ثقات میں شمار کیا ہے، جو کہ امام موصوف کی طرف سے ان دونوں حضرات کی زبردست توثیق ہے۔

(۲۶) امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمن ابن الغزلی شافعیؒ (م ۱۱۶۷):

امام ابن الغزلیؒ ایک بلند مرتبت محدث ہیں، امام محمد بن خلیل مرادیؒ (م ۱۲۰۵ھ) نے ان کے علم اور محدثانہ مقام کی بہت تعریف کی ہے۔ (دیکھئے: سلک الدرر: ۵۴/۴)

امام موصوف کے نزدیک بھی امام محمدؒ ثقہ ہیں، چنانچہ وہ آپ کے ترجمہ کا آغاز: الامام، البحر، البحر، المجتہد، الحنفی، صاحب المؤلفات الكثيرة وغيره جیسے عظیم القاب سے کرتے ہیں۔ (دیوان الاسلام: ۱۳۶/۴)

علمائے غیر مقلدین سے امام محمدؒ کی توثیق:

ائمہ حدیث اور ارباب جرح و تعدیل کے جم غفیر کے علاوہ خود غیر مقلدین کے اکابرین نے بھی امام محمد بن حسنؒ کے محدثانہ مقام کی توثیق و تعریف کی ہے۔

ذیل میں ان میں سے چند نامور اہل علم کے اقوال ملاحظہ کریں۔

(۱) شیخ عبدالرحمن الیمانیؒ الملعنیؒ (م ۱۳۸۶ھ) جن کو علی زئیؒ نے ”ذہبی عصر حقا“ قرار دیا ہے۔
(نور العینین: ص ۱۱۹) ارقام فرماتے ہیں:

”وان محمدا كان مع مكانته من الفقه والسنن والمنزلة من الدولة وكثرة الاتباع على غاية من الانصاف في البحث والنظر“

امام محمدؒ کو فقہ اور سنت (حدیث) میں ایک مقام حاصل تھا، نیز آپ حکومت کے ہاں قدر و منزلت اور بکثرت اپنے پیروکار بھی رکھتے تھے، لیکن اس سب کے باوجود بحث و نظر میں آپ انتہائی درجہ کے انصاف پسند تھے۔ (التکیل: ص ۴۲۳)

نیز لکھتے ہیں؛

”فاما محمد بن الحسن فهو اجل وافضل مما يترأى هنا“

امام محمدؒ کا انتہائی جلیل القدر اور افضل ہونا شک و شبہ سے بالا تر ہے۔ (ایضاً: ۱/۴۹۲)

(۲) علامہ جمال الدین القاسمی دمشقیؒ (م ۱۳۳۲ھ) امام ابو یوسفؒ اور آپ کے بارے میں رقم طراز ہیں:

”فقد لينهما اهل الحديث، كما ترى في ”میزان الاعتدال“ ولعمري لم ينصفوهما، وهما البحران الزاخران، وآثارهما تشهد بسعة علمهما، وتبحرهما، بل بتقدمهما، على كثير من الحفاظ، وناهيك ”كتاب الخراج“ لابی یوسف ومؤطا الامام محمد ﷺ“

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کو (بعض) محدثین نے کمزور قرار دیا ہے، جیسا کہ آپ نے ”میزان الاعتدال“ میں دیکھا ہے، میری عمر (عطا کرنے والے) کی قسم! ان محدثین نے ان دونوں اماموں کے ساتھ انصاف نہیں کیا، حالانکہ یہ دونوں علم کے موجزن سمندر ہیں، اور ان کے آثار (روایات) ان کی وسعت علم اور ان کے تبحر علمی پر گواہ ہیں، بلکہ اس بات پر شاہد ہیں کہ یہ دونوں حضرات اکثر حفاظ حدیث پر فوقیت رکھتے ہیں، آپ کو (ان دونوں کے علمی مرتبے کو پہچاننے کے لئے) امام ابو یوسفؒ کی ”كتاب الخراج“ اور امام محمدؒ کی ”موطا“ ہی کافی ہے۔ (المخرج والتعديل: ص ۳۱، طبع مؤسسة الرسالة، بیروت)

(۳) عصر حاضر کے مشہور غیر مقلد عالم شیخ ناصر الدین البانیؒ (جو بقول علی زئی: محدث العصر اور امام المحدثین تھے، عبادات میں بدعات: ص ۱۲۸) بھی امام محمدؒ کو ثقہ سمجھتے ہیں، چنانچہ موصوف نے امام محمدؒ کی روایت کردہ ایک حدیث کے متعلق لکھا ہے:

”فهذا سند حسن ان شاء الله“

اس حدیث کی سند ان شاء اللہ حسن ہے۔ (ارواء الغلیل: ۷/۳۳۶)

(۵) نامور غیر مقلد نواب صدیق حسن خانؒ نے بھی اپنی کتاب ”التاج المکمل“ میں امام محمدؒ کے علمی مقام اور آپ کی تصانیف کی بڑی تعریف کی ہے۔ (دیکھئے: التاج المکمل: من جواهر مآثر الطراز الآخر والاول: ص ۸۰)

واضح رہے کہ نواب صاحبؒ کی یہ کتاب علم حدیث میں مہارت رکھنے والے اہل علم کے تذکرے پر مشتمل ہے، جیسا کہ خود انہوں نے اس کتاب کے مقدمہ میں تصریح کی ہے۔

(۶) مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ (م ۱۳۵۷ھ) اپنی کتاب ”علمائے اسلام“ میں امام ابو حنیفہؒ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

آپ سے بہت لوگوں نے فیض علم حاصل کیا، اور آپ کے شاگرد امامت کے بلند رتبوں تک پہنچے، چنانچہ ان میں سے امام ابو یوسفؒ قاضی القضاۃ، اور امام محمدؒ اور امام عبداللہ بن مبارکؒ اور امام زُفرؒ وغیرہم جلیل الشان امام آپ کے علمی کمالات کے نمونے تھے۔ (دوماہی مجلہ ”زمزم“ غازیپور: ج ۸ ش ۳ ص ۱۵)

(۷) مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ (م ۱۳۸۷ھ) سابق امیر جماعت اہل حدیث پاکستان نے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کو امام بخاریؒ وغیرہ کبار ائمہ حدیث کے ساتھ شمار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

ائمہ حدیث بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن خزیمہ، ابن جریر طبری، ابو عبد الرحمن اوزاعیؒ، ابویوسف، محمد، یہ سب اہل حدیث کے مجتہد ہیں۔ (تحریک آزادی فکر: ص ۴۹۰)

نیز مولانا موصوفؒ لکھتے ہیں:

امام محمدؒ تو اکابر ائمہ سنت (میں سے) ہیں۔ (ایضاً: ص ۸۶)

(۸) مولانا عطاء اللہ حنیفؒ غیر مقلد امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کو ائمہ سلف میں شمار کرتے ہیں، اور یہ تصریح کرتے ہیں کہ:

یہ دونوں امام ابوحنیفہؒ کے قابل شاگرد تھے۔ (حاشیہ حیات امام ابوحنیفہ: ص ۲۲۸)

زبیر علی زئی اور موجودہ بعض اہل حدیث کی ضد اور ہٹ دھرمی:

قارئین! آپ نے تفصیل کے ساتھ ملاحظہ کر لیا کہ محدثین اور ارباب جرح و تعدیل کے ایک جم غفیر نے امام محمدؒ کے عظیم محدثانہ مقام کو سراہا ہے، اور ان حضرات نے بڑے پرزور الفاظ میں آپ کی ثقاہت اور آپ کے ”صدوق فی الحدیث“ ہونے پر گواہی دی ہے، اسی طرح خود غیر مقلدین کے اپنے اکابرین بھی علم حدیث میں آپ کی عظمت شان کو تسلیم کرتے ہیں، لیکن اس سب کے باوجود حافظ زبیر علی زئی غیر مقلدانہ ضد اور ہٹ دھرمی پر اڑے ہوئے ہیں کہ:

کسی امام سے محمد بن الحسن مذکور کی توثیق صراحتاً ثابت نہیں ہے، امام ابن المدینی، امام شافعی اور دیگر علماء سے مروی ایک ایسی روایت بھی ثابت نہیں ہے، جس میں محمد بن الحسنؒ کو ثقہ یا صدوق لکھا گیا ہو۔ (الحدیث: ش ۷، ص ۱۹)

سچ ہے:

اگر آنکھیں ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے

اس میں بھلا قصور ہے کیا آفتاب کا !!

AL IJMA FOUNDATION YOUTUBE CHANNEL :

<https://www.youtube.com/alijmaorg>

You  SUBSCRIBE :

https://www.youtube.com/c/alijmaorg?sub_confirmation=1 Alijma



WEBSITE : www.alijma.com



AL IJMA TWITTER : @alijmaofficial



FACEBOOK : <https://m.facebook.com/alijmaOfficial/>



AL IJMA EMAIL : Info@alijma.com



WHATSAPP : +91 8097867973



AL IJMA CONTACT : +91 9987925955

FOR MORE You  VIDEOS VISIT:

<https://www.youtube.com/alijmaorg>

-: FOR DONATIONS :-

DEVELOPMENT CREDIT BANK LIMITED (DCB BANK)

NAME : AL IJMA FOUNDATION

KURLA (011) BRANCH : MUMBAI - 400070.

CURRENT A/C NO. 01122478630103

RTGS/NEFT/IFSC : DCBL0000011

ناشر: الـجماع فاؤنڈيشن

